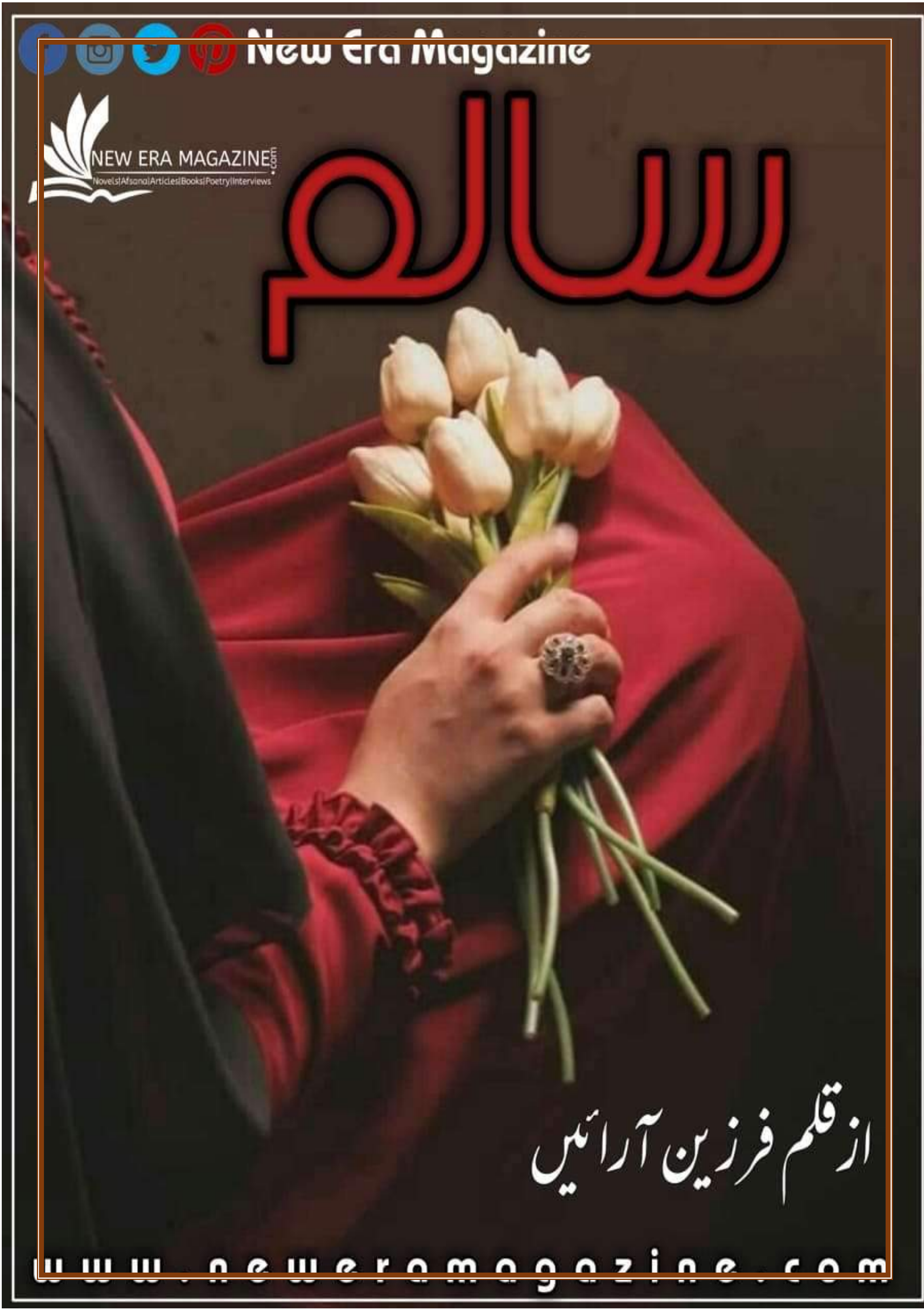
New Era Magazine
NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
سالم
از قلم فرزین آرائیں
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

سالم

از قلم فرزین آرائیں

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

تعارف

سب تعریف اور سارا شکر اللہ کے لیے ہی ہے۔

السلام و علیکم!

میں آپ سب کی دعاؤں کی طلب گار ہوں۔ یہ میرا پہلا ناول ہے۔امید کرتی ہوں آپ سب کو پسند آجائے۔میں sixth class میں تھی جب میں نے پہلا ناول پڑھا تھا۔وہ ایک ناول تھا جس نے میری سوچ کا زاویہ بدل دیا۔اور میں بہت مشکور ہوں کہ وہ لمحات میری زندگی میں آئے۔اور وہ ناول کون سا تھا یہ میں آپ پہ چھوڑتی ہوں کے آپ میرا یہ ناول پڑھ کے بتانا کہ میں کس کی بات کر رہی ہوں۔کیونکہ میں نے یہ ناول اس سے متعلقہ لکھا ہے۔میری خواہش تھی کے میں زندگی میں جب بھی سب سے پہلا ناول لکھوں گی اپنی زندگی پہ لکھوں گی کیوں کہ میں جانتی ہوں جیسی میری سٹوری ہے بہت ہوں گے جن کی سٹوری ایسی ہو گی۔لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا کے ابھی اپنی زندگی پہ کچھ لکھ سکوں کیونکہ بہت سے پہلو ابھی ادھورے ہیں۔تو پھر میں نے سوچا کے کیوں نا اُس پہ کچھ لکھا جائے جس نے مجھے انسپائر کیا۔یہ ناول میں dedicate کرنا چاہتی ہوں اپنی فیملی، فرینڈز، اسپیشل اپنی بیسٹ فرینڈ کو جو

میرے لئے لائف میں بیسٹ گائیڈ لائنز ثابت ہوئی ہے اور صبغۃ اللہ پیج ہے جس نے مجھے اچھا میٹریل provide کیا جو کچھ situations میں میں نے ایڈ کیا . یہ سٹوری لائن میں نے سوشل میڈیا سی لی جس کو میں نے اپنے انداز میں بیان کیا۔اس ناول میں معاشرے کے منفی پہلو بیان ہوئے ہیں۔

یہ کہانی ہمارے معاشرے کے منفی پہلوؤں کے گرد گھومتی ہے۔اس ناول میں کہانی کے سب کرداروں سے ہمیں ایک سبق ملتا ہے۔یہ کہانی ہم سب کی زندگی میں آنے والے اس موڑ کے لیے ہے جب روشنی اور تاریکی کے انتخاب کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا جاتا ہے ہم چاہے تو روشنی کی طرف قدم بڑھائیں چاہے تو تاریکی میں داخل ہو جائیں۔

۔میرا اس ناول کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کے ہم اپنے دل کے مرائض کی شفا بھی پہچانیں اور اپنے رشتوں کے ساتھ جڑ بھی جائیں۔اور خاص کر اپنے رب سے جڑ جائیں۔اب میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو پائی ہوں کے نہیں۔میری کی گئ محنت آپ کے دلوں تک پہنچی کے نہیں یہ آپ کے reviews بتایئں گے۔

جزاک اللہ۔

۔یہ منظر تھا شہر ملتان میں مقیم نوازالدین کے چھوٹے سے گھر کا۔جہاں ہر ی طرف گہما گہمی تھی سب مہمان آچکے تھے۔لڑکیاں ہاتھوں میں پھولوں کے تھال پکڑے بارات کو خوش آمدید کہنے کی تیاری میں تھی۔ اس سب شور و گل سے کٹ کے ایک وجود جو کمرے میں بیٹھا تھا بہت پریشان تھا۔دلہن کے جوڑے میں سجی وہ صنف نازک بہت حسین لگ رہی تھی۔سفید رنگت جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔ خوبصورت جھیل سی بڑی بڑی آنکھیں اور خم دار پلکوں کی جھالر۔چھوٹی سی تیکھی ناک اور خوبصورت گلابی ہونٹ۔ صراحی دار لمبی گردن یہ صنف نازک خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی۔جو سادگی میں بلا کی خوبصورت لگتی تھی آج دلہن کے سجے سنورے روپ نے خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے تھے۔یہ سِلاح نوازالدین تھی نوازالدین صاحب کی اکلوتی بیٹی جس کی آج بارات تھی۔لیکن اس کے چہرے پر پریشانی کی لکیر تھی وہ اپنے باپ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

اسی دوران اس کی پڑوسن خالہ رضیہ کمرے میں آئی جو بہت پیار کرنے والے اور شفیق طبیعت کی مالک تھی۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ میری بچی تو آج چاند کا ''ٹکڑا لگ رہی ہے''۔وہ سِلاح کی بلائیں لیتی

ہوئی بولیں۔اور پھر یاد آنے پہ فکر مندی سے پوچھنے لگیں۔"بچی نواز بھائی ابھی تک نہیں آئے بارات آنے والی ہے"۔

بابا چچا دلدار کے ساتھ پیسوں کا بندوبست "کرنے گئے ہیں آپ فکر نہ کریں وہ بس آنے والے ہوں گے"۔وہ رضیہ خالہ سے زیادہ خود کو تسلی دیتے ہوئے بولی

بیٹا ٹھیکیدار اتنا اچھا ہوتا ہی کب ہے کہ "وہ کسی کو قرضہ دے۔اگر اتنا ہی اچھا ہوتا تو قرضہ لینے کی ضرورت کیا تھی۔اور وہ جو اس کا منشی ہے نہ دلدار تمام عورتوں پر نظر رکھتا ہے۔اپنے ٹھیکے دار کے لیے"۔وہ نفرت آمیز لہجے میں بولیں۔

بس خالہ آپ دعا کریں کہ پیسوں کا "بندوبست ہو جائے"۔سِلاح نڈھال سی بولی۔

ہاں بس اللہ کرے سب کچھ ٹھیک ٹھاک "ہو جائے بیٹا۔ٹھیک ہے میں جا کر دیکھتی ہوں شاید آگئے ہو"۔وہ کہتی ہوئی سِلاح کے پاس سے اٹھیں

"جی ٹھیک ہے خالہ"۔

جب خالہ چلی گئی تو سِلاح پریشان سی پھر اپنی سوچوں میں گم ہو گئی۔

۔***********

اسلام علیکم ٹھیکیدار صاحب!

و علیکم اسلام! بیٹھو نواز الدین کیسے آنا". ہوا"۔ ٹھیکیدار کے کہنے پر وہ زمین پر اس کے پاؤں میں بیٹھ گیا۔اور التجایا لہجے میں بولا۔

مائی باپ میں نے ساری زندگی آپ . "کی خدمت کی ہے۔دن رات ایک کر کے جو آپ حکم کرتے رہے میں بجالاتا رہا۔آج میری بیٹی کی شادی ہے میں آپ کے پاس مدد کے لئے آیا ہوں۔اگر آپ نے میری مدد نہ کی تو اس کی بارات واپس چلی جائے گی۔میری لاج آپ کے ہاتھ میں ہے"۔نواز الدین نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

منشی جو کب سے پاس کھڑا تھا بولا سرکار اگر اسے یہاں نہ لاتا تو یہ گھر "میں منتیں کر کے مر جاتا دماغ خراب کر دیا ہے اس نے میرا اسے دو لاکھ روپے چاہیے اس کی بیٹی کی آج بارات ہے"۔

منشی کی بات پر ٹھیکیدار حیرانگی اور تیکھے لہجے میں بولا"۔منشی تم نے کبھی بتایا نہیں کہ اس کی بیٹی جوان ہو گئی ہے"۔

ٹھیکیدار کے کا تیکھا لہجہ دیکھ کے منشی اپنی صفائی میں فوراً بولا"۔ سرکار اس نے جھٹ پٹ سے رشتہ پکا کر دیا ورنہ میرا ارادہ تھا کہ۔"اس سے پہلے کے منشی اپنی بات پوری کرتا نوازالدین ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

مجھ غریب پر رحم کریں حضور . "میری ایک ہی بیٹی ہے اور اس کی آج شادی ہے" ٹھیکیدار اس کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کی پرواہ کیے بغیر بولا"۔ہاں تو اتنی جلدی کیا تھی تجھے جب پیسہ آتا تو کر لیتا شادی"۔

ٹھیکیدار کی بات پر نوازالدین بے بسی سے بولا۔"بیٹی سمجھ دار ہو گئی تھی۔۔۔ . "حضور بیٹی تو میری ہے پر ایسی اس کے الفاظ ابھی منہ میں تھے جب منشی خباثت سے بول اٹھا۔

پر ایسی جیسے گودڑی میں لال سرکار". بلا کی خوبصورت ہے لیکن ہے سر پھری۔"آخر میں ناک چڑھاتے ہوئے بولا۔". سرکار میں نے اپنی بیٹی کو اپنی اوقات سے بڑھ کے پڑھایا لکھایا ہے اس کی ماں زندہ نہیں اسے سینا پرونا کشتکاری ہانڈی روٹی سب کچھ میں نے سکھایا ہے"نوازالدین سر جھکائے ہوئے بولا۔

اللہ معاف کرے سرکار بڑی منہ پھٹ بیٹی ہے اس کی"۔ منشی نوازالدین کو دیکھ کے

بولا۔

منشی کے منہ سے اس کی بیٹی کی اتنی باتیں سن کے ٹھیکیدار خباثت سے بولا۔ ہمیں پہلے پتہ ہوتا تو ہم ہی بھیج دیتے" تیرے گھر بارات"۔

نوازالدین کو وہ شخص زہر سے بھی برا لگ رہا تھا لیکن وہ بے بس تھا کچھ کہہ نہیں سکتا تھا اُسے۔" مائی باپ آپ بڑے لوگ ہیں ہم غریب تو آپ کے ٹکڑوں پر پلتے ہیں بلا آپ کا اور ہمارا کیا سنجوک۔ وہ آہستہ آواز میں بولا۔ جب منشی اپنی کمینگی دکھانے لگا۔

اوے سنجوک نہیں روگ روگ وہ جو" حسن کو عشق سے لگ جاتا ہے سمجھا ہے کہ نہیں"، منشی اس کی بات کاٹ کے بولا۔

منشی کی بات پر ٹھیکیدار مسکرایا اور پھر نوازالدین سے مخاطب ہوا" سن اوئے بابے چاند۔ جب چڑھتا ہے نہ تو ساری دنیا اس کی روشنی دیکھتی ہے تو نے اپنی چاندنی کو گھر میں چھپا کے رکھا تھا"۔ اس کے چہرے سے کمینگی صاف جھلک رہی تھی۔

نوازالدین اس کی بات پر ضبط کرتا ہوا بولا"۔ سرکار ہر کوئی کہا چاند کو پتا ہے ہمارے جیسے غریب کی بیٹی ذرا بھی منہ چیت لگتی ہو تو لوگ اسے سانجھی ہانڈی سمجھ لیتے ہیں

مائی باپ مجھ میں اب طاقت نہیں ہے میری بیٹی کی حفاظت کی۔تو میں نے سوچا کہ اس کا فرض ادا کر کے فارغ ہو جاؤ سرکار آج میری لاج آپ دونوں کے ہاتھ میں ہے۔''اس نے اپنی پگڑی ان کے سامنے رکھ دی اور رونے لگا جب ٹھیکیدار اکتاہٹ سے بولا۔

اوئے اچھا چھا یہ بتا کہ گروی رکھنے کے لیے کیا ہے تیرے پاس۔

ٹھیکیدار کی بات سن کے وہ پریشان ہو گیا اور بے بسی سے بولا۔''مائی باپ میرے پاس تو اس جان کے سوا کچھ نہیں ہے آپ میری زندگی پر یہ احسان کر دیں میں یہ جان ساری زندگی کے لیے آپ کے پیروں میں غلام کر دوں گا''۔

اوئے جان تو تیرے پاس بچی نہیں ہے تو سرکار کے پاس گروی کیا رکھے گا۔منشی نے اندر اپنا لقمہ دیا۔

وہ منشی کی بات کو نظر انداز کرتا ہوا بولا ایک چھوٹا سا گھر تھا اس کے کاغذات بھی منشی صاحب کے پاس ہیں۔

اس کی بات منشی فوراً بولا '' سرکار اس نے گھر کے بدلے مجھ سے پیسے لیے تھے اس

کی بیوی بیمار تھی کینسر تھا اس کو لیکن بچی پھر بھی نہیں بیچاری"۔

منشی کی بات نے اس کا مزید دل دکھایا تھا لیکن اس کی اتنی اوقات نہیں تھی کے ایسے بے حس لوگوں کو جواب دے سکے مجھ پر رحم کرے سرکار میری بیٹی اپنے گھر کی ہو جائے تو میں زندگی بھر کے لئے آپ کا غلام ہو جاؤں گا"۔ وہ پھر التجا کرنے لگا۔

دیکھ نواز الدین اگر تو قرض ناں لٹا سکا تو تمہاری عزت ہماری ہو گی آئی بات سمجھ میں"۔ ٹھیکیدار اسے دھمکی دیتے ہوئے بولا

جی مائی باپ جیسی آپ کا حکم۔ نواز الدین نے اس کی بات پر اپنا سر ہاں میں جھکا دیا۔

ٹھیکیدار جان چھڑاتے لہجے میں منشی سے بولا "منشی دے پیسے اس کو"۔

ٹھیکیدار کے پیسے دینے پہ مان جانے پر وہ اس کا شکر گزار ہوا "بھلا ہو سرکار آپ کا اللہ دو جہان میں بھلا کرے آپ کا"۔ وہ اسے دعائیں۔ دینے لگا کیونکہ ایک بار سِلاح کی شادی ہو جاتی وہ ہر فکر سے آزاد ہو جاتا

**********۔

" -بیٹا باہر برات آچکی ہے چلو لڑکیوں اٹھو جا کر ان کا استقبال کرو" رضیہ بیگم

ہڑ بڑی میں اندر آئی اور لڑکیوں کو باہر بھیجا اور خود بھی جانے لگی جب سِلاح نے ان سے پوچھا۔

" -خالہ بابا آگئے کیا۔"اس کے لہجے میں پریشانی تھی۔رضیہ بیگم خود بھی بہت پریشان تھی باہر بارات آگئی تھی اور نوازالدین ابھی تک نہیں آئے تھے۔

" -نہیں بیٹا ابھی تک نہیں آئے میں بھی بہت پریشان ہوں اتنا وقت ہو گیا ہے انہیں بارات کے استقبال کے لئے یہاں ہونا چاہیے تھا۔"ان کے لہجے سے فکر صاف جھلک رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سِلاح کا دل ڈوب رہا تھا اپنے بابا کے بارے میں سوچ کے کے ابھی تک وہ کیوں نہیں پہنچے۔اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کے وہ اسے تسلی دینے لگیں۔"بیٹا تم پریشان نہ ہو وہ آجائیں گے۔بس دعا کرو۔میں بارات کو باہر دیکھ لوں ذرا"

-خالہ سِلاح کو پریشان نہ ہونے کا بول کے خود باہر مہمانوں کے پاس آئیں جہاں دلہا اور اس کی ماں سمیہ بیگم بیٹھی تھی۔وہ اخلاقاً ان سے حال احوال کرنے لگیں۔

" -اسلام علیکم!بہن کیسی ہیں آپ"راضیہ بیگم کے پوچھنے پر انہوں نے ان کی طرف

دیکھا اور پھر چاروں طرف نظر دوڑا کے بولی۔

" وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں رضیا بیگم نواز الدین بھائی صاحب نظر نہیں آرہے

"نواز الدین کے بارے میں پوچھنے پر رضیہ بیگم ذرا ہچکچاتی ہوئی بولی۔

"جی نواز بھائی بس آتے ہی ہونگے آپ یہ جہیز کی لسٹ دیکھ لیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی

ہم نے سب چیزیں اس میں لکھ دی ہیں۔" انہوں نے ان کا دھیان بھٹکانا چاہا۔

"جی جی لائیں "سمیہ بیگم کی لالچی آنکھیں چمکی۔ ساری لسٹ دیکھ کے وہ پھر اسی بات

پر آگئی۔

"جی لسٹ تو ٹھیک ہے لیکن جو دو لاکھ روپے دینے تھے اس کا انتظام ہو گیا کیا"

رضیہ بیگم انہیں ٹالتی ہوئی بولی" بس وہ نواز بھائی انتظام کرنے گئے ہیں دیر سویر تو ہو

جاتی ہے نا بہن جی آپ فکر نہیں کرے وہ ابھی آجاتے ہیں آپ کو پیسے مل جائیں گے "

جب کے نواز الدین کے اتنا لیٹ ہو جانے پر وہ خود بھی بہت پریشان تھی۔ لیکن سمیہ

بیگم کسی صورت بھی ٹلنے والی نہیں تھیں۔

" لیکن رضیہ بیگم سِلاح کے ابو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ھمارے آتے ہی سلامی

کے دو لاکھ روپے دے دیں گے پھر انتظام کیوں نہیں ہوا ابھی تک "سمیہ بیگم تیوری چڑھاتی ہوئی بولی۔رضیہ بیگم کے لیے انہیں سمبھالنا مشکل ہو رہا تھا جب انہوں نے اپنی سی ایک اور کوشش کی۔

"ہاں بہن جی لا رہے ہیں آپ بالکل فکر نہ کریں آپ کو پیسے مل جائیں گے میں دیکھتی ہوں آئے کہ نہیں" وہ اتنا کہہ کے ان کے پاس سے اٹھ گئی۔

" -ہاں ہاں ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں" انہوں نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

رضیہ بیگم کے جاتے ہی نحوست بھرے لہجے میں بولی "ہنہ بڑے بھر چڑھ کے باتیں کرتے تھے جب دو لاکھ روپے سلامی کے دینے آئے تو منہ چھپا کے بیٹھ گئے ہیں اس سے زیادہ تو میں نے جنج پہ لٹا دیے ہیں" انہیں اپنے پیسوں کی فکر پڑ گئی۔

**********_

نوازالدین صاحب وہاں سے پیسے لے کر جلدی سے نکلے تا کہ بارات کے پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں ابھی سڑک پار کرنے ہی لگے تھے کہ ایک کار آ کے ان سے ٹکرائی ۔وہ خود کو سمبھال نا سکے اور نیچے گر گئے۔کار میں بیٹھے شخص نے فوراً بریک لگائی۔

گاڑی میں بیٹھا نفوس وجاہت اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔کسرتی جسم ،چھ فٹ سے نکلتا قد،خوبصورت نین نقوش ہلکی بڑی ہوئی شیو میں وہ مردانہ وجاہت کا منہ بولتا ثبوت تھا اپنی خوبصورتی کے لحاظ سے وہ کسی کا بھی آئیڈیل ہو سکتا تھا لیکن اعمال سے گمراہی کی دلدل میں دھنسا ہوا تھا۔یہ حمد سالم شاہ تھا جو ابھی ایک پارٹی سے واپس آیا تھا اور نشے کی حالت میں ڈرائیو کر رہا تھا جب اچانک بائیک کو بچاتے بچاتے نواز الدین سے ٹکرا گیا۔

جب سالم شاہ کو صورتحال سمجھ میں آئ تو فوراً گاڑی سے اترا اور اس گرے ہوئے آدمی کو اٹھایا۔اور فکرمندی سے پوچھنے لگا۔

"بابا آپ ٹھیک تو ہے نہ آئی ایم سوری مجھے پتا نہیں چلا وہ بائیک والے کو بچاتے بچاتے آپ سے ٹکرا گیا میری کوئی غلطی نہیں ہے وہ بائیک والا" وہ بائیک والے کو دیکھنے لگا جو وہاں سے جا چکا تھا۔پھر وہ دوبارہ ان کی طرف متوجہ ہوا "چلے آیئے میں آپ کو ہوسپیٹل لے چلتا ہوں" وہ نواز الدین کو اٹھانے لگا جو نڈھال سے زمین پر پڑے تھے ۔

سالم شاہ نے نواز الدین کو اٹھایا اور گاڑی میں بٹھا کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔

******** ۔

سِلاح کو باہر مہمانوں میں لا کے بٹھا دیا گیا تھا۔جب رضیہ بیگم مولوی صاحب سے بولی۔

" چلے مولوی صاحب نکاح شروع کریں "اس سے پہلے کے مولوی صاحب کچھ بولتے۔سمیہ بیگم فوراًبول اٹھیں۔

" ارے ایسے کیسے نکاح شروع جب تک سلامی کے دولاکھ روپے نہیں آجاتے نکاح نہیں ہو سکتا "۔سمیہ بیگم کی بات سن کے وہاں بیٹھے سب لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ سِلاح کے تو ہاتھ پاؤں سرد پڑ گئے تھے۔وہ جانتی تھی کے اس کے باپ کے لئے اس کی شادی کے کتنے ارمان تھے۔وہ رضیہ بیگم سے التجایا لہجے میں بولی۔

"خالہ پلیز ان سے کہیں بابا بھی آجائیں گے۔"تھبی رضیہ بیگم کے شوہر حشمت صاحب جو نوازالدین کے دوست بھی تھے فوراًبول اٹھے "دیکھے بہن نوازالدین پیسوں کا بندوبست کرنے گیا ہے ابھی تھوڑی دیر تک آجائے گا آپ نکاح شروع کروائیں "لیکن سمیہ بیگم کو کسی کی بھی بات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔جب وہ ہر لحاظ بھولائے بدتمیزی سے بولیں۔

" ارے بھائی صاحب بس بس آگیا وہ اور ہو گئی شادی۔ نہیں مجھے نہیں کرنی یہ شادی ۔منہ چھپا کے بیٹھ گیا ہو گا اس کا باپ کہیں۔" جب سمیہ بیگم کی بیٹی نے اندر مزید لقمہ دیا۔

" اماں میں نے تو آپ کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ نا کریں ان بھیک منگے لوگوں میں بھیا کی شادی آپ کو ہی شوق چڑھا تھا پڑھی لکھی بہولانے کا "اشعر جو کب سے خاموش تماشائی بنا سب دیکھ رہا تھا اپنی بہن کے بولنے پر سلگتا ہوا بولا۔

"او ہو تم تو چپ کرو میری شادی رکواؤ گی کیا" اشعر کی بات سن کے سمیہ بیگم کو اس پر اچھی خاصی تپ چڑھی اور اسے بھی اچھا خاصا لتاڑ دیا۔

" تجھے بڑا شوق چڑھا شادی کا خبر دار جو تو میری مرضی کے بغیر ہلا بھی تو۔ صحیح کہہ رہی ہے تیری بہن سلامی کے پیسے ان کے پاس ہے نہیں میں نے ان کی ڈگریاں گھر لے جا کر کیا کرنی ہے ۔غریبوں کے ساتھ رشتہ جوڑنا گالی کھانے کے برابر ہے۔آج کل کے دور میں وہ بھی ایسے بچے کے ساتھ جس کی کمائی دوبئی سی آتی ہو ۔پڑھا لکھا میرا بچہ ہے اور ان کے ساتھ شادی کر دوں جن کے پاس ٹکا پیسہ بھی نہیں "سمیہ بیگم نخوست سے بولی۔

ان کے اس انداز سے رضیہ بیگم کا دل دکھا تھا۔کیونکہ سلاح انہیں اپنے بچوں کی طرح عزیز تھی۔

" ۔بہن ہم نے جہیز کی ہر چیز تو دی ہے کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی اور لسٹ بھی دی ہے آپ لوگوں کو ہم نے "

سمیہ بیگم کو یوں رضیہ بیگم کا درمیان میں بولنا بلکل بھی نہ بھایا تھا۔

"پڑوسن ہونا تو پڑوسن بن کے رہو اتنا بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے تمہاری بیٹی ہے کیا" رضیہ بیگم سے اچھی خاصی بدزبانی کرکے اشعر کی طرف موڑی اور اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتی ہوئی بولی۔"ہم نے نہیں کرنی شادی چلو بیٹا گھر چلے۔"ماں کو بیچ میں جاتا دیکھ اس کے طوطے اڑھ گئے۔جب وہ فوراً بولا

" لیکن اماں "ابھی اس کے منہ سے الفاظ نکلے بھی نہیں تھے جب سمیہ بیگم اس کی بات کاٹتی ہوئی بولی۔

"اگر مگر کچھ نہیں بیٹا میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔"سلاح انہیں ہی دیکھ رہی تھی جب وہ بھی اسے دیکھتی ہوئی طنزیہ لہجے میں بولیں"پڑھا لکھا بچہ ہے میرا انٹر پاس جس

کی شادی تو کہیں بھی ہو جائے گی ہم نے نہیں کرنی ان بھوکے ننگوں میں شادی“۔

" ۔بہن میری بات سنیں بچی کی زندگی خراب ہو جائے گی میں نواز بھائی کو جانتا ہوں اپنے وعدے کے پکے ہیں وہ پیسے لے کے آجائیں گے میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں نواز آتا ہی ہو گا" حشمت صاحب نے اپنے دوست کی عزت کی خاطر ان کے سامنے ہاتھ بھی جوڑ دیے۔

"جی بہن یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ تھوڑی دیر کے لئے انتظار کر لے ابھی آجاتے ہیں بھائی" رضیا بیگم نے بھی اپنے شوہر کی بات کی تائید کی تھی۔

"بس بہت ہو گئی اگر آپ لوگ عزت دار ہوتے تو اپنی عزت کا خیال کرتے دو لاکھ روپے کا تو ان سے انتظام نہیں ہوا اور انہوں نے کیا کرنا ہے۔رات ہونے والی ہو گئی ہے۔پر ان سے انتظام نہ ہو سکا۔دو کوڑی کی عزت نہیں ہے اس کی اور اس کے باپ کی۔" سمیعہ بیگم غصے سے پھنکارتی ہوئی بولی۔

سِلاح جو کب سے سب کچھ برداشت کر رہی تھی آخر کار بول اٹھی "بس بہت ہو گیا بہت بول لیا آپ نے۔یہ اس سے کرانے لگے تھے۔بابا میری شادی جس کی ماں آپ

ہے" "سِلاح وہ میں "اشعر منمنایا۔"

"کیا میں میں ہاں اس سے تو اچھا ہے کہ اسے کسی بکرا منڈی میں جا کے نیلام کر دیں اچھی قیمت ملے گی بیچنے آئی تھی نا اپنے بیٹے کو اور ہاں یہ لے اپنے نقلی زیورات پکڑیں اور کہیں اور جا کے تماشا کریں اور باندھ دیں اس کو کسی اور کے کھونٹے کے ساتھ "سِلاح نے اشعر کو بھی آڑے ہاتھوں لیا کیوں کے سِلاح کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

" ہنہ کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے تیرے ابا نے سونے کی اینٹیں بنا کے دیں ہیں ہمیں "سمیعہ بیگم بینا شرمندہ ہوئے بولی۔

"ایک ایک چیز دی ہے میرے بابا نے یہ جو کپڑے آپ لوگوں نے پہن رکھے ہیں نا میرے باپ نے دیے ہیں بس چلتا تو ابھی اتر وا دیتی میں۔ پیسہ آپ نے مانگا۔ جہیز آپ نے مانگا بیکاری آپ ہے ہم نہیں "سِلاح ان کو ایک ایک چیز جتاتی ہوئی بولی۔

حشمت صاحب جو کب سے خاموش سب دیکھ رہے تھے معاملہ خراب ہوتا دیکھ فورا بولے "بہن جی بیٹھ جائیں نواز الدین بس آتا ہی ہو گا وہ اپنے وعدے کا پکا ہے ضرور آئے گا پلیز میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں بیٹھ جائیں تھوڑی دیر کے لئے انتظار کر

لے"

" ٹھیک ہے ٹھیک ہے اگر آپ کہتے ہیں تو تھوڑی دیر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں ہم اور انتظار کر لیتے ہیں لیکن اگر وہ تھوڑی دیر تک نہ آئے تو ہم بارات لے کے واپس چلے جائیں گے اور یہ ہمارا ظرف ہے کہ ہم یہاں رک رہے ہیں ورنہ اس لڑکی کی باتیں سن کے کوئی بھی شریف گھرانا یہاں نہ رکتا ہنہ " سمیہ بیگم احسان جتاتے ہوئے بولی۔

سمیعہ بیگم کے رک جانے پر حشمت صاحب اور رضیہ بیگم نے سکھ کا سانس لیا۔

-**********

" دھیان سے بیٹا دھیان سے سامنے سے گاڑیاں آ رہی ہے دیکھ کے چلاؤ "نوازالدین فکر مندی سے بولے۔

" اوئے سائیڈ پہ ہو کہ اپنی گاڑی چلا "سالم نے سامنے سے گزرتی گاڑی کو دیکھ کے ہانک لگائی۔

"بیٹا تم ٹھیک تو ہو نا "نوازالدین پریشانی سے اسے دیکھتے پوچھنے لگے۔

" جی بابا دیکھیں میں بالکل ٹھیک ہوں "

"بیٹا تم نشے میں تو نہیں ہوں"

"نہیں نہیں نشے میں تو نہیں ہوں میں وہ دراصل بابا دوستوں کے ساتھ شغل میلا تو تین چار بس زیادہ نہیں" سالم لاپرواہی سے ہنستے ہوئے بتانے لگا۔

تبھی نوازالدین کی نظر گاڑی میں پڑی شراب کی بوتل پر گی تو وہ افسوس سے پوچھنے لگے " یہ زہر کیوں پیتے ہو بیٹا"

نوازالدین کے پوچھنے پر سالم ایسے ہنسا جیسے کوئی لطیفہ سن لیا ہو "ہاہاہاہاہاہازہر ہاہاہاہا بابا کیا بتاؤں آپ کو کہ یہ زہر مرنے کے لیے تھوڑا اور جینے کے لیے زیادہ پینا پڑتا ہے سم ٹائم ایٹس امپورٹنٹ یہ ضروری ہے بابا" وہ نوازالدین کو ایسے بتارہا تھا جیسے اس کی معلومات میں اضافہ کر رہا ہوں۔

" نا بچے نا یہ اچھی چیز نہیں ہے" تبھی گاڑی کا توازن بگڑا تو نواز والدین کا دل زور سے دھڑکا اور فکر مندی سے بولے " دھیان سے بیٹا دھیان سے آج میری بیٹی کی شادی ہے اگر مجھے جلدی گھر پہنچا دو گے تو تمہاری مہربانی ہو گی" ان کے لہجے میں التجا تھی جسے محسوس کر کے سالم فورا بولا

" ارے نہیں نہیں بس پہنچ رہے ہیں"

" اگر میں گھر دیر سے پہنچا تو بارات واپس چلی جائیں گی کیونکہ سلامی کے پیسے میرے پاس ہے نا"نوازالدین کی نظریں اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیسوں کی طرف گئی۔سالم کی نظروں نے بھی ان کی نظروں کا تعاقب کیا۔اوران کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیسوں کو دیکھ کے بولا

"جی جی بس پہنچ رہے ہیں درد تو نہیں نا ہو رہا ہوں آپ کو" پھر فکر مندی سے ان کی طبیعت دریافت کرنے لگا۔

"نہیں بیٹا اللہ تمہارا بھلا کرے میں ٹھیک ہوں"نوازالدین سالم کے اس طرح فکر کرنے پر اس کے مشہور ہوئے۔

۔ ********** ۔

" رات ہو گی اس کا باپ ابھی تک نہیں آیا میں تو صرف اس لیے رک گئی تھی کے اگر دو لاکھ روپے مل گئے تو میں اپنے بڑے بیٹے کو جیل سے چھڑوالوں گی لیکن میری اب امید ختم ہو گئی"سمیہ بیگم نے دل میں سوچا ہے۔اور پھر کچھ سوچتے ہوئے اونچی آواز

میں بولتی ہوئی اٹھ گئی۔

"بس بھئی بس بہت ہو گیا "

حشمت صاحب ان کو اس طرح اٹھتے ہوئے دیکھ کر فوراً التجا لہجے میں بولے " دیکھیں بہن "ابھی ان کے الفاظ منہ میں ہی تھے جب سمیعہ بیگم نے انہیں ٹوک دیا۔

" دیکھو دیکھو کچھ نہیں بہت ہو گیا انتظار اب ہم یہاں ایک منٹ بھی نہیں رک سکتے صبح سے رات ہو گئی پتہ نہیں اس کا باپ کہاں چلا گیا ہے اور یہ جو گز بھر کی زبان چلا رہی ہے بڑی مشکل سے میں نے برداشت کیا ہے کیا سکھایا ہے تمہیں تمہاری تعلیم نے یہ سیکھا ہے تم نے کتابوں سے یہ پڑھی لکھی ہو تم" سمیہ بیگم غصے سے پھنکارتی ہوئی بولی۔

"جی ہاں یہ پڑھا ہے میں نے کتابوں میں کے لالچ بری بلا ہے اور جہیز ایک لعنت "

سِلاح نے بھی دو بدو جواب دیا

" -اوہو آئی بڑی تو پڑھا کو "اشعر کی بہن نے نحوست سے ناک چڑھایا۔ سِلاح کو اس کا بولنا بلکل نہ بھایا" - خبردار جو ایک لفظ بھی بولا تم نے خود تو اپنا گھر برباد کر کے

پانچ سال سے اپنی ماں کے گھر بیٹھی ہوئی ہوں پانی تک تو اٹھ کے پیا نہیں جاتا تم سے سارا کام اپنی بھابھیوں سے کرواتی ہو ہڈ حرام" سِلاح نے اچھا خاصا اسے لتاڑ دیا۔

"اے خبر دار جو تو نے میری بیٹی کو ایک بھی لفظ اور کہا تو۔ تو نے میری معصوم سی بیٹی پر الزام لگایا تمہیں تو میں" اس سے پہلے کہ سمیہ بیگم کا ہاتھ سِلاح پر اٹھتا کسی نے ان کا ہاتھ ہوا میں ہی روک لیا تھا اور وہ اور کوئی نہیں حمد سالم شاہ تھا جس کی شخصیت کو دیکھ کے وہاں پر موجود ہر انسان مبہوت رہ گیا تھا۔

"نہیں ایسے لڑکیوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے بلکہ لڑکیوں کو تو پیار سے عزت سے لاڈ سے رکھتے ہیں" اسی پل سالم شاہ نے سِلاح کی طرف مڑ کے دیکھا جو اپنے باپ کے پاس کھڑی تھی اور یہ وہ ایک لمحہ تھا جب سالم شاہ پہلی بار کسی لڑکی کے حسن میں کھو گیا تھا اور اس سحر کو سمیہ بیگم کی آواز نے توڑا۔

" اوئے مجھے پتا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا تو کون ہوتا ہے مجھے سمجھانے والا" سمیہ بیگم نے غصے سے سالم کی طرف دیکھا

" جان لو گی تو کیا کر لوں گی آپ ہاں جان بھی لو گی تو مجھے نہیں لگتا کہ کوئی فائدہ ہو گا تو چھوڑو رہنے دو" سالم لاپرواہی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

" اے چھوڑ میری ماں کا ہاتھ تو جانتا نہیں ہے مجھے تیرے جیسوں کو تو میں سیکنڈ میں غائب کرادو "اشعر اس سارے معاملے میں پہلی بار غصے سے بولا تھا۔

اشعر کی بات سن کر سالم اتنی زور سے ہنسا کے اس کی آواز کی کھنک سے ہر طرف سکوت چھا گیا ایک آواز تھی تو بس اس کی ہنسی کی

سِلاح اپنے باپ کے ساتھ لپٹی اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو اجنبی اچانک اس کا محافظ بن کے آیا تھا

"ہاہاہاہاہا اچھا اچھا تو تم مجھے غائب کرواؤ گے اچھا چلو کرواؤ مجھے غائب تمہارے سامنے کھڑا ہوں کرواؤ مجھے غائب اب کروا نہیں رہے کرواؤ نہ غائب مجھے "وہ اشعر کو دھکا دیتے ہوئے اتنی زور سے بولا کے وہاں پہ موجود تمام نفوس اس کی آواز کے رعب سے کانپ گئے تھے۔

سمیہ بیگم خود کو کمپوز کرتی ہوئی آگے بڑھیں "اے خبر دار جو میرے بیٹے کو ہاتھ لگایا تو لو سِلاح بی بی آگیا ہے تمہارا عاشق "سِلاح کو دیکھ کے برے الفاظ استعمال کرنے لگی جب سالم نے انہیں ٹوک دیا۔

" اسے غلط بات نہ کرو میرے بارے میں اور ان کی بیٹی کے بارے میں ایسا کچھ نہیں ہے" وہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"کرتوتیں دیکھو اپنی کر لینا اسی سے شادی جا رہے ہیں ہم لوگ چلو بیٹا" وہ نحوست زدہ لہجے میں بولی۔

"دیکھیں میں بیٹی کا باپ ہوں یہ سب کچھ بہت مشکل ہے میرے لیے یہ تو بس مجھے گھر تک چھوڑنے آئے تھے بیٹا آپ چلے جاؤ آپ کی بہت مہربانی مجھے گھر تک چھوڑنے آئے" سِلاح کے بابا نڈھال سے بولے۔

" اسے کیوں بھیج رہے ہو اسے تو تم اپنے ساتھ لے کے آئے ہو ہمیں بے عزت کروانے کے لیے اسے بٹھاؤ اپنے پاس کھانا شانا کھلاؤ   ہم ہی چلے جاتے ہیں چل بیٹا "اشعر کا ہاتھ تھام کے جانے لگی

" مگر امی "اشعر ان کو روکنے لگا۔جب سمیہ بیگم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے چپ کروا دیا اور غصے سے بولی۔

" ۔اگر مگر کچھ نہیں جو میں نے کہا ہے نہ وہی کرو چلو"

" دیکھیں بہن میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں میری بچی کی اگر بارات واپس چلی گئی تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا میں آپ کے پاؤں پکڑتا ہوں ایسا نہ کریں بس بارات واپس نہ لے کے جائیں میں آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہوں آپکی شرطیں پوری کرنے کے لیے ہی تو یہاں پہنچا ہوں "سِلاح کے بابا نے ان کے سامنے جھک کے ہاتھ جوڑ لئے

جب سِلاح نے فوراً اپنے بابا کے ہاتھ پکڑے اور کہا بابا ایسے نہ کریں اور اپنے بابا کے گلے لگ کے رونے لگی۔

" ایک سے بڑھ کے ایک رشتہ آتا تھا میرے بیٹے کے لیے وہ تو مجھے تمہارے سفید بالوں کا خیال آ گیا جو تمہاری اس بیٹی کو میں اپنی بہو بنانے کے لیے تیار ہو گئی اور لڑکی دیکھ لینا تم ان دیواروں کے ساتھ سر ٹکرا ٹکرا کر مر جاؤں کوئی نہیں اپنائے گا تجھے کوئی نہیں کرے گا اس سے شادی گی کوئی بھی نہیں "وہ ہاتھ نا چاتی ہوئی نفرت آمیز لہجے میں بولی۔

" میں اپناؤں گا اسے بابا میں کروں گا تمہاری بیٹی سے شادی "سالم شاہ جو کب سے تماشائی بنے یہ تماشا دیکھ رہا تھا بول اٹھا۔

" یہ کرے گا اس سے شادی واقعی یہ اسی کے قابل تھی اور لڑکی تیرے جیسی اس جیسے کے ساتھ ہی شادی کرتی ہیں اور تم نوازالدین کر دینا اپنی بیٹی کی اسی کے ساتھ شادی اسی کے قابل ہے یہ ہم شریف لوگوں کے قابل نہیں"

"ہاہاہاہا شریف دیکھو بھئی دیکھو ایسے ہوتے ہیں شریف یو آر سو فنی آنٹی" سالم ہنستے ہوئے استہزا یہ لہجے میں بولا۔

" ہنہ چلو بیٹا ہمیں نہیں رکنا یہاں" سمیہ بیگم تن فن کرتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

تبھی نوازالدین کے صاحب کے دل میں درد اٹھا اور وہ نڈھال ہو کر زمین پر گر گے سب بھاگ کر ان کی طرف بڑھے۔اشعر کی بہن جواب بھی وہیں موجود تھی موقع کا فائدہ اٹھا کے نوازالدین کے ہاتھ سے گرے ہوئے دو لاکھ روپے اٹھا کر وہاں سے بھاگ گئی۔

" - بابا اٹھے نا کیا ہوا ہے آپ کو کوئی پانی لے کے آؤ بابا اٹھیں کیا ہوا ہے" سِلاح مسلسل روتے ہوئے اپنے بابا کو پکار رہی تھی

حشمت صاحب اور ایک دو اور مرد نوازالدین کو اٹھا کے کمرے میں لے گئے

۔سالم نشے کی حالت میں تھا اب وہ مزید غنودگی میں جارہا تھا۔تو وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔

" حشمت میں چاہتا ہوں تم اور رضیاء بہن مل کر میری بیٹی کو رخصت کروادو میری زندگی پر بڑا احسان ہو گا تم لوگوں کا"

" نوازالدین وہ میری بھی بیٹی ہے اللہ سب بہتر کرے گا تم اپنی طبیعت کا خیال رکھو" حشمت صاحب اسے تسلی دیتے ہوئے بولے۔

"اللہ تمہارا بھلا کرے حشمت"

"بیٹیوں کے معاملے میں اللہ تعالی خود مدد کرتا ہے تم فکر نا کرو تم بس اپنا خیال رکھو میں ہوں نا" حشمت صاحب نے نوازالدین کو مطمئن کیا۔

"اللہ تمہارا بھلا کرے گا" نوازالدین مشکور ہوئے

"ہاں تم آرام کرو میں ابھی باہر سارے انتظامات دیکھ کے آتا ہوں" یہ کہہ کے حشمت صاحب باہر چلے گئے۔

"کیوں رو رہی ہو صبر کرو میرا بچہ تمہاری رخصتی ہو جائے دیکھ لینا میں صبح تک بالکل

ٹھیک ہو جاؤں گا نا رو بیٹا میں ٹھیک ہو جاؤں گا"

لیکن سِلاح مسلسل روئے جا رہی تھی اس نے اپنے بابا کے سر پر بوسہ دیا اور دل میں سوچا کہ "بابا آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گی آپ جہاں کہیں گے وہاں شادی کر لوں گی بس ایک بار ٹھیک ہو جائے یا اللہ میرے بابا کو ٹھیک کر دو" اور پھر رونے لگی

حشمت صاحب مولوی صاحب کے ساتھ سالم کے پاس آئے جو ہنوز ابھی تک ویسے ہی زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔

"بیٹا آپ مجھے کسی اچھے گھرانے کے لگتے ہیں کیا آپ واقعی ہی ہماری بیٹی سے شادی کریں گے" حشمت صاحب نے سالم سے پوچھا۔

"ہاں کروں گا جب ایک بار بول دیا کہ کروں گا تو ہاں کروں گا" سالم غنودگی کے عالم میں ہی بولا۔

"چلیے آئے پھر نکاح شروع کرتے ہیں" مولوی صاحب بولے۔

سِلاح اپنے بابا کے پاس ہی کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی جب مولوی صاحب کمرے میں نکاح کے لیے آئے۔

حشمت صاحب نے آکہ سِلاح کے سر پہ ہاتھ رکھا اور بولے "بیٹا مولوی صاحب نکاح کے لیے آئے ہیں کیا آپ تیار ہو"۔

سِلاح نے نظر اٹھا کے اپنے بابا کی طرف دیکھا اور بولی "جی انکل میں تیار ہوں"

حشمت صاحب نے مولوی صاحب کی طرف دیکھا اور بولے "مولوی صاحب نکاح شروع کریں "تو مولوی سحاب نے نکاح پڑھانا شروع کیا۔

"سِلاح بنتِ نوازالدین آپ کا نکاح حمد سالم شاہ ولد اسفندیار شاہ کے ساتھ بالعوض حق مہر دس لاکھ روپے سکہ راج الوقت پڑھایا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے۔"

سِلاح نے نظر اٹھا کہ اپنے بابا کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں اور اپنے سارے آنسو اپنے دل میں اتارے اور بولی "جی ہاں قبول ہے"

مولوی صاحب نے تین بار اپنے یہ الفاظ دوہرائے اور اس نے تین بار ہاں میں جواب دیا۔

سب نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور مولوی صاحب نے اپنا رخ سالم شاہ کی طرف موڑا اور بولے "سالم شاہ ولد اسفندیار شاہ آپ کا نکاح سِلاح بنت نوازالدین

کے ساتھ بلعوض 10 لاکھ روپے حق مہر سکہ راج الوقت پڑھایا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے"

سالم شاہ نے نظر اٹھا کہ سِلاح کی طرف دیکھا اور بولا "جی ہاں قبول ہے"

سب نے ایک دوسرے کو نکاح کی مبارک باد دی اور حشمت صاحب نواز الدین کے پاس گئے اور خوشی سے بولے "دیکھو آج تمہاری بیٹی اپنے گھر کی ہو گئی ہے اب تم بالکل فکر مت کرنا "

نواز الدین مسکرائے اور سِلاح کے سر پہ ہاتھ رکھا اور بولے "بیٹا میں آج بہت خوش ہوں آج میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے تمہاری ماں بھی خوش ہو رہی ہو گی "

سِلاح اپنے بابا کے گلے لگ کے رونے لگی۔

"نہیں میرا بچہ اب رونا نہیں اب خوشیاں ہی خوشیاں ہو گی تمہاری زندگی میں" انہوں نے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

نواز الدین نے پاس کھڑی سِلاح کی دوستوں سے بولا "بیٹیوں اسے لے کے جاؤ اور اس کو سجاؤ سنوارو اس نے کیا حال بنا لیا ہے اپنا رو رو کے۔ جاؤ بیٹا ان کے ساتھ اپنا حلیہ

درست کرو میں بالکل ٹھیک ہوں میری فکر مت کرو جاؤ"

"نہیں بابا میں آپ کے پاس سے کہیں نہیں جاؤں گی "وہ ضدی لہجے میں بولی۔

ارے میرا بیٹا میری جان میں بالکل ٹھیک ہوں آپ جاؤ میری بات مان لو میرا پیارا بیٹا

"نوازالدین پیار سے پچکارتے ہوئے بولے

سِلاح کی دوستوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے زبردستی اپنے ساتھ

دوسرے کمرے میں لے گئی رضیا بیگم بھی ان کے ساتھ ہی تھی۔

اس کو لا کے بیڈ پر بٹھایا اور صائمہ بولی "یار سِلاح تیری تو قسمت کھل گئی لڑکا خوابوں کا

شہزادہ لگتا ہے کیا لڑکا ہے یار کاش مجھے بھی کوئی ایسا ملے گھڑی دیکھی تو نے اس کی کیا

چمک رہی تھی "اور پاس کھڑی آمنہ فوراً بولی "اور ہاں صائمہ یار اتنی بڑی گاڑی میں آیا

ہے مجھے تو کوئی امیر زادہ لگتا ہے ویسے کہاں سے لے کر آئے تھے تیرے ابا اسے "

"میں نہیں جانتی کون ہے کہاں سے آیا ہے "سِلاح کھوئی کھوئی سی بولی۔

"زیادہ بننے کی ضرورت نہیں ہے سِلاح تم ہو ہی ایسی کوئی بھی دیکھ کے اپنا ہوش کھو

بیٹھے ویسے ان کی چال سے لگ رہا تھا کہ وہ پہلی نظر میں ہی اپنے ہوش کھو بیٹھے ہیں کوئی

پیار کا چکر تھا کیا" صائمہ ہنستے ہوئے بولی۔

"یہ کوئی حسن اور عشق کا معاملہ نہیں وہ میرے لئے ایک اجنبی ہیں بس اس سے زیادہ میں نہیں جانتی انہیں" سِلاح پریشان سی بولی۔

"ارے بیٹا تیرے بابا ہوش میں ہوتے تو انہی سے پوچھ لیتے ہم" رضیا بیگم بھی پیار سے بولیں۔

"لیکن خالہ ایسے کوئی کسی کے ساتھ کیسے آ کے نکاح کر سکتا ہے ذرا سوچیں" آمنہ پر تجسس ہو کے بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"سوچنا کیا ہے قدرت کے فیصلے کبھی ایسے بھی ہو جاتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ نے کوئی فرشتہ بھیج دیا ہماری سِلاح کے لیے ورنہ سمیہ بیگم اور اس کے بیٹے نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی ہماری عزت کو خاک میں ملانے کی" رضیہ بیگم غم اور غصے سے بولیں

میں ذرا بابا کو دیکھ لو سِلاح وہاں سے اٹھ کے دوبارہ اپنے بابا کے پاس آئی ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

اسی وقت رضیہ بیگم کے ساتھ سالم شاہ کمرے میں داخل ہوا۔

"نواز بھائی دیکھیے بچہ آپ سے ملنے آیا ہے" رضیہ بیگم نے نوازالدین کو مخاطب کیا۔

نوازالدین نیم بیہوشی میں تھے بس سر ہی ہلا سکے۔

" کیا حال ہے بابا" سالم نے ان سے پوچھا۔

نوازالدین صاحب کی بجائے رضیا بیگم نے جواب دیا "اب ٹھیک ہیں ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ صبح تک بالکل ٹھیک ہو جائیں گے خطرے کی کوئی بات نہیں"

رضیہ بیگم کے بتانے پر اس نے سر کو ہلکا سا خم دیا اور بولا " چلیں ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں"

سالم جانے لگا جب رضیا بیگم نے اسے روکا۔

"ارے کہاں جا رہے ہو بیٹا "

"اپنے گھر" سالم نے جواب دیا

"تو بیٹا گھر اپنی دلہن کو لے کے نہیں جاؤ گے تم"

"دلہن کو کہاں لے کے جاوں گا میں" اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"بیٹا سِلاح تمہاری دلہن ہے اس کے ساتھ تمہارا نکاح ہوا ہے" رضیہ بیگم اُسے یاد دلاتی ہوئی بولیں۔ جس پر سالم فوراً بولا۔

"جی وہ تو ہوا ہے لیکن میں پورے 40 گھنٹے سے جاگ رہا ہوں پورا دن پوری رات۔ اور پھر ان کو ہسپتال لے کے گیا ہوں۔ میں تھک گیا ہوں۔ مجھے جانا ہے اب "سالم تھکاوٹ اور لڑکھڑاتے لہجے میں بولا۔

"ارے بیٹا یہی رک جاؤ تم اس گھر کے داماد ہو یہ تمہارا ہی گھر ہے بیٹا" رضیہ بیگم پیار سے بولیں۔

رضیہ بیگم کی بات پر بنا کچھ کہے آنکھیں مسلتے ہوئے سِلاح سے مخاطب ہوا "دلہن اٹھو مجھے نیند آرہی ہے" سالم کے اس طرح بے تکلفی سے بلانے پر سِلاح نے پہلے سالم اور پھر رضیہ بیگم کی طرف دیکھا۔ جب رضیا بیگم اسے پیار سے پچکارتی ہوئی بولیں۔

"جاؤ بیٹا اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ یہ اب تمہارا شوہر ہے" وہ سِلاح کی ہچکچاہٹ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سمجھ رہی تھی۔

"میں بابا کو اس حالت میں چھوڑ کے نہیں جا سکتی" سِلاح پریشان سی بولی۔ سِلاح کے ناں ماننے پر رضیہ بیگم اسے سمجھانے لگی۔ سالم جس سے وہاں کھڑے رہنا مشکل ہو رہا تھا اکتاہٹ سے بولا۔

"جلدی کریں میں بہت تھک گیا ہوں" سِلاح نے اس کی آواز کا بھاری پن صاف محسوس کیا تھا۔

"بابا" اس نے اپنے باپ کو بلایا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بیٹا اللہ نے میری مشکل آسان کر دی ہے تم فکر مت کرو میں ٹھیک ہوں تم جاؤ" نواز الدین سِلاح کے سر پہ ہاتھ رکھ کے بولے۔

"جاؤ بیٹا ہم ہیں تمہارے بابا کے پاس ہم ان کا خیال رکھیں گے" رضیہ بیگم پیار سے بولی

۔

"جی خالہ بابا کا خیال رکھیے گا میں جاتی ہوں" وہ آنسو صاف کرتی ہوئی اٹھی۔ سِلاح کے مان جانے پر رضیہ بیگم نے شکر ادا کیا۔

"ٹھیک ہے بیٹا تم فکر مت کرو" انہوں نے اسے تسلی دی۔

____ *************

سِلاح سالم کو لے کر اپنے کمرے میں آئی۔وہ جا کے بیڈ پہ بیٹھ گیا اور اُس کو بھی اپنے پاس بٹھالیا۔سِلاح ہچکچاتی ہوئی اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

"کتنی خوبصورت ہو نہ تم" وہ سِلاح کو غور سے دیکھتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا۔سِلاح نے اُس کی آواز کا بھاری پن محسوس کیا تھا۔

یہ وہ لمحہ تھا جب پہلی بار اس کے دل میں کسی مرد کے لئے جذبات پیدا ہوئے اس کی ایک بیٹ مس ہوئی۔دل الگ ہی لے میں دھڑکنے لگا۔

اس نے شرم سے اپنی نظریں جھکا لیں تھی۔

اور خود کو کمپوز کرتی ہوئی بولی "آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی"۔یہ سوال کب سے اس کے دماغ میں گردش کر رہا تھا۔

"میں نے تم سے شادی اسے لیے کی کہ وہ میں دراصل" اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھ کر سوچنے لگا لیکن پھر کچھ سمجھ ناں آنے پر بولا۔"پتا نہیں آئی ڈونٹ نو"۔

سِلاح نے نظریں اٹھا کے حیرانگی سے اسے دیکھا اور بولی "خالہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں آپ میرے لئے رحمت کا فرشتہ بن کے آئے ہیں"

سِلاح کے فرشتہ کہنے پر وہ زور سے ہنسنے لگا اور اس کی یادوں کے پردے میں ایک چہرہ نمودار ہوا جو اُسے کہہ رہا تھا" گھٹیا ہو تم دونوں شیطان ہو۔ تم دونوں کا باپ مرتے مرتے تم دونوں کو میرے لئے عذاب بنا کے چھوڑ گیا ہے"

"فرشتہ نہیں ہوں میں۔" وہ اُس کی طرف دیکھنے لگا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ "اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو جاؤ میری ماں سے جا کے پوچھ لو۔ نہیں نہیں ماں نہیں ہے وہ میری وہ میرا باپ تھا ناں اس نے اس سے نکاح کر لیا تو اب بس ماں کہنا پڑتا ہے" بہت دکھ سے استہزائیہ لہجے میں بولا۔ اس کی آنکھوں میں چھپا درد صاف نظر آرہا تھا۔

"عذاب ہوں میں" اس کے لہجے میں چھپا درد سِلاح کو صاف محسوس ہوا تھا۔

"پلیز ایسے نہ کہیں ہمارے یہاں شوہر کو مجازی خدا کہتے ہیں" وہ تڑپ کے بولی۔

"ہاہاہا کیا میں زندہ ہوں" اپنے چہرے پہ تھپڑ مار کے دیکھنے لگا۔

"جی کیا مطلب" وہ نا سمجھی سے بولی۔

"مطلب کے میں کہیں مر تو نہیں گیا مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ یہ جو گھر ہے۔ گھر نہیں ہے۔ یہ جگہ جو ہے وہ جنت ہے اور تم ایک حور ہو "اُس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے ہنوزا سے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

سِلاح کی نظریں پل بھر میں جھکی تھیں اور دل میں ایک الگ ہی جز باتوں کا طوفان اٹھ رہا تھا جیسے وہ کوئی نام نہیں دے پا رہی تھی۔ جذبات میں بہہ کے اس نے بے اختیاری میں اپنا ہاتھ سالم کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔

"تمہاری آنکھیں حوروں جیسی۔ تمہارے بال حوروں جیسے۔ بہت زیادہ خوبصورت ہو تم. حور جنت کی حور ہو تم" سالم اسے بولتے بولتے وہیں تکیے پہ سر رکھ کے سو گیا۔

سِلاح نے مسکرا کے اُس کی طرف دیکھا وہ ایسے اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے سویا ہوا کوئی معصوم سا بچہ لگ رہا تھا۔ وہ واقعی اتنا شاندار مرد تھا کہ کسی لڑکی کا بھی انتخاب ہو سکتا تھا۔ اُس کو اپنی قسمت پہ رشک محسوس ہوا۔ کہ اس کے رب نے اس کے لئے بہترین سوچ رکھا تھا۔ لیکن سِلاح کو تجسس ہوا تھا اس کی آنکھوں میں لکھے ہوئے درد کو جاننے کا۔ حمد سالم شاہ سِلاح کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا۔ جواب اس کا

مجازی خدا تھا تو اس کے بارے میں جاننا تو اس کا حق تھا۔

سِلاح نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا اور اسے آرام دہ حالت میں لیٹا کے چینج کرنے گئی اور وضو کر کے شکرانے کے نوافل ادا کیئے۔اس کے رب کا اس پہ اتنا کرم تھا تو وہ شکرانہ کیوں نہ ادا کرتی اس رب کائنات کا۔ 😍

****

اور پیڑوں سے گرے سُوکھے پتے

اُس قدموں کے تلے آ کر چلا رہے ہوں

لیکن وہ اُن کی چیخوں کو نظر انداز کرتی

چلتی جا رہی ہو،اور چلتے چلتے

اُس روشنی کے بہت قریب پہنچ جاتی ہو

لیکن یہ کیا...یہ تو اک بہت بوسیدہ سا

لکڑی کا بنا اک جھونپڑا ہے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جس کے کواڑوں سے روشنی چھَن چھَن کر باہر آ رہی ہے

اور جھونپڑے کے کواڑوں سے

رَات کی تیز بارش سے گیلے فرش پر

پڑا دیا بے خبر سُلگ رہا ہے

جیسے اس بدن سُلگ رہا ہو

آخری دَم پہ پھَڑ پھَڑا رہا ہو

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Poetry|Interviews

اور پھر اُسی ثانیے میں اِک ہیولا سا اُبھرے

اوراندر کسی کو سوچ کر ہی خوف سے

اُلٹے قدموں پیچھے ہٹتی چلی گئی

صبح تہجد کے وقت سِلاح کی آنکھ اس خواب سے کھلی تھی ۔اس کا پورا جسم خوف کی وجہ سے پسینے سے شرابور تھا اس نے فوراً آیت الکرسی پڑھی۔اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا عجیب خواب تھا۔جب خواب کا اثر زائل ہوا تو اس کی نظر سب سے پہلے سالم پر گئی۔جو گہری نیند میں تھا اسے دیکھ کے اُس کے ہونٹوں کو مسکراہٹ چھو گئی۔

وہ اٹھی تہجد کے نفل ادا کیے اور سب کچھ بہتری کی دعا مانگی اور اپنے بابا کے کمرے میں چلی گئی۔اس کے بابا ابھی تک ویسے ہی سو رہے تھے۔پہلے اس کا دل کیا کہ جا کے انہیں اٹھا لے لیکن ان کی طبیعت کا سوچ کے پھر رک گئی۔اسی وقت فجر کی اذان کی آواز سنائی دی وہ واپس پلٹی اور اپنے کمرے میں آگئی اور فجر کی نماز ادا کی۔پھر قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگی۔یہ اس کے روز کا معمول تھا۔پہلے تہجد پڑھتی اپنے رب سے ڈھیر ساری باتیں کرتی اور پھر فجر کی نماز پڑھ کے طلوع آفتاب تک قرآن پاک کی تلاوت کرتی۔آج بھی وہ اپنے معمول کے مطابق قرآن پاک پڑھ رہی تھی۔ جب طلوع آفتاب کے بعد ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔اس نے قرآن پاک بند کیا اپنی جگہ پر رکھا اور باہر آئی دروازہ دوبارہ کھٹکا۔

"جی کون ہے"اُس نے پوچھا

"وہ باجی اندر سے سامان اٹھانا تھا ہم نے" کیٹرنگ والا بولا

"ٹھیک ہے"اُس نے آگے بڑھ کے دروازہ کھولا "جی آئیں اٹھا لیں اپنا سامان"

"یہ بل ہے جی بقایا باقی پیمنٹ تو آپ کے والد صاحب نے کر دی تھی یہ بقایا پیسے ہیں یہ دے دیں ہمیں"بل دیکھ کے وہ پریشان ہو گئی۔

"باہر سے دیگیں تو ہم نے اٹھالی ہیں اور باقی جو اندر کا سامان ہے آپ اجازت دیں تو اٹھالیں "

"ہاں جی جی آپ اٹھالے" وہ کیٹرنگ والے کی آواز سے اپنی سوچوں کے گھیرے سے باہر آئی۔

"اوئے راشد اور لیاقت جلدی آؤ آ کے یہ سارا سامان اٹھا کے لے جاؤ" کیٹرنگ والے نے ہانک لگائی۔

"یا اللہ پتہ نہیں بابا کل پیسے لائے کہ نہیں لائے ہاتھ میں تو ان کے کچھ بھی نہیں تھا " وہ دل میں سوچنے لگی۔

"باجی ذرا جلدی کریں ہمارے پاس اتنا ٹائم نہیں آپ پیسے لا دے ہمیں۔" کیٹرنگ والا سامان سمیٹتے ہوئے بولا۔

"جی اچھا رکیں میں ابھی لا کے دیتی ہوں" وہ اتنا کہہ کے اندر اپنے بابا کے پاس گئی۔

اس کے بابا ویسے ہی سوئے ہوئے تھے۔

"بابا وہ باہر کیٹرنگ والا آیا ہے پیسے مانگ رہا ہے" سِلاح نے اپنے بابا کو ہلایا لیکن وہ کچھ

بھی نہیں بولے۔

"بابا اٹھیں بابا اٹھ کیوں نہیں رہے"لیکن دوسری طرف ہنوز خاموشی تھی سِلاح کی دھڑکن ایک دم تھمی۔

اس نے اپنے بابا کو زور سے ہلایا "بابا اٹھ کیوں نہیں رہے"لیکن اس کے بابا نا اٹھے اور نا نہیں اٹھنا تھا۔

اس نے ہمت جمع کر کے اپنے باپ کی نبض چیک کی ان کا جسم بالکل ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

سِلاح کی اپنے قدموں پر کھڑا رہنے کی ہمت نا رہی وہ اُدھر ہی گر گئی۔

"نہیں بابا نہیں آپ ایسا نہیں کر سکتے بابا مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتے بابا میں کیا کروں گی۔آپ کے بغیر میرا کوئی نہیں ہے اس دنیا میں آپ کے علاوہ"وہ اتنا شدت سے چیخ کر رو رہی تھی۔اس کا سائبان اس کا سایہ اس کے سر سے چھین گیا تھا۔آج وہ بالکل بے آسرا ہو گئی تھی۔

سِلاح کی رونے کی آواز سن کے رضیہ بیگم فوراً ان کے گھر آئی اور سامنے کا منظر دیکھ کہ ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔سِلاح بری طرح رو رہی تھی اور اپنے بابا کو

چیخ چیخ کے بلا رہی تھی" بابا پلیز مت جائے مجھے چھوڑ کے میں کیا کروں گی میں کہاں جاؤں گی آپ کے علاوہ میرا کوئی نہیں تھا اس دنیا میں آپ ہی تو میرا سہارا تھے جنہوں نے اس دنیا کی بری نظروں سے مجھے بچا کے رکھا تھا اب کون میرا سائبان بنے گا کون میرا سایہ بنے گا بابا پلیز ایسا مت کریں میرے ساتھ"اُس کی آواز میں اتنا درد تھا کہ اس کا درد محسوس کر کے رضیہ بیگم کا دل پھٹنے کو آگیا۔ رضیا بیگم آگے بڑھی اور اُس کو اپنے سینے میں چھپا لیا اور اسے چُپ کروانے لگیں۔

"خالہ خالہ دیکھیں نہ بابا ایسے کیسے کر سکتے ہیں میرے ساتھ وہ تو جانتے تھے نہ کہ ان کے علاوہ میرا کوئی نہیں ماما بھی مجھے چھوڑ کے چلی گئی اور اب بابا بابا کے علاوہ کون تھا میرا وہ تو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے نہ وہ کہتے تھے میں تمہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤں گا کبھی تمہارے اوپر برا سایہ نہیں پڑنے دوں گا تو اب کیسے مجھے چھوڑ کے چلے گئے اب اس دنیا کی سرد و گرم دھوپ سے کون بچائے گا نہیں بابا پلیز نہیں میں آپ کے بغیر نہیں رہ پاؤں گی یا اللہ پلیز میرے بابا کو بھیج دیں"اُس کی حالت سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔

شور کی آواز سے سالم کی آنکھ کھلی۔وہ آنکھیں مسلتا ہوا اُٹھ کے بیٹھا۔اور ارد گرد دیکھنے

لگا کے وہ کہاں ہے۔اِسی دوران باہر سے پھر رونے کی آواز آئی وہ اٹھا اور باہر کی طرف بڑھا۔

"بابا اُٹھیں نا دیکھیں میرے ہاتھوں پہ مہندی لگی ہے آپ کے کتنے ارمان تھے میرے ہاتھوں پر مہندی لگی دیکھنے کے دیکھیں نا کتنا اچھا رنگ آیا ہے بابا آنکھیں کھولیں خدا کا واسطہ ہے میں کیا کروں گی یا اللہ" وہ کسی صورت بھی سنبھل نہیں پا رہی تھی رضیہ بیگم اس کو سنبھال رہی تھی جب ان کی نظر باہر کھڑے سالم پر پڑی جو باہر کھڑا سب دیکھ رہا تھا سِلاح کی پشت تھی اُس کی طرف اس لیے نا سِلاح سالم کو دیکھ سکی اور نا وہ اُسے دیکھ سکا۔رضیہ بیگم اٹھ کے سالم کے پاس آئیں۔

"کیا ہوا اس لڑکی کو یہ رو کیوں رہی ہے" سالم نے رضیہ بیگم سے پوچھا۔

"اس کا باپ مر گیا ہے نواز الدین بھائی اب اس دنیا میں نہیں رہے۔اس کا باپ ہی اس کا سب کچھ تھا اب یہ سہارا بھی اس سے چھن گیا" رضیہ بیگم نے اسے روتے ہوئے بتایا ۔سالم نے افسوس اور دکھ سے سِلاح کی پشت کو دیکھا اور پھر اپنی جیب سے کچھ پیسے نکال کر ان کی طرف بڑھائے۔

"یہ پیسے اس لڑکی کو دے دیجئے گا"

رضیا بیگم حیرانی سے اپنی ہاتھوں میں رکھے ہوئے پیسوں کو دیکھتے ہوئے بولی "بیٹا اس سے تمہارا نکاح ہوا ہے بیوی ہے وہ تمہاری"

سالم کے جاتے ہوئے قدم وہی تھم گئے وہ حیرانی سے مڑا اور بولا "کب"

"رات کو" رضیا بیگم شاک کی کفیت میں بولیں۔

"کس سے" وہ اپنی حیرانی پر قابو پاتا ہوا بولا۔

"سِلاح سے۔ تمہاری بیوی ہے یہ"

سالم نے آنکھیں بند کیں اور ہوا میں سانس خارج کیا اور خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں ہے"

رضیا بیگم دکھ سے بولی "اسے ابھی ابھی اتنا بڑا صدمہ ملا ہے ایسا نہ کرو بیٹا"

"میں نے کہا نا مجھے کچھ یاد نہیں ہے" وہ غصے سے کہہ کے وہاں سے چلا گیا۔

"ارے بیٹا رک جاؤ خدا کے لئے" رضیہ بیگم پیچھے سے روتی ہوئی اُسے پکارتی رہی لیکن وہ جا چکا تھا۔

****

"نگینہ میرے کمرے میں میرا بیگ پڑا ہوا ہے جلدی لے کے آو میں لیٹ ہو رہی ہو"

"جی بی بی جی ابھی لے کے آئی"

یہ منظر تھا شاہ ولا کا۔یہ محل نما شاہ ولا اس گھر میں رہنے والے مکینوں کی شاندار انداز و اطوار کی عکاسی کر رہا تھا۔ایک ایک چیز اپنی شاندار مالیت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔یہ ولا اسفندیار شاہ کے والد نے بہت محبت سے بنایا تھا ایک وقت تھا جب یہاں پہ خوشیوں کی قلقاریاں گونجا کرتی تھی۔یہاں پر ایک خوشحال خاندان آباد تھا لیکن کچھ سال پہلے طوفان کی ایک لہر چلی اور اپنے ساتھ سب کچھ اڑا کر لے گی اس گھر کی خوشیاں سکون سب کچھ۔اب اس گھر میں تین نفوس آباد تھے جو ایک دوسرے سے لاتعلق اپنی اپنی زندگی میں مگن تھے۔ایک حمد سالم شاہ،اس کی بہن ہیرا شاہ اور صبیحہ بیگم اسفندیار شاہ کی دوسری بیوی۔

"نگینہ کہاں رہ گئی ہو جلدی آؤ مجھے لیٹ ہو رہا ہے پارٹی میں جانے کے لیے"صبیحہ بیگم نے غصے سے نگینہ کو پکارا۔

"جی بی بی جی لے آئی یہ ہے آپ کا بیگ" نگینہ بھاگتی ہوئی آئی اور بیگ صبیحہ بیگم کو دیا۔

"ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں رات کو شاید لیٹ ہو جاؤں بیک یارڈ میں جو کام کروایا جا رہا ہے اس کی نگرانی تم کرنا خود۔ کیونکہ مجھے دوسرے ملازموں پر کوئی بھروسہ نہیں سارے کام چور ہیں"

"جی بی بی جی آپ فکر مت کریں میں سب کچھ دیکھ لوں گی"

صبیحہ بیگم جا رہی تھی جب سالم اندر داخل ہوا۔

"آ گئے مل گیا وقت گھر آنے کا" صبیحہ بیگم نے مصروف سے انداز میں پوچھا۔

سالم نے ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے الٹا ان سے سوال کر دیا "ہیرا کہاں ہے نظر نہیں آ رہی"

"مجھے نہیں بتا کر گئی مجھ سے کون سا پوچھ کے آتی جاتی ہے وہ کہیں۔ گئی ہو گی اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ ویسے تم اس کے بھائی ہو تمہیں پتہ ہونا چاہئے کہ تمہاری بہن کہاں جا رہی ہے" صبیحہ بیگم طنز کرتی ہوئی بولی۔

"کتنی دفعہ کہا ہے میں نے کہ وہ لڑکا ٹھیک نہیں ہے سمجھاتی کیوں نہیں ہیں آپ اُسے

"سالم اُن کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا

وہ کس کس کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے آئی ڈونٹ کیئر "صبیحہ بیگم لاپرواہی سے بولیں۔

"واٹ میرے باپ کی دوسری بیوی ہیں آپ۔ بابا آپ کو گھر میں صرف اس لئے لائے تھے کہ آپ ان کے بچوں کو دیکھیں سنبھالیں۔ کہیں بھول تو نہیں گئی آپ ہاں ۔گورنس تھی نہ آپ ہماری "سالم جتاتے ہوئے بولا

"تم مانو یانہ مانو اب میں مسیز اسفندیار شاہ ہوں تمہاری دوسری ماں "صبیحہ بیگم مسکرا کے استہزا یہ لہجے میں بولیں۔

"جانتا ہوں میری دوسری ماں اور میری ماں کی سوتن اسی غم کی وجہ سے میری ماں یہ دنیا چھوڑ کے چلی گئی اور اس گلٹ کی وجہ سے میرے بابا۔اور اِس سب کی ذمہ دار صرف اور صرف آپ ہیں سمجھیں "سالم ہنوز غصے میں بولا۔

"لگتا ہے رات کی اتری نہیں ہے ابھی۔ابھی بھی نشے میں لگتے ہو "صبیحہ بیگم طنزیہ

مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں ابھی باقی ہے اور اسی کی کسر پوری کر رہا ہوں میں۔میری ماں کی جگہ کوئی بھی نہیں لے سکتا سمجھیں آپ" یہ کہہ کے وہ جانے لگا لیکن پھر رک کے دوبارہ بولا "اور ہاں صبیحہ بیگم آپ تو بالکل بھی نہیں" اور یہ کہہ کے غصے میں وہاں سے چلا گیا۔

اور صبیحہ بیگم پیچھے غصے میں اس کی پیٹھ کو گھورتے ہوئے رہ گئی۔

وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور جا کے باتھ روم میں شاور کھولے پانی کے نیچے کھڑا ہو گیا تا کہ پانی کے ذریعے اپنا غصہ پانی میں ہی بہا دے لیکن اس کے کانوں میں صبیحہ بیگم کے الفاظ گونج رہے تھے۔اور دوسری طرف رات کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا جب سِلاح سے اس کا نکاح ہو رہا تھا اور پھر اسے حور کہہ کے بلانا وہ سارے منظر اس کی آنکھوں کے سامنے چل رہے تھے ۔اس نے زور سے اپنا ہاتھ دیوار پہ مارا جو زخمی ہو گیا تھا۔

"یہ کیا کر دیا میں نے" وہ بار بار یہی الفاظ دہرا رہا تھا اور اتنی زور سے چیخا کے کمرے کے در و دیوار تک ہل گئی۔

وہ کافی دیر تک اپنا غبار نکالنے کے بعد باہر آیا اور چینج کر کے سلیپنگ پلز لے کے اوندھے منہ بیڈ پہ گر گیا۔وہ تھوڑی دیر کے لئے سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا۔اور ایسے لیٹے لیٹے ہی وہ ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

****

مغرب سے پہلے ہی نوازالدین صاحب کی تدفین کر دی گئ تھی۔سِلاح کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔وہ یہ صدمہ برداشت ہی نہیں کر پا رہی تھی۔اس وقت بھی وہ اپنے کمرے میں بے ہوش پڑی تھی۔تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر اسے دیکھ کے گیا تھا۔ڈاکٹر نے سختی سے تلقین کی تھی کہ اس کو زیادہ سے زیادہ آرام کرنے دیا جائے۔رضیہ بیگم نے ڈاکٹر کی بات پر عمل کرتے ہوئے کسی کو بھی کمرے میں جانے سے منع کر دیا تھا۔اور باہر کے سارے انتظامات اور لوگوں کے ساتھ افسوس وغیرہ حشمت صاحب اور ضیاء بیگم خود ہی کر رہے تھے۔

اگلے دن تہجد کے وقت سِلاح کی آنکھ کھلی۔اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔وہ اُٹھ کے بیٹھی اور اپنے چاروں طرف دیکھنے لگی۔جب کل کا سارا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئ اور پھر رونے لگی۔اسی لمحے رضیہ

بیگم کمرے میں آئی اور سِلاح کو دیکھا جو رو رہی تھی۔وہ فوراً اس کی طرف بڑھی

۔اسے اپنے ساتھ لگایا اس کے سر پر پیار کیا۔اور اسے سمجھانے لگیں۔

"بیٹا ایسے نہیں روتے وہ اللہ تعالی کی امانت تھے اللہ تعالی نے انہیں اپنے پاس بلا لیا

۔ارے ہر انسان کو ایک نہ ایک دن جانا ہے اللہ تعالی قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ

"ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے،اور ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب

کی آزمائش کر رہے ہیں آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اللہ تعالی اپنے بندے کو آزماتا ہے کبھی اس سے سب سے پیاری چیز چھین کے تو کبھی

اسے بڑی آزمائش میں ڈال کے۔کہ میرا بندہ کتنا صبر کرتا ہے۔اور میری بیٹی تو بہت

صابر ہے۔آج تک دوسروں کو صبر کی تلقین کرنے والی آج کیسے خود صبر کا دامن

چھوڑ رہی ہے۔اور تم جانتی ہو تمہارے بابا تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے

تھے تو اب انہیں کتنی تکلیف ہو رہی ہو گی۔کیا تم چاہتی ہو کہ انہیں تکلیف ہو" رضیہ

بیگم اس کو پیار سے سمجھاتی ہوئی بولیں۔

"نہیں خالہ بالکل بھی نہیں میں انہیں بالکل بھی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتی لیکن میں کیا کروں مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا میں صبر نہیں کر پا رہی میں کیا کروں خالہ میں کیا کروں" وہ روتے ہوئے ان کے گلے سے لپٹی۔

"اٹھو اور اٹھ کے وضو کرو فجر کی نماز کا وقت ہونے والا ہے اپنے رب سے مانگو اپنے رب سے اپنے لئے صبر مانگو۔اس نے اپنے بندے کے لئے ہر مشکل کے ساتھ آسانی رکھی ہے۔اگر وہ کوئی چیز آپ سے چھین لیتا ہے تو اس کے لیے آپ کو صبر بھی عطا کرتا ہے۔اٹھو میری پیاری بیٹی اپنے رب سے صبر مانگو وہ تمہارے دل کو سکون دے گا "رضیا بیگم نے پیار سے اس کے سر پر بوسہ دیا اور اسے وضو کرنے کے لئے بھیجا۔اور اٹھ کے اس کے لیے جائے نماز بچھایا۔اور خود کمرے سے باہر چلی گئی تاکہ وہ اپنے رب سے کھل کے اپنے دکھ کا اظہار کر سکے اپنے رب کے سامنے دل کھول کے رو سکے۔

وہ جب وضو کر کے آئی تو اس نے دیکھا رضیا بیگم کمرے سے جا چکی تھی۔اس نے نماز کی صورت میں دوپٹہ باندھا اور آ کے جائے نماز پر کھڑی ہو گئی۔اور تہجد کے نوافل ادا کیے۔نوافل ادا کرنے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کی آنکھوں سے آنسو زار و قطار بہنے لگے۔

" یا میرے مولا یا میرے رب کائنات آپ تو دلوں کے حال کو خوب جانتے ہیں
۔آپ جانتے ہیں کہ آپ کی بندی بہت کمزور ہے۔وہ اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔
مجھ پر اُتنا بوجھ ڈالنا جتنی مجھ میں سہنے کی سکت ہو۔میں آپ کی ناشکری نہیں کرتی یا
میرے مولا لیکن میں کیا کروں مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تو مجھے صبر عطا کر اور
میرے دل کو سکون دے دے۔میں جانتی ہوں آپ اپنے بندے کو ستر ماؤں سے
بھی زیادہ پیار کرتے ہیں اور اس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔تو یا
میرے مولا مجھ میں بھی برداشت پیدا کر دے اور مجھے صبر عطا کر اور میرے دل کو
سکون دے دے۔آپ تو میرے بیسٹ فرینڈ ہیں نا میں نے ہمیشہ اپنی چھوٹی سے
چھوٹی ہر چیز اپنا سب کچھ آپ کے ساتھ شیئر کیا ہے جب بھی مجھے کوئی تکلیف
ہوئی میں نے آپ سے شیئر کی آپ نے مجھے سکون عطا کیا۔اور میرے لئے راستہ نکالنا
۔یا میرے مولا آپ کی بندی اس وقت بہت تکلیف میں ہے اور تڑپ رہی ہے۔
جیسے دہکتے کوئلوں کی جلتی ہوئی آگ میں کسی نے پھینک دیا ہو۔یا اللہ اس جلتی ہوئی
آگ پہ اپنے رحمت کی بارش برسا دے۔یا اللہ مجھے صبر عطا فرما دے۔مجھے سکون دے
دے یا اللہ اپنا رحم فرما۔" وہ دعا میں ہاتھ اٹھائے مسلسل اپنے رب سے رو کے التجا کر

رہی تھی۔اس پروردگار سے جو سب کی سنتا ہے جب سب کے دلوں کے حال کو خوب جانتا ہے۔

اس نے اپنے رب کے حضور سجدے میں رو کے اپنا سارا غبار نکالا تو اس کے دل کو تھوڑا سکون ملا ۔اسی وقت چاروں طرف فجر کی اذان کی آواز گونجی۔اس نے فجر کی نماز ادا کی اور اپنے روز کے معمول کے مطابق قرآن پاک پڑھنے لگی۔جب اس کی آنکھوں کے سامنے سے ایک آیت گزری جس نے اسے اندر تک پر سکون کر دیا۔

✦ وَلَنَب لوَنَّکُم بِشَیۡ ءٍ مِّنَ ال خَو فِ وَال جُو عِ وَنَق صٍ مِّنَ
ال اَم وَالِ وَال اَن فُس وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِی نَ ﴿۱۵۵﴾ ۙ
الَّذِیۡ نَ اِذَآ اَصَابَت هُم مُّصِی بَۃٌ ۙ قَالُو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَی هِ
رٰجِعُو نَ ﴿۱۵۶﴾ ؕ اُولٰٓئِکَ عَلَی هِم صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِم وَرَح مَۃٌ وَ
اُولٰٓئِکَ هُمُ ال مُه تَدُو نَ ﴿۱۵۷﴾

اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور کبھی خوف سے،اور کبھی بھوک سے کبھی مال وجان اور پھلوں میں کمی کر کے۔اور جو لوگ ایسے حالات میں صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنادو۔یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں ہیں،اور رحمت ہے۔اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Kontrol|Interviews

وہ کافی دیر قرآن پاک پڑھتی رہی۔جب دل کا غبار چھٹ گیا تو اس نے قرآن پاک بند کیا اپنے سینے سے لگالیا کیوں کہ یہ واحد سہارا تھا جب بھی اسے کوئی مشکل یا پریشانی پیش آتی تو قرآن پاک کے ذریعے اپنے رب تعالیٰ سے بات کرتی تھی۔وہ اٹھی اس نے قرآن پاک اپنی جگہ پر رکھا جبھی رضیہ بیگم ناشتہ لے کر اسے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"آؤ بیٹا آ کر ناشتہ کر لو تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا آؤ شاباش بیٹھو" رضیہ بیگم نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ بیٹھ گئی تھی لیکن اس نے ابھی تک ناشتے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا رضیا بیگم نے خود اپنے ہاتھ سے نوالہ بنا کر اس کے منہ میں ڈالا۔جو بہت

مشکل سے اس نے زہر مار کیا۔انہوں نے زبردستی اسے ناشتہ کروایا۔ناشتہ کروانے کے بعد وہ اسی کے پاس ہی بیٹھی رہیں اور لفظ تلاش کرنے لگیں کہ کیسے اسے سالم کے بارے میں بتائیں۔ تبھی سِلاح کی نظر ان کی طرف اٹھی وہ ان کے منہ کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھی۔ جبھی اس نے ان کی مشکل آسان کی اور پوچھا۔

"خالہ بتائیں کیا بات ہے۔کیا بات آپ کو پریشان کر رہی ہے"

انہوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیسے اس کی طرف بڑھائے اور اس کی تھیلی پر رکھ دیے اور بتایا۔

" یہ پیسے وہ لڑکا سالم دے گیا ہے شاید اس رات کا نذرانہ دے گیا ہوں" رضیہ بیگم نے دکھ سے کہا۔سِلاح کو حیرانگی ہوئی اسے یہ بات سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کے یہ سب کیا ہے۔

"لیکن خالہ میری تو ان سے کوئی بات ہی نہیں ہوئی" اس نے پریشانی سے بتایا۔

"بیٹا بات ہوئی ہو یا نہ ہو نکاح تو ہوا ہے نا تمہارا ایک رات تو تمہارے ساتھ ایک کمرے میں رہا ہے نا۔سارے محلے کو پتہ ہے کہ تمہارا اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور صبح سب

نے اسے تمہارے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ یہ کہہ کے چلا گیا کہ اسے کچھ یاد نہیں ہے"

رضیہ بیگم کی بات سن کے سِلاح کی جیسے جان کسی نے مٹھی میں لے لی ہو۔ وہ صدمے کی کیفیت میں رضیہ بیگم کو دیکھنے لگی اس کی آنکھوں کے پپوٹوں آنسوؤں سے بھر گئے۔ اور سوچنے لگی کہ اب کونسا نیا امتحان شروع ہونے والا ہے۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور سانس ہوا میں خارج کر کے خود کو پر سکون کیا اور بولی۔

"کیا سمجھتا ہے وہ اپنے آپ کو سِلاح اگر طوائف بھی ہوتی تو ایک رات کی قیمت میں اس کی جان لے لیتی۔ اگر میں نے یہ پیسے اس کے منہ پہ نہ مارے خالہ تو میرا نام بھی سِلاح نہیں" وہ غصے سے بولی ۔جب کے دل دکھ سے پھٹ رہا تھا۔ کیونکہ سالم شاہ اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا۔ جس کے لیے اس کے دل میں جذبات جاگے تھے۔ جذباتوں کا ایک ایسا طوفان اٹھا تھا جسے شاید وہ اب کبھی نہ روک پاتی۔ لیکن وہ اس کے دل کی سلطنت کو ویران کر کے چلا گیا تھا۔ دکھ کی شدت سے اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کے اس کے پہلو میں گرا۔

"مگر بیٹا تم اسے کہاں ڈھونڈوں گی۔ کہاں ملے گا وہ تمہیں ایک اجنبی، انجان نا کوئی اتا نا

پتا۔پتا نہیں کہاں سے اٹھالائے تمہارے باباا سے۔جب نشہ اترا تو خالی بوتل کی طرح تمہیں ٹھوکر مار گیا" رضیا بیگم روہانسی ہوئی۔

"خالہ آپ جانتی ہیں میں نے اپنے نکاح کی رات ایک خواب دیکھا۔جس میں اکیلی تنہا جنگل میں ہوں۔اور میں چلتی چلی جارہی ہو سامنے سے ایک روشنی نظر آتی ہے لیکن میں جب پاس پہنچتی ہو تو وہ ایک بوسیدہ سی جھونپڑی ہوتی ہے اور وہاں ایک دیا جو چل رہاہے اور اسے دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرا میرا بدن جل رہا ہو۔میں سلگ رہی ہو۔اور اِس وقت مجھے ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔ آج مجھے احساس ہو رہا ہے کہ خواب بھی سچ ہوتے ہیں۔میرا خواب سچ ہو گیا خالہ۔میرے ساتھ بھی تو ایسا ہی ہوا ہے نا ایک روشنی ایک امید کی کرن نظر آئی۔لیکن وہ روشنی نہیں اندھیرا تھا ۔دکھوں کا تکلیف کا اندھیرا جس میں سلگ رہی ہو۔اب نہ جانے آگے کون کون سے امتحان باقی ہیں" وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کے رو دی۔

رضیا بیگم نے اسے آگے بڑھ کے گلے لگایا۔وہ بھی بالکل خاموش تھیں کیوں کہ وہ خود نہیں جانتی تھیں کہ اس معصوم لڑکی نے آگے کون کون سے طوفان دیکھنے ہیں۔

۔*********

سالم شاہ کی زندگی اپنے معمول کے مطابق چل رہی تھی۔وہ روزانہ اپنے معمول کے مطابق آفس جاتااور پھر وہاں سے کبھی دوستوں کی محفل، کبھی باڑ اور کبھی کلب چلا جاتا۔کہتے ہیں کہ انسان دکھ میں یا تواُسے اللہ کی رضا سمجھ کے اچھائی کے رستے پر چلا جاتاہے یا پھر گمراہی کی دلدل میں دھنس جاتا ہے۔سالم شاہ نے اپنے لیے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تھا۔اس نے اپنا سکون اللہ کی عبادت میں ڈھونڈنے کی بجائے ان گناہوں کے کاموں میں ڈھونڈنا چاہا۔لیکن بھلا گناہوں میں سکون آج تک کس کو ملا ہے جو اس کو ملتا۔

آج بھی وہ آفس کی میٹنگ کے لیے نکلا تھا جب اس نے راستے میں حِرا کو اس کے بوائے فرینڈ حمزہ کے ساتھ دیکھا۔

یہ منظر دیکھ کے اس کے غصے کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔لیکن آج اس کی بڑی اہم میٹنگ تھی اس لئے خود پر قابو پاتے ہوئے میٹنگ اٹینڈ کرنے کے لئے چلا گیا۔لیکن دماغ ہنوز حِرا کی طرف تھا۔وہ جلد سے جلد میٹنگ ختم کر کے گھر کی طرف لوٹا۔آتے ہی اس نے نگینہ سے پوچھا۔

"حِرا کہاں ہے"

نگینہ فوراً بولی "صاحب جی وہ تھوڑی دیر پہلے ہی آئی ہیں اور اپنے کمرے میں ہیں "

سالم بنا کوئی اور سوال کیے سیدھا حِرا کے کمرے میں گیا۔وہ جو ریلیکس سی بیڈ پر لیٹی تھی اچانک اٹھ کے بیٹھ گئی اور پوچھنے لگی۔

"بھائی آپ یہاں اچانک ایسے"

سالم بنا اس کی بات کا جواب دیئے غصے سے بولا "کتنی بار تمہیں منع کیا ہے کہ وہ لڑکا تمہارے لئے ٹھیک نہیں لیکن تمہیں میری بات سمجھ کیوں نہیں آتی"

"میں اس سے پیار کرتی ہو بھائی" حِرا نے بنا ڈر جواب دیا۔

سالم اس کے ڈھٹائی سے ایسا کہنے پر حیران رہ گیا۔لیکن پھر خود کا کمپوز کرتے ہوئے بولا

۔

"میری گڑیا تم جانتی ہو نا کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ماما بابا کے جانے کے بعد ایک تم ہی ہو تو ہو جو میرا سب کچھ ہو۔میں تمہارے لئے کبھی بھی کچھ غلط نہیں سوچوں گا۔اور نا ہی تمہارے ساتھ کچھ غلط ہوتا ہوا دیکھ سکتا ہوں۔تمہاری حفاظت میری ذمہ داری ہے۔میں کبھی نہیں چاہتا کہ کوئی بھی انسان میری بہن کے دل کے

ساتھ کھیلے۔ وہ لڑکا ٹھیک نہیں ہے تمہارے لیے۔"

"نہیں بھائی وہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ حمزہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے اور مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہے۔" حِرا نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا

سالم نے تاسف سے اپنی بہن کی طرف دیکھا۔اس نے اپنی بہن کے سامنے ہار مان لی کیوں کہ وہ جان گیا تھا کہ وہ کبھی بھی اس کی بات پہ یقین نہیں کرے گی وہ اس لڑکے کی محبت میں بہت آگے چلے گئی ہے کہ اس کے لیے بھائی کی محبت اور اس کی بات کا مان بہت پیچھے رہ گیا ہے۔اس کا دل بہت بری طرح دکھا تھا۔ لیکن وہ خود کو نارمل رکھتے ہوئے بولا

"اس سے بولو کہ اپنے گھر والوں کو لے کے آئے۔میں اس معاملے میں کوئی دیر نہیں چاہتا" سالم یہ کہہ کے رکا نہیں فوراً وہاں سے چلا گیا۔

حِرا اپنے بھائی کے اتنی جلدی مان جانے پر بہت زیادہ خوش ہوئی اور فوراً حمزہ کو کال کی ۔حمزہ کے فون اٹھاتے ہیں وہ فوراً بولی۔

"حمزہ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں بہت بڑی خوشخبری سنانی ہے تمہیں۔"

"ارے بے بی آج بہت خوش ہوں ایسی کیا خوشخبری ہے جلدی سناؤں مجھے" حمزہ پُر تجسس لہجے میں بولا۔

"نہیں وہ خوشخبری میں تمہیں مل کے سنانا چاہتی ہوں وہ خوشخبری سننے کے بعد جو خوشی تمہارے چہرے پہ آئے گی میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں" وہ پرجوش سی بولی

"اوکے اوکے ڈارلنگ فائن چلو ملتے ہیں آج شام میں۔اور ویسے بھی میں نے تم سے کتنے دنوں کا وعدہ کیا تھا کہ اپنے گھر لے کے جاؤں گا تو آج میرے گھر بھی چلیں گے" حمزہ چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ لئے بولا

"اوکے بے بی آئی ایم سو ایکسائٹڈ۔میٹ یو سون اوکے بائے" اس نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا

حمزہ نے فون کی طرف دیکھا اور خباثت سے مسکرایا۔"آخر کار مچھلی جال میں پھنس گئی جس وقت کا مجھے کب سے انتظار تھا آخر کار وہ آ ہی گیا"۔

مجھے شام کا شدت سے انتظار ہے ڈارلنگ" وہ کمینگی سے زور زور سے ہنسنے لگا۔

_*********

عِشاء کا وقت تھا سِلاح عشاء کی نماز ادا کر کے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا گو تھی۔ وہ اپنے آنے والے وقت کے لئے اپنے رب سے ہمت اور حوصلہ مانگ رہی تھی۔ آگے پتہ نہیں اس نے کون کون سے طوفانوں کا سامنا کرنا تھا۔ وہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھی جب اس کے ذہن میں اچانک پیسوں کا خیال آیا۔ وہ فوراً اٹھی اور الماری سے پیسے لے کے آئی۔ اور پیسوں کو دیکھنے لگی اور سوچنے لگی کہ وہ کیسے یہ پیسے واپس کرے گی۔ جبھی ان پیسوں میں سے ایک کارڈ نیچے زمین پہ گرا۔ اس نے وہ کارڈ اٹھا کے دیکھا۔ جس پر اس کے گھر اور آفس کا ایڈریس لکھا ہوا تھا۔ وہ حیران بھی اور خوش بھی ہوئی تو اس کے رب نے اس کی اتنی جلدی دعا سن لی تھی۔ اس نے مسکرا کے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا۔ اور پکا ارادہ کیا کہ وہ صبح جا کے یہ پیسے واپس کر آئے گی۔ اس نے پیسے الماری میں رکھے اور سونے کے لئے لیٹ گی۔

_*********_

حِرا حمزہ سے ملنے آ چکی تھی اور وہ اس کو لے کے سیدھا اپنے گھر چلا آیا تھا۔

حِرا بہت زیادہ خوش تھی وہ گھر کی ایک ایک چیز کو چھو کے دیکھ رہی تھی اور خوش ہو

رہی تھی۔

"واؤ حمزہ تمہارا گھر بہت خوبصورت ہے بہت پیارا ہے سب کچھ "وہ سراہتی ہوئی بولی

۔

"تمہیں اچھا لگا "حمزہ نے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بہت اچھا لگا "وہ پر جوش سی بولی۔

"وہ پینٹنگ دیکھو "حمزہ نے اسے پینٹنگ کی طرف متوجہ کیا۔

"واؤ کتنی خوبصورت پینٹنگ ہے "وہ ہاتھ سے چھوتے ہوئے بولی۔

"یہ actually میرے بھائی کی پسند کی ہے "وہ مسکرا کے بتانے لگا۔

"واؤ نائس کیا تمہیں پینٹنگز کا شوق ہے "وہ اس سے پوچھنے لگی۔

"ہاں تھوڑا بہت زیادہ نہیں "چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ اس کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

"تم نے ابھی میرا بیڈ روم نہیں دیکھا چلو آؤ تمہیں دکھاتا ہوں "اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے کمرے کی طرف لے آیا۔

اس نے کمرے کے چاروں طرف نظریں دوڑا کے دیکھا اور پھر حمزہ کو دیکھ کے مسکرانے لگی۔

"کیسا لگا ہمارا کمرہ" وہ مسکراتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔

"بہت خوبصورت" وہ دلکشی سے مسکرا کے بولی اور پھر ٹیبل پر پڑے ہوئے فیش پورٹ کی طرف بڑھی اور بولی "تم جانتے ہو حمزہ مجھے مچھلیاں بہت پسند ہیں پانی میں تیرتی ہوئی رنگ برنگی"

حمزہ کمینگی سے مسکراتے ہوئے اس کے قریب آیا اور اپنے ہاتھوں سے اس کے چہرے سے بال ہٹائے اور اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے بولا "تمہیں مچھلیاں بہت پسند ہے نہ لیکن کبھی مچھلی کو جال میں پھنستے ہوئے دیکھا ہے"

حِرا کو آج اس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا محسوس ہوا تو اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتے ہوئے بولی "مجھے لگتا ہے کہ اب ہمیں جانا چاہیے کافی رات ہو گئی ہے"

"اتنی بھی کیا جلدی ہے بے بی تم نے تو مجھے کوئی خوشخبری بھی سنانی تھی اور ویسے بھی اتنی دور آئے ہیں تھوڑی دیر ریلیکس کرتے ہیں باتیں کرتے ہیں" اس کے ہاتھ

اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہوئے بولا۔

"حمزہ مجھ سے محبت کرتے ہو نہ تو شادی کیوں نہیں کر لیتے مجھ سے۔میں نے بھائی سے بات کر لی وہ ہماری شادی کے لیے مان گئے ہیں" وہ خوشی سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"کیسی لڑکی ہو یار تم میں رومینس کے موڈ میں ہوں اور تم اندر شادی لے آئی" وہ چڑ کے بولا کیوں کہ اسے شادی کی بات درمیان میں بلکل پسند نہیں آئی تھی۔

"شادی بیچ میں نہیں آئی بلکہ تمہارا رومانس بیچ میں آیا ہے" وہ معصومیت سے ہنستی ہوئی بولی۔

"ہاؤ سٹوپیڈ یار۔پیار میں تو یہ سب کچھ ہوتا ہی ہے۔اور تم بھی تو مجھ سے پیار کرتی ہو" وہ اسے کنوینس کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں کرتی ہوں محبت" وہ نظریں جھکا گئی۔

"تو پھر میری بانہوں میں آجاؤ" وہ اسے کندھوں سے تھامتے اپنے قریب کرتے ہوئے بولا۔

وہ اس کے اچانک افتادہ پر گھبرا گئی اور اپنا آپ اس سے چھڑوانے لگی۔

"حمزہ میں تم سے سچی محبت کی ہے" وہ گھبراہٹ سے بولی۔

"سچی محبت صرف کہانیوں میں ہی ملتی ہے میری جان" وہ اسے مزید قریب کرتے ہوئے بولا۔

"حمزہ چھوڑو مجھے یہ کیا بد تمیزی ہے چھوڑدو مجھے" وہ چیختی چلاتی رہی لیکن وہ مکمل طور پر اس پر قابض ہو گیا۔ باہر موسلادھار بارش شروع ہو چکی تھی۔ جیسے آج کی رات آسمان بھی اس درندگی پر اپنے آنسو بہا رہا تھا۔

اس رات پھر ایک عزت محبت کے نام پر حیوانیت کا شکار ہو گئی تھی۔ کیوں لوگ محبت جیسے پاک، مقدس، اور خوبصورت جذبے کو اپنی حیوانیت کے فروغ کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں کیوں۔ پلیز اس پاک لفظ محبت کو پاک ہی رہنے دیں اس کے تقدس کو پامال مت کریں 🙏

****

صبح ہوتے ہی سِلاح سب سے پہلے پیسے لیے کارڈ پر درج پتے پر پہنچی۔

رکشے سے اتر کر جب اس کی پہلی نظر شاہ ولا پر پڑی واپس پلٹنا بھول گئی تھی۔وہ اتنا شاندار تھا کہ کسی کی بھی نظر کو خیراں کر دے۔لیکن وہ جلد ہی سب کچھ ذہن سے جھٹکتی ہوئی آگے بڑھی۔اور گیٹ پر کھڑے چوکیدار سے پوچھنے لگی۔

"یہ سالم شاہ کا گھر ہے"

"جی آپ کون"چوکیدار نے الٹا سوال کر دیا۔

"جی میں سالم شاہ سے ملنے آئی ہو"وہ بجل ہوتی ہوئی بولی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سالم شاہ کا نام سنتے ہی چوکیدار راستے سے ہٹا اور اسے اندر جانے کے لیے راستہ دیا ۔جب وہ اندر داخل ہوئی تو ملازمہ سے سالم شاہ کا پوچھا تو اس نے اُسے ڈرائنگ روم میں لے جا کر بٹھا دیا۔

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی سالم شاہ کا انتظار کر رہی تھی جب صبیحہ بیگم وہاں آئیں۔

"تم سالم سے ملنے آئی ہو"وہ آتی ہی بولیں۔

"جی مجھے کام ہے ان سے"سِلاح نرم سے لہجے میں بولی۔

"کیا نام ہے تمہارا"صبیحہ بیگم نے الٹا سوال کر دیا تھا۔

"سِلاح"اس نے جواب دیا۔

"کل رات اس کے ساتھ گزاری ہے تم نے"صبیحہ بیگم طنزیہ مسکراہٹ سجائے اس سے پوچھنے لگی۔ سِلاح ان کے سوال پر حیرانی سے دیکھنے لگی۔

"میرا مطلب ہے اکثر وہ راتوں کو غائب رہتا ہے کل رات بھی گھر سے غائب تھا وہ صبح آیا۔ ویسے عجیب لڑکا ہے اپنی مرضی کا مالک۔ لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے اسے اور تم جیسی تو پتا نہیں کتنی چھوڑی ہے اس نے۔ شراب پی لیتا ہے نا تو پھر اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ماں نے کوئی تربیت نہیں نا کی اس لئے بگڑ گیا ہے"وہ نخوست سے بولیں۔

"آپ کون ہے سالم کی"اس نے دل میں مچلتا ہوا سوال پوچھ لیا۔

"میں"انہوں نے اپنی طرف انگلی کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی آپ"وہ بولی۔

"میں اس کے باپ کی سیکنڈ وائف ہوں"منہ موڑ کے بولی۔ سِلاح نے ان کی طرف دیکھا پھر کوئی بھی سوال پوچھنے کی بجائے اپنے اصلی مدعے پر آئی۔

"مجھے یہ قرضہ لوٹانا ہے" ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیسے ان کی طرف بڑھائے۔

"بس یہی لوٹانے آئی ہوں "وہ حیران ہوتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"جی "سِلاح نے جواب دیا۔

"تو پھر چلی جاؤ کیونکہ سالم قرضہ دے کر کسی سے بھی واپس نہیں لیتا" صبیحہ بیگم اسے جتاتی ہوئی بولی۔

"آپ یہ امانت انہیں واپس کر دیجیئے گا" وہ پیسے میز پر رکھ کر واپس جانے لگی جب صبیحہ بیگم نے اسے پکارا۔

"رکو سالم کو تم کب سے جانتی ہو" وہ غور سے اسے دیکھ کے پوچھنے لگی۔

"یہ کچھ دن پہلے ہی ملی تھی ان سے" وہ ہجل سی بولی۔

"دوست ہو اس کی"

"نہیں" اس نے جواب دیا۔

"پھر" وہ تفتیشی لہجے میں اس سے سوال پوچھنے لگیں۔

"آتی جاتی سانسوں کو آپ نے دیکھا ہے کبھی "سِلاح اپنے آنسو ضبط کرتی ہوئی بولی۔

"مطلب "صبیحہ بیگم کو اس کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

" مطلب یہ کہ سانسوں کا کسی بھی انسان کی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ہم اسے محسوس تو کر سکتے ہیں مگر اسے دیکھ نہیں سکتے۔بس ایسا ہی کچھ ان دیکھا تعلق ہے میرا سالم کے ساتھ۔ محسوس کروں تو زندگی دیکھنا چاہو تو بس خلا ایسے جیسے کوئی اس کا وجود ہی نہیں "وہ اپنی ہی رو میں بولتی چلی گئی۔

"میں سمجھی نہیں "صبیحہ بیگم ناسمجھی سے پوچھنے لگی۔

"میں بھی نہیں سمجھی "وہ بس اتنا سا بول کے اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی وہاں سے چلی آئی جو آنکھوں کی باڑ توڑ کے بہہ نکلے تھے۔

صبیحہ بیگم کو وہ اپنے پیچھے سوچ میں چھوڑ گئی تھی۔

***********_

گیارہ بجے کے قریب سالم کی آنکھ کھلی تھی۔آج اس کی بہت اہم میٹنگ تھی اس لیے

وہ جلدی سے تیار ہو کر نیچے ڈائننگ ٹیبل پر آیا اور غلام فرید کو آواز دینے لگا۔

"غلام فرید جلدی سے ناشتہ لے آؤ" غلام فرید کو ناشتے کا کہہ کر خود اخبار پڑھنے لگا

۔ تبھی صبیحہ بیگم اس کے پاس آئی۔ وہ ان کو دیکھتے ہی بولا "حرا کہاں ہے"

"وہ تو رات سے گھر نہیں آئی" صبیحہ بیگم لاپرواہی سے بولی۔

"کیا مطلب وہ رات سے گھر نہیں آئی۔ وہ رات سے گھر نہیں آئی اور آپ کو کوئی پرواہ ہی نہیں۔ اگر وہ آپ کی سگی بیٹی ہوتی تو آپ کو پرواہ ہوتی ہیں نا" وہ غصے سے بولا۔

"ہاں شاید" صبیحہ بیگم نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سالم نے غصے سے منہ دوسری طرف موڑ لیا۔ تبھی صبیحہ بیگم آگے آئیں اور پیسے اس کے سامنے ڈائننگ ٹیبل پر رکھ دیے اور بولیں۔

'اینی ویز ایک لڑکی آئی تھی وہ یہ پیسے دی گئی ہے۔ کہہ رہی تھی تمہارا کوئی قرض لوٹانا ہے اسے"۔

صبیحہ بیگم کی بات سنتے ہیں سالم فوراً آگے بڑھا اور پیسے اٹھائے۔ اور دیکھنے لگا۔

"دکھنے میں کیسی تھی" نظریں ہنوز پیسوں پر تھی جب سالم نے سوال کیا۔

" بہت خوبصورت بلکہ بہت ہی زیادہ خوبصورت۔لیکن حلیے سے کسی غریب گھر کی ہی لگ رہی تھی۔"صبیحہ بیگم نے بتایااور سالم کے سامنے والے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اچھا۔کیا کہااس نے میرے بارے میں کیا بتایا"سالم کھویا کھویا سا پوچھنے لگا۔آنکھوں کے سامنے اس صنف نازک کا سراپالہرایا گیا۔

"کہہ رہی تھی کہ تم نے اس کے ساتھ بہت برا کیا۔بہت ہی گھٹیاانسان ہو تم ۔لڑکیوں کی عزت کے ساتھ کھیلتے ہو۔تمہیں شرم نہیں آتی"۔

اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی اور بہت بددعائیں دے رہی تھی۔"صبیحہ بیگم جھوٹی باتیں خود سے بنا کر سالم کو بتانے لگی۔وہ سالم کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھیں جو انہیں بہت مزہ دے رہے تھے۔

"ایسا کچھ نہیں کیا میں نے۔میں اپنی پوری زندگی میں کسی لڑکی کی عزت سے نہیں کھیلا ۔اس نے ایسا جو کچھ بھی کہا ہے غلط ہے جھوٹ بول رہی ہے وہ۔"سالم خود پر ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"بڑاآیا پارسا"صبیحہ بیگم منہ میں بڑبڑائی۔

" کیا کہا" سالم نے پوچھا۔

"کچھ نہیں" وہ جھوٹی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے بولیں۔

"پی ہوئی تھی میں نے تھوڑی سی زیادہ پارٹی پے گیا ہوا تھا تو۔واپسی پہ حادثاتی طور پر میرا اس سے نکاح ہو گیا۔"

"واٹ" صبیحہ بیگم کے لئے یہ بات کسی شاک سے کم نہیں تھی۔

"میں نہیں مانتا ایسے کسی نکاح کو۔نا میں اسے جانتا ہوں نا وہ مجھے جانتی ہے اور دیکھیں میں نے کچھ غلط نہیں۔اور میں کسی کی بددعا سے ڈرتا بھی نہیں ہوں سمجھیں آپ "وہ خفگی سے بولا۔

"ہاں تمہیں کیا فرق پڑے گا کسی کی بددعا سے"۔وہ غصے سے کہہ کر جانے لگی۔جب مڑ کے بولی "اپنی بہن کی بھی خبر لے لو آج کل پتہ نہیں کس آوارہ لڑکے کے ساتھ گھوم پھر رہی ہے "یہ کہہ کے وہ وہاں سے چلی گئی۔

"سالم نے اپنا فون نکالا اور ہیرا کا نمبر ڈائل کرنے لگا "لیکن اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔سالم کو اب اس کی فکر ہونے لگی تھی۔

**********۔۔

وہ ابھی ابھی گھر پہنچی تھی۔گھر کی دہلیز پار کرتے ہی اس کی برداشت جواب دے گئ۔ اور وہ بری طرح رونے لگی۔اس کے کانوں میں سالم شاہ کے الفاظ گونج رہے تھے ۔اس کی آنکھوں کے سامنے دشمن جان کا چہرہ آگیا۔وہ جانے کتنی ہی دیر وہاں بیٹھے اس کے بارے میں سوچتے رہی۔کیسے وہ اچانک ایک اجنبی آج اس کے دل کے سلطنت پر راج کر رہا تھا۔اسے فراموش کر دینا اس کے بس میں اب نہیں رہا تھا۔اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود بھی اس کے دل میں سالم کے لیے کوئی بات نہیں آئی تھی۔وہ اس کے لئے برا بول تو کیا سوچ بھی نہیں پا رہی تھی۔سِلاح نے نکاح کے بارے میں سوچا تو اس کو غلط نہیں لگا تھا کیونکہ اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو ایسے اچانک کے رشتے پر کوئی بھی تیار نہ ہوتا۔ناجانے وہ ایسے بیٹھے کتنی دیر تک اسے سوچ رہتی لیکن دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔وہ اٹھی اور دروازہ کھولنے گی تو سامنے منشی دلدار کھڑا تھا۔وہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی۔

منشی دلدار بنا اس کے کہنے کا انتظار کیے خود ہی اندر آگیا۔اور کہنے لگا۔

"مجھے تو لگا تھا کہ تم اپنے پیا کے ساتھ چلی گئی ہو گی لیکن تم ابھی تک یہیں ہو۔میں نے

سنا ہے کہ تمہاری بارات واپس چلی گئی تھی۔اور وہ لڑکا جس سے تمہارا نکاح ہوا ہے وہ بھی تمہیں ٹھوکر مار کے چلا گیا۔بہت برا ہوا۔تمہارے ابّا نے چوہدری مسعود عالم ٹھیکیدار سے دو لاکھ روپے قرضہ لیا تھا مگر تم گھبراؤ نہیں میں معاف کروا دوں گا۔میں ہوں ناں" وہ اپنی غلیظ نظروں سے اس کو دیکھتا ہوا بولا۔سِلاح نے اسے غصے بھری نظروں سے دیکھا اور بنا کچھ بولے وہاں سے جانے لگی۔جب وہ غلاظت بھرے لہجے میں بولا" ارے سنو سِلاح رانی اگر ایک نظر کرم ادھر بھی ہو جائے تو یہ دلدار کی جوانی پھر سے لوٹ آئے گی۔ارشاد کیا ہے کہ

۔ ۔ ۔سنتا ہوں میں کہ تو نے ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔لاکھوں کو رنگ کے چھوڑا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔مجھ کو بھی ہو عنایت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔دنیا میں رنگ ہے تھوڑا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شعر سنانے کے بعد وہ خباثت سے ہنسنے لگا۔اس کے لہجے سے شہوت صاف جھلک رہی تھی۔

سِلاح نے شعلہ برساتی نظروں سے مڑ کے دیکھا۔اور ایک زوردار تھپڑ اس کی گال پر رسید کیا۔اور بولی "شعر تو بہت اچھا تھا لیکن تمہارا وقت بہت برا محلے میں ہر عورت کا بھائی ہر بچی کا ماموں۔پہلے بھیا اور پھر سیاں بن کے پتہ نہیں کتنی عورتوں کو داغدار کیا ہو گا تو نے چاچا دلدار۔بہت شوق ہے نہ تجھے رنگوانے کا اب جا اور جا کے اپنے گال کی لالی سب کو دیکھا۔دفع ہو جا یہاں سے اور کہیں اور جا کے اپنا منہ کالا کر۔دفع ہو جا یہاں سے" سِلاح غصے سے چلاتی ہوئی بولی۔

دلدار نے اپنا ہاتھ تھپڑ پڑنے والے گال پہ رکھا اور دانت چباتے ہوئے بولا "تو نے دلدار کی دلداری دیکھی ہے مگر غداری نہیں۔دلدار حساب کتاب میں بہت ماہر ہے۔اس تھپڑ کا حساب تو تمہارا مرا ہوا باپ بھی دے گا۔دیکھ لوں گا میں تمہیں" وہ غصے میں دھمکی دیتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

سِلاح وہی اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی کہ اب کون سی نئی مصیبت آنے والی تھی وہ روتے ہوئے اپنے بابا کو یاد کرنے لگی کہ اگر وہ ہوتے تو ایسا کچھ بھی نہ ہوتا۔

لیکن کہتے ہیں نا کہ وقت لوٹ کے نہیں آتا نا ہی کوئی گیا ہوا انسان لوٹ کے آتا ہے اس لیے سِلاح کو خود اپنے لئے قدم اٹھانا تھا۔

۔**********۔

سالم جو کب سے حِرا کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی اتنی اہم میٹنگ بھی ڈیلے کروادی تھی۔ لیکن حِرا ابھی تک گھر نہیں آئی تھی۔ اب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے گاڑی کی چابیاں اٹھائیں اور باہر کی طرف چل نکلا ۔جب حِرا روتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ اس کی حالت دیکھے بے حد پریشانی سے اس کی طرف بڑھا لیکن وہ بھاگ کے اپنے کمرے کی طرف چل دی اور کمرے میں بند ہوں گی۔ سالم اس کے پیچھے بھاگا۔ اور دروازہ کھٹکھٹا کے اسے آواز دینے لگا۔ لیکن ہیرا کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا کیونکہ آج تک حِرا نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔

ہیرا کمرے میں آتے ہی کمرہ بند کیا اور حمزہ کو کال ملانے لگی۔

حمزہ جو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی تصویر ہاتھ میں پکڑے ہوئے مار کر سے اس کی تصویر پر کراس لگانے لگا۔ جبھی اس کے موبائل کی رنگ ٹیون بجی۔ اس نے موبائل اٹھا کے دیکھا ہیرا کالنگ لکھا ہوا آرہا تھا۔ اس نے مسکرا کے فون کو دیکھا اور بولا۔

"نو ڈارلنگ اب نہیں تمہارا کام بس یہی تک کا تھا۔" وہ بے ہنگم قہقہہ لگا کے ہنسا۔ اور

اس کا نمبر بلاک کر دیا۔

ہیرا بار بار کال کر رہی تھی لیکن کوئی ریسپونس نہیں آ رہا تھا۔ پریشانی سے رو رو کے اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ جب حمزہ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو وہ ایک فیصلے پر پہنچی۔ وہ اٹھی اور دراز میں سے سلیپنگ پلز نکالنے لگی۔

سالم باہر کھڑا زور زور سے دروازہ جا رہا تھا۔

"ہیرا دروازہ کھولو ورنہ میں دروازہ توڑ دوں گا۔ تمہیں میری آواز آ رہی ہے" وہ اتنے طیش میں بولا کہ اندر کھڑی ہیرا بھی کانپ گئی۔

"آئی ایم سوری بھائی آپ کی پری اب آپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی مجھے معاف کر دیجیے گا" وہ بے آواز روتی ہوئی بولی۔

زور زور سے دروازہ پیٹنے کی آواز سن کر صبیحہ بیگم ہیرا کے کمرے کی طرف آئیں ۔جہاں سالم کھڑا زور زور سے دروازہ بجاتے ہوئے ہیرا کو پکار رہا تھا۔

"کیا ہوا سالم کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو" صبیحہ بیگم خفگی سے پوچھنے لگی۔

"حرا دروازہ نہیں کھول رہی کب سے کھٹکھٹا رہا ہوں۔" خوفزدہ سا نم آنکھوں سے

بولا۔

"کیا" وہ پریشانی سے آگے بڑھیں اور دروازہ کھٹکھٹانے لگیں۔ "حِرا دروازہ کھولو حِرا "لیکن کوئی جواب نہ ملنے پر انہیں بھی فکر لاحق ہوئی۔انہوں نے سالم کی طرف دیکھا جس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ فوراً بولی۔

"دروازہ توڑ دو"

سالم نے خود پر قابو پایا اور ہاں میں سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا۔وہ ایک مضبوط جسامت رکھنے والا مرد تھا اس کے تین چار جست سے ہی دروازہ کا لاک ٹھک کی آواز سے ٹوٹ گیا۔ تو وہ بھاگ کے اندر داخل ہوا لیکن سامنے کا منظر دیکھ کے اس کی سانسیں تھم گئی ۔ہیرا گولیوں سے بھرا ہوا ہاتھ منہ کی طرف لے جانے ہی والی تھی۔ کہ وہ بجلی کی تیزی سے آگے بڑھا اور اس کا گولیوں سے بھرا ہاتھ جھٹک دیا۔

"یہ کیا کر رہی تھی تم" وہ غصے سے دھاڑا۔

ہیرا اس کی دھاڑ سے پوری جان سے کانپ گئی تھی۔اور اس کے گلے لگ لگ کے رونے لگی۔

سالم تھوڑا نرم پڑا اور پیار سے پچکارتے ہوئے بولا "کیا ہوا ہے میری پرنسز کو"

وہ اسے ریلیکس کرنے کے لیے نرمی سے اس کے بال سہلانے لگا۔

"کیا ہوا ہے کیوں کر رہی ہو تم ایسے تمہیں پتا ہے نا کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں تم تو میری پری ہو ناں چھوٹی سی گڑیا ہو میری"

"آپ کی گڑیا ٹوٹ چکی ہے بھائی" اب وہ روتے ہوئے سالم سے الگ ہوئی۔

صبیحہ بیگم الجھن سے حِرا کو دیکھنے لگیں۔

"کیوں کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا ہے کیا بتاؤ" وہ جذباتی ہوئے اُس کا چہرہ اپنے ہاتھ میں تھامے سوال پوچھنے لگا۔

"میں اچھی لڑکی نہیں ہوں بھائی میں اچھی لڑکی نہیں ہوں۔ دور رہیں مجھ سے آپ" وہ سالم کو خود سے دور کرتے ہوئے ہذیانی کیفیت میں چیخی۔ "مجھے خود سے گِھن آرہی ہے۔ مجھے اپنے وجود سے گِھن آرہی ہے بھائی" وہ اپنے بالوں کو اپنے جسم کو نوچتے ہوئے زور زور سے چیخنے لگی۔

سالم حیران سا الجھن بھرے چہرے کے ساتھ صبیحہ بیگم کو دیکھنے لگا۔ صبیحہ بیگم بھی

الجھی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے میرا دل بیٹھا جا رہا ہے" وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بولا۔

"بھائی میں اچھی لڑکی نہیں ہوں مجھے مر جانے دے مجھ جیسی لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ انہیں مر ہی جانا چاہیے۔" وہ بری طرح روتی ہوئی بولی۔

"کیا ہوا ہے" وہ طیش میں آ کے غصے سے چیچا۔

"بھائی مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی"

"کیا" اس نے سانس روکے پوچھا۔

"آپ مجھے کہتے تھے نہ آپ مجھے سمجھاتے تھے کے لڑکوں سے بات نہیں کرنی دور رہنا ہے میں نے آپ کی نہیں سنی۔ میں اس کی محبت میں اندھی ہو گئی۔ میں جس کو محبت سمجھ رہی تھی۔ وہ محبت نہیں تھی دھوکہ تھا۔ فریب تھا وہ اس نے مجھے دھوکا دیا۔" وہ

بس دم سادھے اسے سن رہا تھا۔ دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینے سے باہر آ جائے گا۔

"بھائی آپ نے تو کسی کے ساتھ برا نہیں کیا۔ کیا مرد ایسے ہوتے

ہیں۔بتائیں؟۔کوئی کسی کو اپنا بنا کر اتنی آسانی سے کیسے چھوڑ سکتا ہے۔میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا بھائی کیوں ہوا بتائیں مجھے جواب دیں۔"اس نے روتے ہوئے سالم کا گریبان جھنجھوڑ دیا۔

سالم کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا اور دل میں درد کی ایسی ٹھیسیں اٹھ رہی تھی جیسے ابھی پھٹ جائے گا۔اس نے کرب سے آنکھیں مینچیں۔اس نے اپنا گریبان چھڑایا اور وہاں سے چلا گیا کیوں کہ اسے اپنے قدموں پر کھڑے رہنا مشکل ہو رہا تھا۔

وہ پیچھے روتی ہوئی اسے جاتا دیکھتی رہی۔اور وہیں زمین پر بیٹھ کے سر گھٹنوں میں چھپا لیا۔

صبیحہ بیگم جو کب سے خاموش تماشائی بنی تماشہ دیکھ رہی تھی سالم کے جاتے ہی بولی۔

"تماشا بنانے والے مداری صرف مرد نہیں ہوتے۔اس کھیل میں لڑکیاں بھی برابر کی شریک ہوتی ہیں۔تم کھلونا بنی تو وہ کھیلا۔تم اگر پتھر بن جاتی تو اپنا سر پھوڑتا اور واپس چلا جاتا۔"وہ اپنے غصے پر ضبط کرتی ہوئی بولی۔

"اور رہی تمہارے بھائی کی بات   تو تمہارا بھائی بھی اسے معاشرے کا ایک عام سا مرد

ہے۔لوگ محبت کر کے مکر جاتے ہیں وہ تو نکاح کوئی اہمیت نہیں دے رہا۔"وہ طنزیہ ہنسی ہنستی ہوئی بولی۔

حِراجو اپنا سر گھٹنوں میں دیئے بیٹھی تھی ان کی بات پہ فوراً سر اٹھایا اور انہیں حیرانگی سے دیکھنے لگی۔

"توجب کسی کی بیٹی کے ساتھ کروگے تو اپنے اوپر بھی آئے گا۔"وہ غصے سے بولتی وہاں سے چلی گئی۔

حِرا پیچھے اپنی بیوقوفی اور بدقسمتی پر روتی ہوئی رہ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

************۔

مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد سِلاح ایسے ہی بیٹھی اپنے بابا کو یاد کر رہی تھی جب اسے بھوک کا احساس ہوا وہ اٹھی اور کچن میں گئی تاکہ اپنے لئے کچھ ہلکا پھلکا بنالے۔لیکن گھر میں راشن کا آدھا سامان ختم ہوا تھا۔ان دنوں میں اتنا کچھ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے گھر کی طرف دھیان ہی نہ دے سکی۔

پہلے سوچا کہ رضیاء خالہ کو بلا کے ان سے کچھ سامان منگوا لے لیکن پھر خود ہی کچھ سوچ

کے اپنی چادر اٹھائی اور پیسے پکڑ کر سامان لینے چل دی۔

ابھی اس نے اپنے گھر کی گلی پار کر کے سڑک پر قدم رکھا ہی تھا کہ پیچھے سے ایک گاڑی چلتی آئی۔اور اس میں سے کچھ آدمیوں نے نکل کر اس منہ پر کپڑا رکھ کر بیہوش کر دیا۔اور اسے گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔

گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا مرد کوئی اور نہیں چاچا دلدار تھا جو خباثت سے مسکرا رہا تھا۔

**********۔

سالم جب سے گھر سے نکلا تھا بے مقصد سڑکوں پر گاڑی بھگا رہا تھا۔وہ اس وقت ایک ہارا ہوا جواہری لگ رہا تھا جو اپنا سب کچھ ہار گیا ہوں۔آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔اور دل جیسے سینہ چیر کر باہر آ جائے گا۔نا جانے کتنی ہی دیر وہ ایسے گاڑی بھگاتا رہتا لیکن گزرتے گزرتے اس کی نظر ملتان کے سب سے بڑے مزار شاہ رکنِ عالم مزار پر پڑی۔نا جانے کون سا سحر تھا جو اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا اس کا دل اندر جانے کو ہمک رہا تھا۔

وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں گاڑی سے اترا اور مزار کے اندر داخل ہوا۔بچپن کے بعد

آج اتنے سالوں بعد وہ کسی مقدس جگہ پر قدم رکھ رہا تھا۔وہ شروع سے ایسا نہیں تھا ۔اس کی ماں نے اسے بہت اسلامی ماحول میں تربیت دی تھی۔وہ شروع سے بہت ذہین تھا اور وہ 9 سال کی عمر میں حفظ کر چکا تھا۔اس کے دل میں قرآن پاک تھا۔لیکن پھر ایسی ہوا چلی کہ اس کی ماں کے چلے جانے کے بعد وہ اسلام سے،قرآن پاک سے،اپنے رب سے،دور ہوتا چلا گیا اور گمراہی کی دلدل میں دھنستا چلا گیا۔

وہ بارہ سال کا تھا جب وہ راہ راست سے بھٹک گیا تھا اور آج وہ تیس سال کا مرد دوبارہ انہی رستوں کا مسافر بننے والا تھا۔لیکن یہ راستہ بہت کٹھن تھا کیونکہ اسے اپنے نفس سے جنگ کرکے اپنے رب تک پہنچنا تھا۔اور اب کی بار اس پر ثابت قدم رہنے والا تھا یا نہیں یہ آنے والا وقت بتانے والا تھا۔

وہ ہر چیز سے انجان کے آنے والا وقت کس طرف کروٹ بدلے گا۔وہ بس آگے بڑھ رہا تھا۔

وہ درگاہ میں داخل ہوا لیکن اس کے قدم آگے بڑھنے سے انکاری ہوگئے عجیب سی کیفیت تھی اس کی خود نہیں سمجھ پا رہا تھا۔آنسو تھے کہ مسلسل بہہ رہے تھے۔وہ وہی دالان میں بیٹھے فقیروں کی ٹولی سے کچھ دور فاصلے پر ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

ناجانے کیوں اسے وہاں بیٹھے عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا۔وہاں بیٹھے بیٹھے کب اس کی آنکھ لگ گئی اسے پتا ہی نہیں چلا۔رات ساری ایسے ہی گزر گئی۔ صبح فجر کی اذان کانوں میں گونجنے سے اس کی آنکھ کھلی۔آج پتہ نہیں کتنے عرصے بعد اس نے اذان کو غور سے سنا تھا۔اس کے دل کو عجیب سی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔اس نے سامنے دیکھا جہاں صحن تاریخ تھا اور طویل برآمدہ نیم روشن۔فجر کی دو اذانیں دی جا چکی تھی اور آسمان گہرا جامنی تھا۔برآمدے سے تھوڑا آگے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔جہاں سے سفید لباس میں ملبوس ایک پرکشش نورانی شخصیت باہر آئی۔ان کے چہرے پر ایک الگ ہی نور تھا۔کے سالم کچھ پل تو ان کے چہرے سے نظریں نہ ہٹا پایا۔

وہ وہاں سے آگے بڑھے اور برآمدے میں آئے جہاں نمازی صفوں پے نماز کے لیے کھڑے ہو رہے تھے۔سالم کی نظروں نے دور تک ان کا تعاقب کیا۔

سیاہ دھاری، سفید دھاری سے مکمل الگ ہو چکی تو فجر کی تیسری اذان گونجنے لگی۔

ہواؤں نے مؤذن کی آواز کو اپنے پروں پر اٹھایا اور صحن میں پھیلا دیا۔

"اللہ سب سے بڑا ہے۔۔۔۔۔۔۔اللہ سب سے بڑا ہے"

سالم نے آنکھیں بند کیں اور غور سے سننے لگا۔

" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں "موذن کی صدا برابر آرہی تھی۔

سالم نے آنکھیں کھول کے تاسف سے برآمدے کی طرف دیکھا۔جہاں سفید لباس میں ملبوس وہ شخص نماز کے لیے کپڑا اچھاتے نظر آئے۔

"کیا یوں نماز پڑھنے سے اللہ معاف کر دیتا ہے "سالم نے مایوسی سے دل میں سوچا۔

اب وہ آستینیں کلائیوں تک برابر کر رہے تھے جو انہوں نے وضو کے لئے اوپر چڑھائی تھی۔ان کی پشت سالم کی جانب تھی۔

"سالم نے دل میں سوچا کہ کیا میرے گناہ معافی کے قابل ہیں "ایک آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹ کے پہلو میں گرا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔"موذن نے دوبارہ یہ صدا بلند کی۔

سالم ستون سے ٹیک لگائے ترحم سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"آؤ نماز کی طرف۔۔۔آؤ نماز کی طرف"

وہ شخصیت اب کپڑے کے سرے پر کھڑے تکبیرات پڑھ رہے تھے۔برآمدے کی مدھم روشنی میں ان کا نیم رخ واضح تھا۔اب گردن جھکی تھی۔ہاتھ سینے پر تھے۔ان کا عمومی تاثر صاف ستھرے،اونچے،مضبوط جسم اور خوبصورت نقوش والے مرد کا پڑتا تھا۔

"آؤ فلاح کی طرف۔۔۔آؤ اللہ کی طرف"

اذان ہواؤں میں ترنم گھولتی سنائی دے رہی تھی۔

وہ اب رکوع میں جھک رہے تھے۔

"نماز نیند سے بہتر ہے۔۔۔نماز نیند سے بہتر ہے"

فضا میں تیرتی آواز ملائمت سے ستونوں سے ٹکرا رہی تھی۔

سالم کی نگاہیں ہنوز ان پر مرکوز تھی۔اب وہ سجدے میں سر رکھے ہوئے تھے۔

"اللہ سب سے بڑا ہے۔۔۔اللہ سب سے بڑا ہے" اذان اب دھیمی پڑ رہی تھی۔

"اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" آواز دم توڑ گئی۔فضا میں سکوت چھا گیا۔پھر

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بلبل نے صدا لگائی، درختوں نے پتے جھکائے اور ساری مخلوق اپنی عبادت میں مشغول ہو گئی۔

سامنے نماز پڑھتی شخصیت نے سلام پھیرا اور پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ دعا کرنے کے بعد وہ وہیں بیٹھے نمازیوں کے سوالوں کے جواب دینے لگے۔ یہ وہاں روز کا معمول تھا نماز کے بعد لوگ ان سے مختلف موزوں کے بارے میں سوالات پوچھتے تھے۔ آج بھی نمازیں مختلف سوال پوچھ رہے تھے ان کی آوازیں سالم تک صاف جا رہی تھیں۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے سوال پوچھا۔

اگر کسی نے آپ کے ساتھ غلط کیا ہو اور اس سے بدلہ لینا ہو تو کیسے بدلہ لیا جائے۔

فقیر سائیں نے نظر اٹھا کے اس کی طرف دیکھا اور پھر قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝۱۲۶

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بیشک صابروں کے لئے یہی بہتر ہے۔ "

سالم جو کل سے اب تک اپنے اندر ایک جنگ لڑ رہا تھا۔ فقیر سائیں کے جواب سے اسے اپنے ہر سوال کا جواب مل گیا تھا۔

اسی دوران ان میں سے ایک نمازی نوجوان لڑکے نے ایک اور الگ سا سوال پوچھا۔

فقیر سائیں آپ نے کچھ دن پہلے دل کے بیمار ہونے کا بتایا تھا تو انسان کو کیسے پتہ چلے کہ اس کا دل بیمار ہے؟

تو فقیر سائیں نے مسکرا کے اس لڑکے کی طرف دیکھا۔ جوان کے جواب کا منتظر تھا اور دور بیٹھا سالم بھی جواب سننے کے لئے مضطرب ہوا۔ تو فقیر سائیں نے اپنے مخصوص خوبصورت لب و لہجے میں بولنا شروع کیا۔

بیٹا اس سلسلے میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کچھ علامات بیان فرمائی ہیں:

💛پہلی علامت 💛 :

جب انسان فانی چیزوں کو باقی چیزوں پر ترجیح دینے لگے تو وہ سمجھ لے کہ میرا دل بیمار ہے، مثلاً دنیا کا گھر اچھا لگتا ہے مگر آخرت کا گھر بنانے کی فکر نہیں ہے۔ دنیا میں عزت مل جائے مگر آخرت کی عزت یا ذلت کی سوچ دل میں نہیں۔ دنیا میں آسانیاں ملیں مگر آخرت کے عذاب سے بچنے کی پرواہ نہیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

💛دوسری علامت 💛 :

جب انسان رونا بند کر دے تو وہ سمجھ لے کہ اس کا دل سخت ہو چکا ہے۔ یاد رہے کہ کبھی انسان کی آنکھیں روتی ہیں اور کبھی انسان کا دل روتا ہے۔ دل کا رونا آنکھوں کے رونے پر فضیلت رکھتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آنکھ سے پانی کا نکلنا ہی رونا کہلاتا ہے، بلکہ اللہ کے کئی بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے دل رو رہے ہوتے ہیں، حالانکہ

ان کی آنکھوں سے پانی نہیں نکلتا، مگر ان کا دل سے رونا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے اور ان کی توبہ کے لئے قبولیت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔تو دل اور آنکھوں میں سے کوئی نہ کوئی چیز ضرور روئے۔اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دونوں چیزیں رو رہی ہوتی ہیں۔آنکھیں بھی رو رہی ہوتی ہیں اور دل بھی رو رہا ہوتا ہے۔

💛 تیسری علامت 💛 :

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مخلوق سے ملنے کی تو تمنا ہو لیکن اسے اللہ رب العزت سے ملنا یاد ہی نہ ہو۔۔۔۔ تو سمجھ لے کہ یہ میرے دل کی موت ہے۔لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ ایسے تعلقات ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں ایک دوسرے سے ملنے کی تمنا ہوتی ہے وہ اداس ہوتے ہیں اور انہیں انتظار ہوتا ہے، مگر اسے اللہ رب العزت کی ملاقات یاد ہی نہیں ہوتی۔

💛 چوتھی علامت 💛 :

جب انسان کا نفس اللہ رب العزت کی یاد سے گھبرائے اور مخلوق کے ساتھ بیٹھنے سے خوش ہو تو وہ بھی دل کی موت کی پہچان ہے۔اللہ کی یاد سے گھبرانے کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کا دل تسبیح پڑھنے، ذکر اذکار کرنے اور مراقبہ کرنے سے گھبرائے۔اسے مصلے پر بیٹھنا بوجھ محسوس ہوتا ہو۔ایک موٹا سا اصول سمجھ لو کہ اگر بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق دیکھنا ہو تو اس کا مصلے پر بیٹھنا دیکھ لو۔ذاکر انسان مصلے پر اسی سکون کے ساتھ بیٹھتا ہے جس طرح بچہ ماں کی گود میں سکون کے ساتھ بیٹھتا ہے اور جس کے دل میں کجی ہوتی ہے اس کے لیے مصلے پر بیٹھنا مشکل ہوتا ہے۔وہ سلام پھیر کر مسجد سے بھاگتا ہے۔کئی تو ایسے بدنصیب ہوتے ہیں کہ مسجد میں آنے کے لیے ان کا دل آمادہ ہی نہیں ہوتا.

ان کا جواب سن کے سالم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور دل الگ ہی لیہ میں دھڑکنے لگا۔

اس لڑکے نے بھی بات کو سمجھتے ہوئے سر جھکایا۔

اب سالم کا وہاں بیٹھے رہنا مشکل ہو رہا تھا وہ فوراً وہاں سے اٹھا اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔ صبح کی سفیدی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔

**********۔

سِلاح کی آنکھ ایک بند کمرے میں کھلی تھی۔ جو کو مکمل آرائش و زیبائش سے آراستہ کمرہ تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو دھندسی تھی۔ اس نے پلکیں جھپکیں۔ منظر ذرا واضح ہوا۔ وہ آنکھیں مسلتی ہوئی آہستہ سے کہنی کے بل اٹھی اور آس پاس دیکھنے لگی۔ لیکن وہاں اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھی لیکن دروازہ بھی مقفل تھا۔ وہ زور زور سے دروازہ پیٹنا لگی لیکن شاید کوئی وہاں موجود نہ تھا جو اس کے آواز سن سکتا۔ وہ کتنی دیر ایسے ہی روتی چیختی چلاتی دروازہ پیٹتی یاں پھر کھڑکیاں کھولنے کی کوشش کرتی۔ لیکن سب کچھ بے سود تھا۔ پھر وہ تھک ہار کر ایک طرف بیٹھ گئی۔ اور روتی ہوئی اپنے رب سے التجا کرنے لگی۔ ایک نعت جو وہ ہمیشہ پڑھا کرتی تھی جب اسے کوئی پریشانی ہوتی تو وہ نعت اسے حوصلہ دیتی تھی۔ ابھی بھی وہی نعت پڑھ رہی تھی۔

اے شاہ امم

اک نظر کرم

میری لاج تمہارے ہاتھ

سرکار

میری نیا لگا دو

اپنے کرم سے پار

ٹوٹی ہوئی آس ہوں میں

دکھ سے بھرا دل ہے میرا

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Urdu News

وہ روتی ہوئی یہ الفاظ ادا کر رہی تھی۔

باہر کھڑی خانم جو کہ ایک 45 سالہ خواجہ سرا تھی۔وہ اس کے لیے ہار سنگھار کا سامان لے کے آئی تھی۔سِلاح کی درد میں ڈوبی خوبصورت آواز سن کے اس کے قدم ادھر ہی تھم گئے۔وہ مبہوت سی اس کی آواز سننے لگی۔

سِلاح نے ابھی آدھی نعت پڑھی تھی جب وہ سسکیوں سے رونے لگی۔

اس کے رونے کی آواز سے افسوں ٹوٹا۔اور خانم فوراً دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی۔

سِلاح اِس اچانک افتادہ پر چونک اٹھی۔اور حیرانگی سے سامنے کھڑے وجود کو دیکھنے لگی۔جو آدھی مردانہ اور آدھی زنانہ وجاہت لیے اور میک اپ سے لدا چہرہ لیے اس کے سامنے تھا۔

خانم سِلاح کی خوبصورتی اور مصومیت کو دیکھ کر ٹھٹکی۔اور پھر اپنے ہاتھ لہراتی ہوئی بولی۔

"ماشااللہ صورت کی طرح آواز بھی بہت خوبصورت ہے۔کون ہے تو"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں ایک غریب لڑکی ہوں۔مگر عزت دار ہو آپ کو اللہ کا واسطہ ہے۔میری عزت بچا لیجئے مجھے نہیں پتا یہ لوگ مجھے یہاں کیوں اٹھا کر لائے ہیں" سِلاح اس کے سامنے ہاتھ جوڑے روتی ہوئی التجا کرنے لگی۔

خانم نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھامے اور افسوس سے بولی "صرف دو ہی وجہ ہو سکتی ہیں۔یاں تو توں نے کسی مرد کی غیرت کو للکارا ہو گا۔یا پھر اس مرد کی مردانگی پر تھوک دیا ہو گا۔کچھ ایسا ہی کیا ہے نہ تو نے ہیں نا میری بچی"

"میرا کوئی نہیں ہے نا باپ نا بھائی اور نا ہی" وہ کچھ بولتے بولتے چپ ہو گئی اور پھر خانم کے پاؤں میں بیٹھ گئی اور رونے لگی۔

خانم نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور پیار سے بولی "اٹھ میری بچی تو شادی شدہ ہے۔" "

"ہاں" اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا نام ہے اس کا" خانم نے اس سے پوچھا۔

"حمد سالم شاہ نام ہے میرے شوہر کا۔شادی کی صبح ہی مجھے بے آسرا کر کے چلا گیا۔سائبان بننے آیا تھا۔مگر اس نے تو میرے پیروں تک کی زمین بھی چھین لی۔" اس نے کرب سے کہتے ہوئے اپنی آنکھیں مینچ لیں۔

خانم نے افسوس بھری آہ خارج کی۔اور دکھ سے بولی "ایسے نام نہاد شریفوں سے تو بازار حسن کی طوائفیں ہی اچھی۔یہ عورتیں اپنی عزت کا سودا بھی کرتی ہیں تو بڑی ایمانداری کے ساتھ کرتی ہیں۔اور یہ شریف مرد بے ایمانی بھی ایمانداری کے ساتھ نہیں کرتے۔"

"میری مدد کریں پلیز آپ خود بتائیں میں کہاں جاؤں کس سے مدد مانگو۔کس سے اپنے لیے بے پناہ مانگو۔"

وہ خانم کے ہاتھ تھامے التجا کرتی ہوئی بولی۔"پلیز میری عزت بچا لیجئے میرا کوئی نہیں ہے۔مجھے آپ سے بہت امید ہے آپ کو اللہ کا واسطہ ہے مجھے یہاں سے نکال دیں "

خانم پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی"ویسے تو میں نے اپنی ساری زندگی گناہوں میں گزار دی ہے۔مگر تمہارے چہرے کی معصومیت دیکھ کر تو میرا دل کرتا ہے کہ میں ایک نیکی کر ہی لوں "

سِلاح نے نظریں اٹھا کے مدد طلب نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔خانم نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

**********۔

سالم وہاں سے نکلتے ہی اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی سڑک کی جانب دوڑانے لگا۔

-اس وقت اس کے ذہن میں مختلف خیالات چل رہے تھے۔کبھی فقیر سائیں کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے،تو کبھی صبیحہ بیگم اور حرا کے،تو کبھی رضیہ بیگم

کے،،اور پھر سِلاح کا معصوم سراپا اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا۔اس نے تکلیف سے آنکھیں بند کیں اور ہوا میں سانس خارج کیا۔اور پریشانی سے اپنے ماتھے کو چھوا۔اسے لگ رہا تھا کے اس نے سِلاح کے ساتھ غلط کیا ہے اس لئے اس کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔

فوراً سے پہلے اس نے فیصلہ کیا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔اس نے گاڑی سِلاح کے گھر کی طرف موڑی اور اپنے دوست تیمور کو کال کی۔جو اس علاقے کا ایس پی تھا۔

السلام علیکم! تیمور کیسے ہو تم۔

"الحمدللہ میری جان میں ٹھیک ہوں تم کیسے ہو۔آخر اتنے دنوں بعد تجھے یاد آ گئ میری" وہ حال احوال کے بعد شکوہ کرتے کرنے لگا۔

"میں اس وقت بہت ٹینشن میں ہوں یار۔تیرے شکوے شکایتوں کے جوابات بعد میں دوں گا۔پہلے میری بات سن ایک بہت ضروری کام ہے" سالم سنجیدگی سے بولا۔

سالم کے سنجیدہ لہجے کو محسوس کرتے ہوئے وہ بھی سنجیدہ ہوا۔"ہاں بول میں سن رہا ہوں کیا کام ہے"

ان دونوں کی دوستی ایسی ہی تھی انمول کے بنا کچھ کہے ایک دوسرے کے ہر بات سمجھ جاتے تھے۔ایک تیمور ہی تو اس کا ایسا دوست تھا جو اس کے بچپن سے لے کر اب تک ہر دکھ درد کا ساتھی تھا۔

"ابھی پتا لگوا کے مسعود عالم کا چھوٹا بھائی حمزہ اس وقت کہاں ہے۔"سالم اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی پتا لگواتا ہوں اور"اس سے پہلے کہ تیمور اور کچھ پوچھتا۔سالم نے کھٹاک سے فون بند کر دیا۔

"مجال ہے جو یہ بندہ پوری بات سن لے" تیمور نے غصے سے دانت پیستے ہوئے فون کو گھورا جیسے وہ سالم شاہ ہو۔

****

سالم سید ھا سِلاح کے گھر کی طرف آیا تھا۔اور باہر کھڑا اب دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔جب دور سے رضیا بیگم اسے دیکھ کے اس کے قریب آئیں اور حیرانگی سے بولیں۔

"تم اور یہاں"

"جی میں سالم شاہ آپ نے پہچانا مجھے "سالم رضیہ بیگم کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا" وہ اس رات میں آیا تھا میں ذرا ٹھیک نہیں تھا میرا نکاح ہوا تھا سِلاح سے۔ اگر آپ کو یاد ہو تو "وہ شرمندگی سے نظر جھکاتے ہوئے بولا۔

"یاد ہے بہت اچھی طرح یاد ہے۔ میرے ہاتھ پر پیسے رکھ کے چلے گئے تھے تم" وہ طنزیہ لہجے میں اسے جتاتی ہوئی بولیں۔

"سِلاح کہاں ہے" وہ ان کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔

"میں خود صبح سے دو تین بار یہاں آچکی ہو لیکن یہاں کوئی نہیں ہے۔ ہم تو سمجھے تھے کہ وہ تمہارے پاس گئی ہے" وہ فکرمندی سے بولیں

"کیا مطلب" وہ کنفیوز سا بولا۔

"ارے وہ تمہارے پاس نہیں گئی" رضیہ بیگم پریشانی سے بولی۔

"نہیں" سالم نے فوراً جواب دیا۔

"وہ کہاں جاسکتی ہے" رضیہ بیگم خود سے بڑبڑائیں۔

اسی وقت سالم کا فون بجا۔ سالم نے جیب سے موبائل نکال کے دیکھا تو موبائل پہ

تیمور رینگنگ آرہا تھا۔اس نے برق رفتاری سے فون اٹھایا۔

"ہاں تیمور بولو کیا خبر ہے"فون اٹھاتے ہی وہ بے صبری سے پوچھنے لگا۔

"ہاں میرے شیر تمہارا کام ہو گیا ہے حمزہ کے ٹھکانے کا پتہ چل گیا ہے۔اور تمہارے ساتھ ساتھ میرا کام بھی ہو گیا اتنے عرصے سے مسعود عالم کے خلاف ثبوت ڈھونڈ رہا تھا۔آج رنگے ہاتھوں پکڑ کے اس کا قصّہ بھی تمام کرتا ہوں۔" تیمور پر جوش ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے تم لوگ وہاں پہنچو میں بھی پہنچتا ہوں" یہ کہتے ہی اس نے فون بند کیا اور رضیا بیگم کی طرف موڑا اور اپنی جیب سے کارڈ نکال کے ان کی طرف بڑھایا اور بولا۔

"پلیز میرا کارڈ رکھ لیجئے۔اگر سِلاح سے کوئی رابطہ ہو تو اس سے کہیے کہ پلیز مجھے فون کرے"۔

رضیا بیگم نے اس کے ہاتھ سے کارڈ پکڑ لیا اور ہاں میں سر ہلایا۔

سالم ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جلدی میں وہاں سے نکل گیا۔

**********۔

خانم نے ہار سنگھار سے بڑھا ہوا تھال اس کی طرف بڑھایا اور بولی "یہ سامان پکڑو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ"

سِلاح نے حیرت اور دکھ سے خانم کی طرف دیکھا۔ جیسے اُس کی سب التجائیں بے سود گئی۔

خانم جو اس کی آنکھوں کی حیرت پڑھ چکی تھی فوراً بولی "ارے میری بچی ایسا کچھ نہیں ہے جیسے تم سوچ رہی ہو۔ میں یہ اس لیے کہہ رہی ہوں کے تمہیں یہاں سے نکلنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا پڑے گا۔

کیونکہ مسعود عالم نے حکم دیا ہے کہ تمہیں تیار کر کے نیچے لایا جائے۔ اس کے کتے ساری حویلی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسی لیے ہمیں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہو گا۔ میں جو کہہ رہی ہو ویسا کرو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں تمہیں باعزت یہاں سے نکال دو نگی۔" خانم نے آگے بڑھ کے شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

سِلاح نے خانم کو دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ اور اپنا چہرہ صاف کر کے خانم کے

ہاتھوں سے سامان پکڑا اور تیار ہونے کے لئے چلی گئ۔

جتنی دیر میں وہ تیار ہو کے باہر نکلی۔اتنی دیر میں خانم اپنا کام کر چکی تھی۔

سِلاح کے باہر آتے ہی اس نے اسے بتایا"میں نے مسعود عالم کے کمرے میں جہاں وہ تمہیں لے کے جائے گا وہاں ایک گلاس رکھا ہے میں نے اس میں نیند کی گولیاں ملا دی ہیں۔جب وہ اسے پیئے گا تو تھوڑی دیر میں اپنے ہوش سے بیگانہ ہو جائے گا۔تم فورا وہاں سے بھاگ آنا میں اسی کمرے میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔آگے تمہیں یہاں سے نکالنا میرا کام ہے۔"خانم نے اسے تسلی دیتے ہوئے اپنا پورا پلین بتایا۔

سِلاح نے خانم کو مشکور نظروں سے دیکھا۔اور آگے بڑھ کے اس کے گلے لگ گئ۔اس کے ایسے گلے لگنے سے خانم کی آنکھیں نم ہوئی۔خانم نے فورا خود کو سنبھالتے ہوئے اس سے خود سے جدا کیا اور نم آنکھوں سے مسکرا کر اس کے سر پہ بوسہ دیا اور اس کا ہاتھ پکڑے نیچے کی طرف بڑھی گئی۔

****

مسعود عالم، حمزہ، منشی دلدار، اور اس کے دوسرے ساتھی جو اس کے گھٹیا کام میں اس

کے حصے دار تھے۔ دنیا کی نظر میں نام نہاد شرفاء کی حیثیت سے جانے جاتے تھے لیکن ان کا اصل روپ اتنا گھنونا تھا۔ وہ سب آج یہاں بے بس اور مجبور لڑکیوں کی عزت کا سودا کرنے بیٹھے تھے جو سِلاح کی طرح ان کے چنگل میں پھنس چکی تھی۔ وہ سب نشے میں دھت اور ہاتھوں میں مزید شراب کے گلاس پکڑے سامنے رقص کرتی دوشیزاؤں کا رقص دیکھنے میں مصروف تھے۔ ہر طرف عجیب سا غلاظت بھرا ماحول تھا ۔ موسیقی اپنے عروج پر تھی۔ وہاں پر موجود ہر شخص شیطان کا پیروکار معلوم ہوتا تھا کسی کے دل میں بھی خوف خدا اور موت کا ڈر نہیں تھا۔ وہ دنیا کی رعنائیوں میں اس قدر کھو چکے تھے کہ موت کا تصور بھی ان کی سوچ سے محو ہو چکا تھا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ ۫ وَّلَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۷﴾

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر کر دی ہے اور ان کی آنکھوں پر

پردہ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اور پھر ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۬ۙ بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ ﴿۱۰﴾

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ان کے دلوں میں بیماری تھی اللہ تعالٰی نے انہیں بیماری میں مزید بڑھادیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قرآن پاک میں ان جیسوں کو مخاطب کرتا ہے

صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ فَہُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿ۙ۱۸﴾

بہرے گونگے اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں لوٹتے۔

اسی دوران منشی دلدار بولا۔

"سرکار میں نے ایک شعر عرض کرنا ہے"

مسعود عالم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اجازت دی۔

اجازت ملتے ہی منشی دلدار ہنستے ہوئے بولا۔

عرض کیا ہے۔

"گزری سیاہ کاری میں

یارب تمام عمر"

سب نے خباثت سے ہنستے ہوئے اسے داد دی۔اور وہ کمینگی سے مسکراتے ہوئے

مسعود عالم کو دیکھ کے بولا۔

"سرکار معمولی سا قرض دے کر۔اتنی بڑی دولت حاصل کرلی"۔سب نے اس کی اس بات پہ قہقہہ لگایا۔

پھر اچانک ہی وہ سنجیدہ ہوا اور اپنا ہاتھ اپنی گال پر لے جا کر گال کو سہلانے لگا اور بولا۔

"سرکار میں نے تو اپنا حساب برابر کردیا ہے۔اب آپ اپنی قیمت وصول کیجئے۔"

اس کے بات سن کے مسعود عالم آگے کو جھکا۔اور حیوانیت منہ پہ سجائے بولا "تو اپنے حساب کتاب کا بہت پکا ہے دلدارا. لیکن میں بھی کسی سے کم نہیں ہو۔اس بلبل سے ایسے حساب کتاب برابر کروں گا کہ بس" اپنی بات ادھوری چھوڑ کے قہقہہ فضا میں بلند کیا۔وہاں پر بیٹھے ہر شخص نے اس کے قہقہے میں اس کا بھرپور ساتھ دیا۔

"بالکل سرکار اب آئے گا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔اب مزا آئے گا۔" منشی دلدار نے شیطانی مسکراہٹ چہرے پہ سجائی۔

"اس گوہر کو نایاب اب ہم بنائیں گے "مسعود عالم کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا ۔اسی وقت خانم سِلاح کو لے کر اندر داخل ہوئی۔وہاں پر موجود ہر شخص کی نظر اس کی طرف اٹھی اور پھر پلٹنا بھول گئی۔سِلاح کو دیکھ کے سب کی رال ٹپکی تھی۔سب کی

شہوت زدہ نظریں اسے اپنے اندر دھنسی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

منشی دلدار اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے ارد گرد چکر کاٹ کے اسے عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔"سرکار ابھی تک آپ نے اس کی آواز نہیں سنی جتنی یہ خود خوبصورت ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی آواز خوبصورت ہے جیسے کوئل کی کوک ۔ذرا سینیے تو"اور پھر سِلاح کی طرف دیکھ کر ترحم سے بولا۔"اے لڑکی چل گانا شروع کر اپنی سریلی آواز ہم سب کو بھی تو سنا "

سِلاح نے شعلہ برساتی نظروں سے سب کی طرف دیکھا اور وہاں سے واپس اسی کمرے کی طرف بھاگ گئی جہاں سے آئی تھی۔

مسعود عالم بھی اٹھ کے اس کے پیچھے کمرے میں چلا گیا۔

اسی لمحے سالم، تیمور اور اس کی ٹیم کے ساتھ ہال میں داخل ہوا۔ان کی نظر جب سامنے اٹھی تو سامنے کا منظر کسی ہائی کلاس قلب کا منظر پیش کر رہا تھا۔

سالم نے اپنی گن سے حمزہ کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے شراب کے گلاس کا نشانہ لیا۔گلاس چھن کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا۔حمزہ نے پہلے ہاتھ اور پھر سامنے کھڑے

سالم کی طرف دیکھا تو

اس کا رنگ فق ہو گیا۔ گولی چلنے کی آواز سنتے ہیں سب پہلے ہی اپنی جگہ ساکن ہو چکے تھے۔ سالم اور تیمور بنا کسی کو بھاگنے کا موقع دیئے اپنے شکنجے میں لے لیا تھا۔ مسعود عالم کے پالتو کتوں کو وہ پہلے ہی باہر سب کو ٹھکانے لگا آئے تھے۔ اب حال میں صرف حمزہ ، منشی دلدار، ان کے پارٹی ممبرز، سالم، تیمور اور اس کی ٹیم موجود تھی۔ تیمور نے اپنی آفیسرز کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کر لیا جائے۔ تبھی سالم بولا "باقی سب کو لے جاؤ لیکن اس حمزہ کی طرف میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں اس سے پہلے میں نپٹو گا ۔"یہ کہتے ہیں سالم آگے بڑھا

_*************

سِلاح بھاگتی ہوئی اسی کمرے میں آئی تھی۔ جہاں سے ابھی خانم اسے لے کے گئی تھی۔ اور اپنے ہاتھوں میں پہنے ہوئے گجرے اتار کے پھینکے اور گھٹنوں میں سر دے کے رونے لگی۔

جب پیچھے سے لڑکھڑا کے چلتا ہوا مسعود عالم کمرے میں داخل ہوا۔ اور دروازہ بند کر دیا ۔اور سِلاح کی طرف بڑھا اور بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میرا نام

معصود عالم ہے تمہارے باپ نے مجھ سے قرض لیا تھا۔اب وہ تو رہا نہیں ۔"اور پھر اپنا ہاتھ بڑھا کے اس کے کندھے کو چھونے لگا اور بولا "تو اب تو قرض اتارے گی اس کا"

اس کے چھونے سے سِلاح کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا جسم آگ میں دہکنے لگا ہو ۔سِلاح نے زور سے اس کا ہاتھ جھٹکا اور فوراً اٹھ کے دیوار کے ساتھ جا لگی۔

مسعود عالم اپنا جھٹکا ہوا ہاتھ دیکھ کر مسکرایا اور اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

" سنا ہے بڑی انا والی ہے تو پر اب وقت آگیا ہے کہ تو اپنی انا کو قربان کر کے اپنا احسان اتار "قریب آ کے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے چھونے لگا۔سِلاح کو اس کے چھونے سے کراہت محسوس ہوئی تھی۔اس نے اسے پیچھے کی طرف دھکا دیا ۔لیکن وہ صنف نازک کہاں اس دیو ہیکل کہ مقابلہ کر سکتی تھی ۔وہ بس ذرا سا لہرا کے پیچھے ہوا اور پھر ہنستے ہوئے بولا "کیوں خود کو تھکا رہی ہو۔یہ تمہارے بس کا کام نہیں۔تم بس خود پیار سے میری باہوں میں آجاؤ۔ویسے ایک بات تو بتاؤ یہ شراب کا نشہ ہے یا تمہاری حسن کا نشہ کہ جو مجھے مدہوش کر رہا ہے۔میری آنکھیں تمہیں دیکھ نہیں پا رہی"وہ آنکھیں مسلتا ہوا بولا۔

"میرے قریب مت آنا ورنہ مار دوں گی" سِلاح بنا ڈرے ہاتھ اٹھا کے اسے دھمکی دیتی ہوئی بولی۔اس کی بات سن کے وہ قہقہہ لگاتا ہوا اس کے قریب آ کے بولا۔

"بچپن میں بہت ساری تتلیاں پکڑتا تھا میں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں اڑتی رہتی تھی مگر میں پکڑ ہی لیتا تھا" اس نے سِلاح کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ میں نے کہا میرا ہاتھ چھوڑو" وہ ہذیانی کیفیت میں چلائی۔وہ بنا سِلاح کی کسی مزاحمت کا اثر لیے ہوئے بولا۔

"میں ان تتلیوں کو مسل کر ادھ موا چھوڑ دیتا تھا" اور پھر خباثت سے مسکرایا۔اسی وقت سِلاح کی نظر پاس ٹیبل پار کر پڑھے گلدان پر پڑی۔اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر وہ گلدان اٹھا کر اس کے سر پر مارا۔مسعود عالم جو اس حملے کے لیے تیار نہ تھا خود کو سنبھال نہ سکا۔گلدان کی نوک اس کے سر پر لگی تھی جس کی وجہ سے خون بہنے لگا۔وہ پہلے ہی نشے میں تھا اور پھر یہ چوٹ لگنے سے وہ ہوش سے بیگانہ ہو گیا اور زمین بوس ہو گیا۔

سِلاح نے اسے خون میں لت پت زمین پر پڑے دیکھا تو ایک دم اس کے بھی اوسان خطا ہوئے تھے۔لیکن پھر جلدی خود کو سنبھال کے وہ دروازہ کھول کر باہر کی طرف

بھاگی۔جب کہ سامنے سے آتی ہوئی خانم سے ٹکرا گئی۔

"کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو میری بچی" خانم نے اس کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کے پوچھا۔

"وہ میں نے اسے مار دیا اس کے سر میں" اس سے کچھ بھی بولا نہیں جا رہا تھا۔خانم نے اس کو وہیں چھوڑا اور کمرے کی طرف بڑھی اور سامنے کا منظر دیکھ کے اسے جھٹکا لگا تھا۔وہ آگے بڑھیں اور مسعود عالم کی نبض چیک کی۔وہ ابھی زندہ تھا۔

خانم فوراً اس کے پاس آئی اور بولی "کچھ نہیں ہوا اسے وہ ابھی زندہ ہے۔ایسے شیطان صفت انسان اتنی جلدی نہیں مرتے۔تم بس اب یہ ساری باتیں چھوڑ دو اور بس یہاں سے نکلنے کی کرو۔باقی میں سب دیکھ لوں گی۔"

خانم کی بات سن کے کہ وہ زندہ ہے اس کے دل کو سکون ملا تھا کیونکہ وہ کسی بھی انسان کی قاتل نہیں بننا چاہتی تھی۔

خانم نے اس کو ایک چادر دی جس میں اس نے خود کو لپیٹا۔وہ جانے کے لئے مڑی تھی جب خانم نے اسے روک کے اپنے گلے لگایا اور بولی "تم مجھے بہت یاد آؤ گی میرے بچی "

" مجھے بھی خانم " وہ اس سے الگ ہوئی اور اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

" چلو جاؤ زیادہ وقت نہیں ہے۔۔اللہ کی امان میں دیا میں نے تمہیں۔اللہ تمہارا نگہبان ہو۔"اس کو دعائیں دیتے ہوئے خانم نے اسے رخصت کیا۔وہ بھی اس کا شکریہ ادا کرکے حویلی سے باہر نکلی۔لیکن باہر کا منظر دیکھ کے سِلاح کی آنکھیں پتھر ہوئی۔

سامنے سالم شاہ ایک لڑکے کا گریبان پکڑے اسے گاڑی میں بٹھا رہا تھا۔پیچھے ایک پولیس کی ٹیم تھی

جنہوں نے کچھ اور آدمیوں کو بھی گرفتار کیا ہوا تھا۔جن میں ایک منشی دلدار تھا۔

تیمور نے وہاں پر موجود لڑکیوں کو باعزت طریقے سے بازیاب کروالیا تھا اور اپنے افسرز کو حکم دے رہا تھا کہ وہ انہیں ان کے گھروں تک باحفاظت پہنچادیں۔

سالم حمزہ کو گاڑی میں ڈال کے تیمور سے کچھ بات کرنے کے لیے موڑا ہی تھا کہ اس نے ایک درخت کے پیچھے کھڑے وجود کو دیکھا۔اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ ہوا کہ سِلاح یہاں کیسے اور کیونکر ہوسکتی ہے۔وہ تیمور کو انتظار کرنے کا کہہ کے اس کی طرف بڑھا۔

سِلاح جو پتھرائی نظروں سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔سالم کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر ہوش کی دنیا میں واپس لوٹی۔

سالم اس کے قریب آیا اور حیرانگی سے پوچھنے لگا "آپ یہاں اس وقت کیا کر رہی ہیں"

سِلاح نے بنا اس کی بات کا جواب دیے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔سالم کو لگا جیسے اس نے اِسے پہچانا نہیں تو دوبارہ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا "میں سالم کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں"

"پہچان لیا ہے ایک شوہر جو اپنی بیوی کو چھوڑ کر چلا گیا تھا" وہ طنزیہ لہجے میں اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

سالم اس کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے دوبارہ پوچھنے لگا "آپ ٹھیک ہیں آپ کو کچھ ہوا تو نہیں سب کچھ ٹھیک ہے نا"

"اتنی فکر تھی تو مجھے چھوڑ کر ہی کیوں گئے تھے " وہ اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتی ہوئی اس سے سوال پوچھنے لگی۔

"چلو گاڑی میں بیٹھو" اس کی کسی بھی بات کا جواب دیے بنا اپنی بات کہہ کے آگے بڑھ گیا۔

"مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا" سِلاح نے پیچھے سے اونچی آواز میں جواب دیا۔

"سِلاح مجھے دیر ہو رہی ہے چلو میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھو" اب کی بار وہ ذرا غصے سے بولا۔

"میں نے کہا کہ مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا" سِلاح نے بھی اسی کے لہجے میں جواب دیا۔

سالم نے ہوا میں ایک سانس خارج کی اور واپس مڑا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے گاڑی تک لے گیا۔ یہ سب اس نے اتنا اچانک کیا تھا کہ سِلاح کو کچھ کہنے یا مزاحمت کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔

اس کو گاڑی میں بٹھا کر گاڑی کو لاک کیا اور تیمور کی طرف مڑا۔ تیمور جو یہ سب کچھ دیکھ کر حیران تھا۔ فوراً سالم کے پاس آیا اور سوال کرنے لگا۔

"یہ سب کیا ہے سالم "

"ابھی صحیح وقت نہیں ہے بعد میں سب کچھ بتادوں گا ابھی نکلو یہاں سے۔اور ہاں حمزہ کو پہلے میرے ٹھکانے پر لے کے جاؤ گے تم۔اپنے آفیسر ز کو بولو دوسروں کو پولیس سٹیشن لے جائیں" سالم وہی تیمور کو اس کی سوچوں میں غلطاں چھوڑ کے گاڑی میں آ کے بیٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔

پورا راستہ سِلاح اور سالم کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔نا ہی سالم نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی اور نا اس نے۔

تقریباآدھے گھنٹے کی مسافت طے کر کے وہ ایک فام ہاؤس پہنچے تھے۔جہاں پر تیمور پہلے سے ہی موجود تھا۔

سالم گاڑی سے اترا اور سِلاح کو بھی اترنے کا اشارہ کیا۔بنا مزاحمت کیے وہ گاڑی سے باہر نکلی۔سالم نے ملازمہ کو آواز دی اور اسے کچھ ہدایات دے کے اسے اس کے ساتھ بھیج دیا۔سِلاح جانے کے لئے مڑی تھی جب اس نے آواز دی ۔"مجھے ایک ضروری کام ہے میں تھوڑی دیر تک واپس آجاؤں گا پھر ہم گھر چلیں گے تب تک آپ فریش ہو جاؤ اور تھوڑا آرام کر لو"

اور بنا اس کا جواب سنے وہ تیمور کے ساتھ فارم ہاؤس کی لیفٹ سائیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

وہ پیچھے غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی فارم ہاؤس کے اندر چلی گئی۔

***********۔

یہ فارم ہاؤس کی لیفٹ سائیڈ پہ بنا ہوا ایک بڑا سا اندھیرے میں ڈوبا ہوا کمرہ تھا۔ جہاں حمزہ زخموں سے چور ادھ موا سا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ سالم نے اس کا حشر بگاڑ کے رکھ دیا تھا۔ ابھی بھی سالم کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا اگر تیمور اسے نہ روکتا تو شاید اسے جان سے ہی مار دیتا۔ سالم نے تیمور کو سب کچھ بتا دیا تھا سب سچ جان کے تیمور کا بھی دل کیا کے اسے جان سے مار دے لیکن وہ قانون کا رکھوالا تھا جو قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا تھا۔

حمزہ سے نپٹنے کے بعد وہ تیمور کو حمزہ کو گھر لے جانے کا کہہ کر خود سِلاح کی طرف آیا۔

وہ جو لاؤنج میں ہی بیٹھی تھی اس کو آتا دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلے ہمیں گھر جانا ہے" سالم اس کی طرف آتے ہی بولا۔

"آپ مجھے میرے گھر چھوڑ دیں پلیز "سِلاح نے نارمل سے لہجے میں کہا۔

"جی ٹھیک ہے چلیں "سالم نے بھی نارمل سے لہجے میں جواب دیا۔

اس کے فوراً مان جانے پر سِلاح کے دل میں ایک ٹھیس سی اٹھی۔اسے لگا تھا کہ شاید وہ اس سے روکے گا۔اس کی آنکھ سے ایک آنسو بے مول ہوا لیکن پھر وہ خود کو نارمل کرتی ہوئی اس کے ساتھ چل دی۔

****

رات سے لے کر اب تک حِرا اپنے کمرے میں ہی قید تھی۔اور کل سے نہ ہی اس نے کچھ کھایا تھا اور نہ ہی کچھ پیا تھا۔صبیحہ بیگم بھی کل سے اس کے کمرے میں نہیں گئی تھی۔

اب اچانک پتہ نہیں ان کے دل میں کیا خیال آیا کے وہ نگینہ سے کھانے کی ٹرے بنوا کر خود اس کے کمرے میں لے کر گئی۔

دروازہ کھولا تو وہ لاک نہیں تھا۔وہ اندر داخل ہوئی تو سامنے حِرا اوندھے منہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔

صبیحہ بیگم نے ہیرا کو دو تین بار آواز دی تو وہ آنکھیں کھول کر انہیں دیکھنے لگی اور پھر سیدھی ہو کر اٹھ کے بیٹھ گئی۔اس کی آنکھیں مسلسل رونے اور ساری رات نہ سونے کی چغلی کھا رہی تھی۔آنکھیں مسلسل رونے اور جاگنے کی وجہ سے سرخ ہو چکی تھی۔وہ بہت ہی قابل رحم لگ رہی تھی۔

صبیحہ بیگم نے اسے فریش ہونے کا بولا تو بنا کچھ بولے فریش ہونے چلی گئی۔وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی۔

فریش ہو کر جب آئی تو صبیحہ بیگم نے اس کے سامنے کھانا رکھا اور بولی "کھانا کھالو"

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے" حرا نے نظر جھکائے ہوئے جواب دیا۔صبیحہ بیگم نے ایک سانس ہوا میں خارج کیا اور پھر بولنا شروع ہوئی۔

"میں نے مانا کے تم لوگ مجھے اپنی ماں نہیں سمجھتے۔مجھے اپنی ماں کا قاتل سمجھتے ہوں۔اور نہ ہی میں نے کبھی تم لوگوں کو ماں کا پیار دیا ہے۔لیکن آج جو تمہارے ساتھ ہوا ہے ایک انسان ہونے کے ناطے مجھے بہت زیادہ دکھ ہے۔" پھر وہ تھوڑی دیر سانس لینے کو رکیں۔ہیرا خاموشی سے ان کی بات سن رہی تھی۔

" میں نے تمہاری ماں کو نہیں مارا۔دیکھو اگر محبت سچی ہو تو کسی تیسرے کی گنجائش بنتی ہی نہیں ہے۔مگر تمہاری ماں کی محبت میں کہیں نہ کہیں شاید کوئی کمی تھی جو تمہارے باپ نے مجھ سے شادی کی۔تمہاری ماں کو توڑا بے وفائی کی ضرب سے اور مجھ سے دوسری شادی کی۔مگر چھپایا نہیں۔ٹھیک اسی طرح سالم نے نکاح کیا ہے لیکن چھپایا نہیں"۔

"نکاح کیا بھائی نے نکاح کر لیا اور مجھے بتایا بھی نہیں۔کس سے کیا نکاح"وہ حیرانگی سے صبیحہ بیگم کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"سِلاح نام ہے اس کا۔غریب ہے۔مگر بہت خوددار لڑکی ہے وہ۔"صبیحہ بیگم ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

"آپ مل بھی چکی ہیں اس سے"حِرا کو مزید حیرانگی ہوئی۔صبیحہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا۔

حِیرا نے اپنا سر تھام لیا اور آنسوؤں کے ساتھ بولی"یعنی کہ میں اپنی پر فریب دنیا میں اتنی گم تھی کے مجھے خبر تک نہیں ہوئی ۔کے بھائی نے شادی کر لی۔بھائی نے مجھ سے بہن تک ہونے کا حق بھی چھین لیا۔میں اس حمزہ کی جھوٹی محبت میں اتنا کھو گئی کہ بھائی

کی سچی محبت کا رشتہ کھو بیٹھی۔"ہیرا کی تکلیف اتنی بڑھ گئی تھی کہ اس کے آنسو مسلسل بہی جا رہے تھے۔

****

سالم اور تیمور کی گاڑیاں ایک ساتھ شاہ ولا میں داخل ہوئی تھی۔

سِلاح نے شاہ ولا کی اونچی عمارت کی طرف دیکھا تو سالم کی طرف مڑ کے حیرانگی سے بولی "میں نے آپ کو مجھے میرے اپنے گھر لے جانے کو بولا تھا"

"تو میں بھی آپ کو آپ کے گھر میں ہی لے کے آیا ہوں"سالم نارمل سے انداز میں جواب دے کہ اس کو اپنے پیچھے حیران چھوڑ کے گاڑی سے باہر نکل گیا۔گاڑی سے باہر نکلتے ہی اس کے منہ کے تاثرات اس قدر غضبناک ہو گئے تھے۔کے سامنے والا انسان اس کی آنکھوں میں موجود نفرت سے ہی بھسم ہو جاتا۔

سالم چلتا ہوا سامنے تیمور کے ساتھ کھڑے حمزہ کی طرف آیا۔اور نفرت آمیز لہجے میں بولا "تم نے میری بہن کی زندگی تو تباہ کی ہے۔لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ رشتے بندوق کی نوک پر نہیں بنتے۔ہیرا کی زندگی برباد کی ہے تم نے" پاس کھڑے تیمور کہ

دل پر یہ الفاظ ہتھوڑے کی طرح لگ رہے تھے اس کا بس چلتا تو وہ ابھی کے ابھی حمزہ کو جلا کے خاک کر دیتا۔

"دل تو کرتا ہے جان لے لوں میں تمہاری۔ تمہیں پتا بھی ہے کہ کس حال میں ہے میری بہن۔ مر رہی ہے وہ جسے جھوٹے پیار کا جھانسہ دیا ہے تم نے ۔ایک بات تم اچھی طرح سن لو اگر آج تم زندہ ہو تو صرف اس وجہ سے کہ حرا بے پناہ محبت کرتی ہے تم سے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک عام لڑکی کسی کے نام پہ جیتی اور مرتی ہے ۔ورنہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ ابھی جان لے لوں میں تمہاری"

"مجھے معاف کر دو سالم" حمزہ ہاتھ جوڑتے معافی مانگنے لگا۔

"مجھ سے معافی کس چیز کی مانگ رہے ہو تم۔ معافی مانگنی ہے تو اس سے مانگو جس کے مجرم ہوں تم جس کا دل توڑا ہے تم نے۔" وہ غصے سے دھاڑا۔اور پھر خود پر ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم اور میں ایک ہی راہ کے بھٹکے ہوئے مسافر ہیں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے تم میں اور مجھ میں لیکن ایک فرق ہے کہ میں نے کبھی کس کے ساتھ جھوٹ نہیں بولا، جیسے تم کھیلتے ہو کسی کے جذبات کے ساتھ کسی کے احساس کے

ساتھ۔یہ سب کچھ کھیل تماشہ ہے ناں تمہارے لئے۔مزہ آتا ہے نہ تمہیں لیکن یہ سب کرتے ہوئے۔

بھول گئے ہو تم کے ان کھیل تماشوں میں کبھی کبھی کسی کی آہ لگ جاتی ہے۔بد دعا لگ جاتی "اس نے چور نظروں سے سِلاح کی طرف دیکھا ہے۔سِلاح مسلسل اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مجھے معاف کر دو سالم"حمزہ سالم کے سامنے گڑ گڑایا۔

"مجھ سے معافی مت مانگو جس کے مجرم ہو اس سے معافی مانگو چلو میرے ساتھ"اس سے کہتا ہوا اندر کی طرف چل دیا۔

وہ سب لاؤنج میں داخل ہوئے لیکن وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔سالم نے حِرا کہ کمرے کی طرف کا رخ کیا۔وہ تینوں بھی اس کے پیچھے چل دیے۔

اس سے پہلے کہ وہ کمرے میں داخل ہوتا اندر سے آتی آوازوں پر وہ باہر ہی رک گیا۔

"تم فکر مت کرو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا"صبیحہ بیگم ہیرا کو سمجھا رہی تھی۔

"کیسے ٹھیک ہو جائے گا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔میں اپنے اتنے پیار

کرنے والے بھائی کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہیں رہی ان کا مان توڑ دیا

۔میرے بھائی نے نکاح کر لیا۔اور مجھے پتا بھی نہیں۔وہ لڑکی کہاں سے آئی کون ہے

کچھ پتہ نہیں" وہ بے بسی سے روتی ہوئی بولی۔

اسی وقت دروازہ کھول کے سالم اندر داخل ہوا۔ہیرا اور صبیحہ بیگم نے دروازے

کھلنے کی آواز پر پیچھے مڑ کے دیکھا۔تو سالم سامنے کھڑا تھا اور اس کے پیچھے وہ تین نفوس

۔

سالم نے ہیرا کو مخاطب کر کے سِلاح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا" یہ ہے وہ لڑکی

جس سے نکاح کیا ہے میں نے۔"

سالم کے ایسے کہنے پر سِلاح نے پہلے سالم اور پھر ہیرا کی طرف دیکھا۔ہیرا چلتی

ہوئی سِلاح کے قریب آئی۔اپنے ہاتھ آگے بڑھا کے اُس کے ہاتھوں کو تھاما اور اس

کے معصوم چہرے کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"بہت خوش قسمت ہیں آپ۔جو ایک عزت دار بندھن میں بندھ گئی ہیں اور میرے

بھائی بھی بہت خوش قسمت ہیں جنہیں آپ جیسی معصوم اور خوبصورت لڑکی

مل گئی۔اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔" وہ سارے گلے شکوے بھلائے آگے

بڑھی اور سِلاح کو گلے لگا لیا۔

تبھی سالم نے ہیرا کو حمزہ کی طرف متوجہ کیا۔"اسے جانتی ہو تم"

تو ہیرا کی نظر حمزہ پر پڑی۔تو سارا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔اور پھر خود پر ضبط کرتی ہوئی بولی۔"ہاں میں جانتی ہوں۔یہ وہ مرد ہے جو اپنی مردانگی کی زوم میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

سب نے حمزہ کی طرف دیکھا جو نظریں جھکائے ہوئے کھڑا تھا۔

"جب آپ کو آپ کا حق نہیں ملتا تو اس کو چھیننا پڑتا ہے حِرا اپنی پوری زندگی میں نے یہی سیکھا ہے۔پلیز تم بھی سیکھ لو"سالم ہیرا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا.

تبھی حمزہ نے سر اٹھایا اور ہیرا کے آگے ہاتھ جوڑنے لگا"مجھے معاف کر دو ہیرا"

ہیرا نے پہلے حمزہ کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا اور پھر سالم کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہیرا میں جو تمہارے لیے کر سکتا تھا میں نے کر دیا۔یہی ہے ناں تمہاری محبت تمہارے سامنے لا کر کھڑا کر دیا میں نے۔چاہو تو اسے ٹھکرا دو چاہے تو اسے اپنا لو یہ سب تم پہ ہے اب"سالم تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

ہیرا نے کرب سے آنکھیں مینچیں۔اور کی آنسو اپنے دل میں اتارے۔اور پھر چلتی ہوئی حمزہ کے قریب آئی اور مضبوط لہجے میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولی۔

" محبت خیرات کی طرح نہیں اعزاز کی طرح ملنی چاہیے۔دلوں کے رشتے زبردستی نہیں جوڑے جاتے۔تم نے جو میرے ساتھ کیا ہے میں چاہ کے بھی معاف نہیں کر سکتی۔تم نے میری روح کو زخمی کیا ہے۔تمہیں اپنانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔جو خود عزتوں پر ڈاکے ڈالتا ہے وہ میری عزت کا رکھوالا کیسے بن سکتا ہے۔جو زخم تم نے مجھے دیا ہے وہ ساری زندگی ناسور بن کے میرے اندر رہے گا۔میری زندگی تو تم چھین چکے ہو یہ تو بس اب سانسیں باقی ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ کب تک چلتی ہیں۔اور جب تک یہ میری سانسیں چل رہی ہیں میں دوبارہ کبھی بھی تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتی۔ابھی کے ابھی یہاں سے چلے جاؤ جاؤووووووووو "وہ ہزیانی کیفیت میں چلاتی ہوئی بولی۔اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کے زور زور سے چلانے اور رونے لگی۔سب اس کی حالت دیکھ کے گھبر گئے۔سالم آگے بڑھا اور اسے اپنی باہوں میں تھاما۔اور تیمور کو اشارہ کیا کہ وہ اسے یہاں سے لے کر چلا جائے۔تیمور اس اثبات میں

سر ہلاتے ہوئے حمزہ کو وہاں سے لے کر چلا گیا۔

سالم اسے سامنے بیڈ پر لا کر بٹھایا اور نیند کی گولی کھلا کے اسے سونے کے لیٹا دیا۔اور خود اس کے پاس بیٹھ کے اس کے بالوں کو نرمی سے سہلانے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔ سِلاح اور صبیحہ بیگم کو باہر جانے کا اشارہ کر کے خود بھی وہ دروازہ بند کر کے باہر آ گیا۔

صبیحہ بیگم سِلاح کو اپنے گھر میں دیکھ کر حیران ہوئی تھی اور پھر سالم سے استفار کرنے لگی۔

"سِلاح میری بیوی ہے اور وہ اب سے اسی گھر میں رہے گی پوری عزت کے ساتھ۔" سالم نے دوٹوک لہجے میں بات کی اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

صبیحہ بیگم وہی پریشان سی کھڑی رہ گئی۔

سالم نے کمرے میں آ کے اس کا ہاتھ چھوڑا اور اس دیکھتے ہوئے بولا "آج سے یہی آپ کا گھر ہے اور آپ اس گھر کی مالکن ہیں جیسے مرضی جیسے آپ چاہیں آپ یہاں رہ سکتی

ہیں۔اور نیچے جس عورت سے مل کے آرہے ہیں وہ میرے باپ کی دوسری بیوی ہیں۔ان سے ذرا دور ہی رہیے گا کیونکہ مجھے ناں وہ پسند ہیں اور ناں ہی میں چاہتا ہوں کہ آپ ان سے زیادہ مراسم بڑھائیں۔" وہ اپنی ہر بات سے سِلاح کو حیران کر رہا تھا۔وہ بس اس کا چہرہ دیکھ کے رہ گئی۔" مجھے بس یہی کہنا تھا اب آپ جائیں اور فریش ہو جائیں۔میں صبح تک آپ کی ضرورت کا سامان لے آؤں گا۔آپ مجھے سارے لِسٹ تیار کر دیجئے گا۔ابھی کے لیے آپ میرا کوئی ڈریس سلیکٹ کر لیں پہنے کے لیے۔میں اسٹیڈیم میں جارہا ہوں رات کافی ہو گئی ہیں آپ آرام کریں۔" وہ اتنا کہہ کے سٹیڈی روم کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے جانے کے بعد سِلاح نے پورے کمرے کا جائزہ لیا۔وہ کمرہ واقع ہی اس کمرے میں رہنے والے انسان کی نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھا۔بلیک اور وائٹ کنٹراس میں سارا روم سجا ہوا تھا۔کمرے کی دیوار میں تین دروازے تھے۔ایک میں تو ابھی سالم گیا تھا۔تو وہ دوسرے دروازے کی طرف بڑھی۔اس نے پہلا دروازہ کھولا تو حیران رہ گئی پورے ایک بڑے کمرے جتنا باتھ روم تھا۔وہاں کی ایک ایک چیز اپنے قیمتی ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔پھر وہ دروازہ بند کر کے دوسرے دروازے کی

طرف آئی۔وہ ڈریسنگ روم تھا وہ بھی ایک شاندار بڑا سا کمرہ تھا جس میں پوری پوری دیواروں پر المیرہ نصب تھیں۔

وہ اُن طرف بڑھی۔اور ایک پٹ کھول کے دیکھنے لگی۔وہاں بے شمار قیمتیں پینٹ کورٹ کی سلیکشن موجود تھی۔ایسے ہی وہ ہر حصہ کھولتی گئی۔وہاں بیش قیمتی جوتے،واچیز ہر چیز کی سلیکشن موجود تھی۔وہ دیکھ کے حیران تھی کہ اتناسب کچھ بس ایک انسان کے استعمال کا ہے۔پھر اپنے خیالات کو جھٹک کر وہ ٹراؤزر اور ٹی شرٹس کی طرف بڑھی۔پھر ان میں سے ایک اپنے لئے سلیکٹ کر کے واش روم کی طرف چلی گئی۔چینج کر کی آئی وہ کافی تھک چکی تھی۔لیکن پہلے اس نے عشاء کی نماز ادا کی۔اور پھر سونے کے لئے لیٹ گی۔وہ اتنی تھکی ہوئی تھی کہ جلد ہی نینداس پر مہربان ہو گئی۔

****

سالم اسٹیڈیز میں آیا تھا۔اور پھر اسٹیڈیز سے ملحقہ واش روم سے فریش ہونے کے بعد باہر آیا۔اور آ کے اپنی مخصوص چیئر پر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے سر پیچھے چیئر پر ٹکا دیا۔کل سے لے کے اب تک وہ بالکل بھی آرام نہیں کر سکا تھا۔اب جب آرام کرنے بیٹھا تو کل سے لے کر اب تک کے سارے واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم

گئے۔اتنی تھکن کے باوجود بھی اس کی آنکھوں میں نیند کا شبہ تک نہ تھا۔اتنے سالوں سے اس کا یہی معمول تھا۔اسے نیند کبھی خود سے نہیں آئی تھی کبھی سلیپنگ پلز لے کے سوتا یا پھر شراب کا سہارا لیتا۔ابھی بھی وہ اٹھا اور کیبن سے ایک بوتل اور گلاس اٹھا کے لایا۔اور گندا مشروب گلاس میں انڈیلنے لگا۔گلاس ابھی منہ کی طرف لے جانے ہی لگا تھا۔کہ وہ نورانی شخصیت جو اس نے دربار میں دیکھی تھی ان کا سایہ آنکھوں کے سامنے لہرا گیا۔اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔عجیب سی بے چینی اس کی روح میں دوڑ گئی۔اسے گھٹن سی محسوس ہونے لگی تھی۔اس نے شراب کا گلاس وہی رکھا اور خود ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے نے جب اسے چھوا۔تو اسے تھوڑی راحت سی محسوس ہوئی۔لیکن روح اور دل ابھی بھی اضطراب کا شکار تھے۔وہ اپنی کیفیت سے بے بس تھا۔وہ بچپن کے بعد سے ایسے لوگوں سے دور ہی رہتا تھا لیکن آج نا جانے کیوں وہ ان کی طرف خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔اس کے کانوں میں بار بار فقیر سائیں کے الفاظ گونج رہے تھے۔وہ ان آوازوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔اور اپنے اس اضطراب سے پیچھا چھڑانے کے لیے سگریٹ پہ سگریٹ پھونکنے لگا۔لیکن سب کچھ بے سود تھا۔وہ دوبارہ کمرے میں آیا شراب تو اب اس سے

پی نہیں جانی تھی تو دراز سے دو سلیپنگ پیلز نکال کے پانی کے ساتھ نگل لیں۔اور پھر وہی قریب پڑے صوفے پر آدھے لیٹے آدھے بیٹھے انداز میں لیٹ گیا ۔لیٹتے ہی تھوڑی دیر تک اس کی آنکھ لگ گئی۔

************۔

فجر کے وقت مؤذن کی صدا سے سِلاح کی آنکھ کھلی۔وہ آنکھیں مسلتے ہوئے اُٹھی تو اُس کی نظر سب سے پہلے اسٹڈیز کی طرف اٹھی۔دروازہ ابھی تک بند تھا۔وہ سر جھٹکتی ہوئی اٹھی اور وضو کرنے چلی گئی۔وضو کر کے آئی اور جائے نماز ڈھونڈنے لگی لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا اس نے بیڈ کی چادر اٹھائی اور فرش پے بچھا کے نماز پڑھنے لگی۔نماز سے فارغ ہو کے بیڈ پہ آ کے بیٹھ گئی۔کیونکہ قرآن پاک بھی تھا نہیں تو وہ زبانی جو سورہ یاد تھیں پڑھنے لگی۔ایسے ہی وہ کتنی دیر پڑھتی رہی جب اس کی دوبارہ آنکھ لگ گئی۔

************۔

۹ بجے کے قریب سالم کی آنکھ کھلی تھی ساری رات صوفے پر بے آرام سونے کی وجہ سے جب وہ اٹھا تو اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔اس نے زور سے آنکھیں مینچیں۔اور

اپنے ہاتھوں سے سر دبانے لگا۔وہ آنکھیں مسلتے ہوئے اٹھااور اسٹڈیز سے باہر آیا۔تو مدہم سانسوں کی آوازاور نسوانی خوشبواپنےارد گرد سے محسوس ہوئی۔اس نے کسی احساس کی تحت بیڈ کی طرف دیکھاتووہ خوبصورت سا منموہنہ چہرہ لیے معصومیت سے سورہی تھی۔ایک لمحے کیلئے سالم کی نظریں اس کے چہرے اوراس کے ٹھوڑی پہ بنے تل پر ٹھہر گئی۔ایسانہیں تھا کہ سالم شاہ نے کبھی خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی تھی۔اس کی نظر سے بہت سی خوبصورت لڑکیاں گزری تھی لیکن سِلاح میں ایک الگ ہی کشش، معصومیت اور پاکیزگی تھی جس نے سالم کواپنی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کردیا تھا۔اور وہ اپنے دل میں سوچنے لگا۔"کہ کوئی اتنا معصوم اور خوبصورت کیسے ہوسکتا ہے "اس کے دل نے اس کی ٹھوڑی پہ بنے تل کو چھونے کی خواہش کی تھی۔لیکن وہ سر جھٹک کے اپنی خواہش کو تھپکتا ہوا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ بالکل تیار آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بال بنارہا تھا۔جہاں سِلاح کا خوبصورت سراپا اسے واضح نظر آرہا تھا۔وہ بہت کوفت کا شکار ہورہا تھااس کی نظریں بار باراس کی طرف اٹھ رہی تھی۔ایسا سالم شاہ کی زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔

اسی لمحہ سِلاح نے کروٹ بدلی تو بلینکیٹ اس کے اوپر سے اتر گیا۔سالم کی شرٹ اور

ٹراؤزر میں بالکل چھپی ہوئی تھی۔

سالم کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے گھیراؤ کیا تو اس کی گال کا ڈمپل واضح ہوا۔اور یہ خوبصورت ڈمپل آج پتہ نہیں کتنے سالوں بعد نمودار ہوا تھا۔

لیکن یہ صرف ایک لمحے کی بات تھی دوسرے ہی لمحے وہ اپنے ہی خول میں پھر سے قید ہو گیا۔اسے اپنی بے اختیاری پر بے حد غصہ آیا تھا۔پھر غصے سے پورے کمرے میں اپنی نظر دوڑانے لگا۔

۔سالم شاہ نے آج تک اپنی کوئی بھی چیز کسی کے ساتھ شیئر نہیں کی تھی کجا کے اپنی زندگی شیئر کرنا۔لیکن آج ایک نسوانی وجود اس کے ساتھ اس کے کمرے میں اس کے بیڈ پر پورے استحقاق کے ساتھ براجمان تھا۔وہ عجیب سی کوفت اور بے چینی کا شکار ہو رہا تھا اس لئے وہ فوراً کمرے سے باہر نکل گیا۔اور پھر سیدھا وہاں سے ہیرا کمرے کی طرف گیا۔جو بے خبر سو رہی تھی وہ اس کے قریب گیا اور اس کے سر پر بوسہ دے کے اس کے معصوم چہرے کو دیکھنے لگا۔کہ کل تک جس کے چہرے پر اتنی چمک تھی آج وہ چمک ماند پڑ چکی تھی۔وہ افسوس سے سر جھٹکتا ہوا وہاں سے پھر آفیس کی طرف نکل گیا۔

***********۔

باہر سے چھن چھن کرتی آتی دھوپ سے سِلاح کی آنکھیں کھلی تھیں۔وہ فوراًاٹھ کے بیٹھی اور وقت دیکھنے لگی۔سامنے دیوار پر نصب گھڑی گیارہ بجا رہی تھی۔اس نے افسوس سے اپنا سر تھاما کے وہ اتنی دیر تک سوتی رہی۔وہ بیڈ سے اتری اور سیدھا اسٹڈیز کی طرف آئی جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے اندر داخل ہو کے دیکھا تو سالم کمرے میں موجود نہیں تھا۔واپس مڑی اور واش روم کی طرف منہ دھونے چلی گئی۔کیونکہ چینج کرنے کے لئے کپڑے تو ابھی اس کے پاس تھے نہیں تو وہ دوبارہ اپنے کل والے کپڑے پہن کر نیچے کی طرف آئی۔

جہاں ڈائننگ ٹیبل پر پہلے ہی صبیحہ بیگم بیٹھ کر ناشتہ کر رہی تھی وہ ان کے پاس آئی اور ان کے پاس ہی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

صبیحہ بیگم نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا اور بولی۔

"بڑے جلدی ماں کے آ گئی تم سالم کے ساتھ۔"

سِلاح نے نا سمجھی سے ان کی طرف دیکھا اور بولی "جی کیا مطلب میں سمجھی نہیں"

صبیحہ بیگم نے طنزیہ مسکراہٹ چہرے پر سجائی اور کہنے لگی "مطلب یہ پیاری لڑکی کی ایک شخص جس نے تمہیں ٹھکرا دیا ہو۔یہاں تک کہ نکاح کو ہی نہیں مانتا ہوں۔اس شخص کے ساتھ تم اتنے آسانی سے اس کے گھر آگئی۔مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آرہی۔"

سِلاح نے مسکرا کے ان کی طرف دیکھا اور جواب دیا" دنیا کے منہ میں زبان نہیں دو دھاڑی خنجر ہے ، نظریں پتھر ہیں،جو مجھے سنگسار کرنے کے خیال سے ہر پل مجھ پر پڑتی ہیں۔تو ایسے میں ایک لڑکی کو اپنی عزت محفوظ رکھنے کے لئے سب سے مضبوط پناہ گاہ چاہیے ہوتی ہے۔جو اس کے محرم اس کے شوہر کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"تمہاری فیملی میں کوئی نہیں ہے"صبیحہ بیگم نے تاسف سے پوچھا۔

"نہیں کوئی بھی نہیں میرے بابا تھے بس وہ بھی مجھے چھوڑ گئے" اس کی آنکھوں کے پپوٹے آنسوؤں سے بھر گئے۔

صبیحہ بیگم نے افسوس سے ہنکار بھری۔

اتنی دیر میں ملازمہ ناشتہ لے کر آگئی۔تو صبیحہ بیگم اور وہ ناشتہ کرنے لگیں۔اور ساتھ چھوٹی موٹی باتیں بھی۔ تھبی سِلاح نے ہچکچاتے ہوئے صبیحہ بیگم سے پوچھا۔"کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھوں"

"ہاں پوچھو"صبیحہ بیگم نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔

سِلاح نے ایک سانس اندر کھینچی اور بولی۔"رشتے میں آپ میری ساسو ماں لگتی ہیں تو میں آپ کو کیا کہہ کے بلاؤ ماما یا آنٹی"

اور پھر صبیحہ بیگم کا چہرہ دیکھنے لگی۔جن کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آئی تھی۔وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولیں"تمہارے شوہر نے آج تک مجھے ماں نہیں سمجھا اور نہ ہی میں نے اسے بیٹا۔تو ماما کہنا نا ہی مجھے پسند آئے گا اور نہ ہی تمہارے شوہر کو ہاں آنٹی کہہ کے بلا سکتی ہو۔"

سِلاح نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

صبیحہ بیگم ناشتہ ختم کر کے اپنے ڈرائیور کے ساتھ کہیں چلی گئی تھی۔جب سِلاح پورے گھر کا جائزہ لینے لگی۔یہ گھر جتنا باہر سے خوبصورت دکھتا تھا اس سے کہیں زیادہ

اندر سے قابل دید تھا۔وہ ابھی دیکھ ہی رہی تھی جب اس کی نظر سامنے ہیرا کے کمرے پر پڑی تو اس کی طرف بڑھ گئی۔اس نے دروازہ نوک کیا۔

ہیرا جو بیٹھی رو رہی تھی اچانک دروازے کھٹکنے پر آنکھیں صاف کیں اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور رندھی ہوئی آواز میں بولی۔"آ جائیں اندر"

ہیرا کی آواز سن کے وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔سِلاح کو اس وقت اپنے روم میں دیکھ کر ہیرا فوراً اٹھی اور مسکراتی ہوئی اس کے پاس آئی اور خوشی سے بولی۔"ارے بھابھی جان آپ اس وقت میرے روم میں آئیں بیٹھیں" اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں پڑے صوفے کی طرف بڑھ گئی۔

سِلاح بھی مسکرا کے اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔اور اس کا چہرہ دیکھنے لگی جو رونے کی چغلی کھا رہا تھا۔

ہیرا اس سے حال احوال پوچھنے لگی "اور کیسی ہیں آپ اور کیسی رہی پہلی رات آپ کے اپنے گھر میں اچھے سے نیند آ گئی تھی" وہ مسکرا کے پوچھنے لگی۔

"جی سب ٹھیک تھا" اس نے بھی پیاری سی جواب دیا۔

ہیرا نے مسکرانے پر اکتفا کیا اور کچھ سوچتے ہوئے فرش پر بچھے قالین کو دیکھنے لگی۔

جب وہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی "آپ رو رہی تھی"۔

ہیرا نے نظریں اٹھائی تو وہ اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ہیرا نے نظریں چرائی اور مسکرا کے بولی "نہیں تو بس ایسے ہی آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا تو بس آنکھ سے پانی نکل آیا" اتنا کہہ کے آنکھیں صاف کرنے لگی۔

"یہ پانی بہت انمول ہے اسے یوں بے مول نا کیا کریں۔"اس نے پیار سے جواب دیا۔

سِلاح کی بات سن کے ہیرا دکھ سے مسکرائی اور بولی "کچھ انسان خود بے مول ہو جاتے ہیں یہ پانی کیا چیز ہیں"

"اتنی نا امیدی کیوں"اس نے تاسف سے پوچھا۔

"کیا کوئی امید باقی ہے" ہیرا نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

"بلکل ہے امید تو کبھی ختم نہیں ہوتی جب تک زندگی ہے امید باقی ہے امید کا تعلق تو ہماری سانسوں سے ہوتا ہے جب تک سانس ہے امید ہے" سِلاح نے اسے پر امید لہجے میں کہا۔

ان دونوں کو دور بیٹھا ایک نفوس بہت غور سے سن اور دیکھ رہا تھا۔ وہ اور کوئی نہیں حمد سالم شاہ تھا۔

جب سے ہیرا نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ سالم بہت حساس ہو گیا تھا اس ک معاملے میں۔ اسی دن اس نے ہیرا کے کمرے میں کیمرے فٹ کروا دیے تھے۔ اور ابھی وہ بیٹھا اپنے موبائل میں سارا منظر واضع دیکھا رہا تھا۔

سِلاح کی باتیں اس کے دل کو بہت بھا رہی تھی۔ وہ غور سے اسے دیکھ اور سن رہا تھا ۔ وہ معصوم سی لڑکی خود کی طرح دل سے بھی اتنی ہی خوبصورت تھی۔ سالم کے دل نے سوچا۔

"محبّت کرنا میرے لیے ایک گناہ بن گیا ہے۔ سب کچھ ختم ہو گیا میری ہر امید، ہر جذبہ ،میری ذات خاک ہو گئی ہے۔" اس نے روتے ہوئے ہاتھ اس کے سامنے پھلائے اور بولی "یہ دیکھیں میرے ہاتھ خالی ہیں بلکل۔ میری ذات فنا ہو چکی ہے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ سِلاح تڑپ کے آگے بڑھی اور اسے اپنی باہوں میں بھر لیا۔

دور بیٹھے سالم کا بھی دل تڑپا تھا اپنی بہن کی حالت دیکھ کے۔

"محبت تو بہت پیارا، خوبصورت، پاکیزہ اور مقدس لفظ ہے۔یہ کائنات کی تخلیق بھی تو محبت اور عشق پہ ہی تو ہوئی ہے۔اور ایک بات کہوں محبت غلط نہیں ہوتی اور محبت کرنا گناہ نہیں ہے محبت میں بہک جانا گناہ ہے۔اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ محبت میں سب جائز ہے غلط کہتے ہیں۔محبت وہ جائز ہے جس میں پاکیزگی ہو۔پاک محبت جائز ہے ۔کوئی بھی محبت آپ کی اپنی عزت آپ کے ماں باپ کی عزت اور مان سے بڑھ کے نہیں ہوتی۔محبت جیتنے کی خاطر لڑکیاں اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہیں اور یہی وہ سب سے بڑی غلطی کرتی ہیں۔"اس نے نم آنکھوں سے پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

سِلاح کی بات نے ہیرا کے دل پر اثر کیا تھا اس نے اپنا سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی "آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی سب کچھ ٹھیک ہی تو تھا اچھا تھا بھائی منع کرتے تھے مجھے سمجھاتے تھے ناراض ہو جاتے تھے کہ اس میں میری بھلائی ہے۔ایک غلطی صرف ایک غلطی اور مان ٹوٹ گیا۔میں نے مان توڑ دیا اپنے بھائی کا۔اپنے مرے ہوئے ماں باپ کا۔میں کیا کروں اب بھابی میں مر رہی ہوں میں کیا کروں" وہ ہاتھوں میں اپنا سر تھامے بری طرح رونے لگی۔

سِلاح نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور رونے دیا تاکہ وہ اپنے دل کا سارا غبار نکال لے۔

سالم کی بھی آنکھیں نم ہوئی تھی۔اس نے کرب سے آنکھیں مینچیں۔اپنی بہن جس کو اس نے پھولوں کی طرح رکھا تھا آج اس کو کانٹوں پہ لوٹتا دیکھ کے حمد سالم شاہ کا دل پھٹ رہا تھا۔

کافی دیر رو کے جب ہیرا نے اپنا غبار نکال لیا تو سِلاح سے علیحدہ ہوئی۔سِلاح نے پاس پڑا ہوا پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔جسے بنا کسی مزاحمت کے اس نے تھام لیا اور پینے لگی۔پانی پینے کے بعد جب تھوڑا پر سکون ہوئی۔تو سِلاح اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالوں میں بھر کے پیار سے بولی۔

"یہ غم اور دکھ قدرتی چیز ہے۔غم محسوس ہوتے ہیں۔اور جب آپ کو بھی زیادہ غم محسوس ہو۔تو بس خود کو اتنا یاد کروانا۔

انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

مجھے اپنے غم کی فریاد صرف اپنے اللہ کو سنانی ہے

اپنے دکھ کی داستان اپنے اللہ کے سامنے رکھنی ہے۔اپنے غم کو اللہ کے سامنے بیان کرنا

ہے۔کیوں کہ سارے حل اسی کے پاس ہیں۔سب راستے اسی کی طرف جاتے ہیں

۔کیونکہ وہ علیم، حکیم، بصیر، سمیع اور مالک ہے۔وہ اللہ الودود ہے۔وہ بڑی محبت سے

داستان سنے گا۔پھر تسلی دے گا۔بس اللہ سبحان و تعالی کو اپنا راز دار بنا لیں۔اپنے اللہ پر

توکل کر کے تو دیکھیں۔وہ اپنا بنا لے گا اس کے در پے ٹوٹے ہوئے ہارے ہوئے لوگ

جاتے ہیں۔وہ انہیں اپنی محبت سے جوڑتا ہے۔وہ تھام لیتا ہے جو انسان سچے دل سے توبہ

کرتا ہے۔آپ ایک دفعہ اس کی طرف قدم بڑھا کے تو دیکھیں۔وہ تھام لے گا اور پھر

کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔" سِلاح نے اپنی بات مکمل کی اور اس کے سر پر بوسہ

دے کے وہاں سے چلی گئی۔تاکہ وہ اکیلے بیٹھ کے اس کی بات کو اچھی طرح سمجھ سکے۔

ہیر ادم سادھے سِلاح کی باتیں سن رہی تھی اور اس کی ایک ایک بات اس کے دل پر

گہرا اثر چھوڑ رہی تھی۔اس کے کمرے سے چلے جانے کے بعد ہیر اا س کی کہی ہوئی

ایک ایک بات کے بارے میں سوچنے لگی۔

دور بیٹھے حمد سالم شاہ کا دل بھی ایک پل کے لیے لرز اتھا۔اس نے فوراً موبائل بند کیا

اور ایک طرف رکھ دیا۔اور اپنا سر کرسی کی پشت پر ٹکا دیا۔سِلاح کے الفاظ بار بار

اس کے دماغ میں گونج رہے تھے۔اس کی حالت آج پھر ویسی ہو گئی تھی جیسے فقیر

سائیں کی باتیں سن کر اس کا دل بے چین ہو گیا تھا۔اس نے اپنی سوچ سے فرار حاصل کرنے کے لئے اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی اور آفس سے باہر نکل گیا۔

***************۔

وہ نا جانے کتنی ہی دیر بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا۔اور پھر اپنی گاڑی تیمور کے پولیس سٹیشن کی طرف موڑ لی۔

کچھ دیر کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ پولیس اسٹیشن کے سامنے کھڑا تھا۔وہ اندر داخل ہوا اور تیمور کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

جہاں تیمور کسی فائل کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔سالم کو دیکھتے ہی فوراً اٹھا اور مسکراتے ہوئے اس کے گلے ملا۔"آج چاند کہاں سے نکل آیا احمد سالم شاہ اور وہ بھی میرے غریب خانے پر"

تیمور کی بات سن کے سالم ہلکا سا مسکرایا اور پاس بڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

تیمور بھی مسکراتا ہوا اپنے مخصوص جگہ پر بیٹھ گیا۔

"خیریت آج تم یہاں۔کیونکہ جتنا میں تمہیں جانتا ہوں کسی مقصد کی وجہ سے ہی تو تم

یہاں آئے ہوں گے۔ ورنہ ہماری اتنی قسمت کہاں" تیمور نے ہنستے ہوئے طنز کیا۔

"ہاں بالکل میں ایک مقصد کے لئے ہی آیا ہوں۔ میں نے تمہیں کچھ پتا لگانے کو بولا تھا۔" سالم نے سنجیدہ سے لہجے میں جواب دیا۔

"اوووا چھا میں نے پتہ لگوالیا تھا کہ بھابھی وہاں کیسے پہنچی تھی۔ ہمارے وہاں سے نکل آنے کے بعد میں نے اپنے کچھ افسرز کو وہی چھوڑ دیا تھا جنہوں نے پورے حویلی کی تلاشی لی۔ تو وہاں سے معصود عالم زخمی حالت میں برآمد ہوا اور اس کے ساتھ ایک خواجہ سرا جو اس کے ساتھ کام کرتا تھا وہ بھی۔ اس خواجہ سرا نے ہمیں ساری معلومات دے دی ہے۔"

اور پھر تیمور نے خانم کی ساری بتائی ہوئی بات من و عن سالم کو کو سنا دی۔ تیمور کی پوری بات سن کے غصے سے سالم کی نسیں بھول گئی۔ سالم کے غصے سے لال بھبوکا چہرے کو دیکھ کے وہ آخر میں اسکا غصہ کم کرنے کے لئے شرارت سے بولا" ویسے بھابھی لگتی تو بہت نازک ہے لیکن ہیں بہت دبنگ۔ بچ کے رہنا تم بھی کہیں کبھی غصے میں تمہاری حالت بھی" اپنی بات ادھوری چھوڑ کے کہ قہقہہ لگا کہ ہنسنے لگا۔

سالم شاہ کے چہرے پر بھی ایک خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا لیکن وہ جلد ہی خود

کو کمپوز کرتا ہوا اُسے گھورنے لگا۔

"ایسے کیا گھور رہا ہے سچ کہہ رہا ہوں میں بچ کے رہنا تو" تیمور اپنی ہنسی روک دیتے ہوئے بولا۔

"ایس پی تیمور شاید تم بھول رہے ہو کے میں بھی حمد سالم شاہ ہوں" سالم نے ایک ادا سے کہا۔

تیمور اسے بس دیکھ کر رہ گیا کیونکہ سالم شاہ کا یہ انداز اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ تیمور نے مسکراتے ہوئے اپنے دل میں سوچا "آغاز تو بہت اچھا ہے آگے آگے دیکھتے ہی ہوتا ہے کیا"

اور پھر اپنی سوچ سے نکل کے سالم کو دیکھتے ہوئے بولا "چلو دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے"

"ہاں بالکل دیکھ لینا" سالم نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

لیکن پھر معصود عالم اور حمزہ کا خیال آتے ہی سالم اشتعال میں بولا "تیمور دیکھ اگر تو چاہتا ہے کہ میں قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لوں تو یہ دونوں بھائی بچنے نہیں چاہیے۔ اگر وہ بچ کے یہاں سے نکل گئے۔ تو پھر جو میں کروں گا وہ عبرتناک ہوگا۔ اور تیرا یہ

قانون بھی مجھے نہیں روک سکے گا۔"

"تو فکر مت کر میں ان دونوں بھائیوں کو کسی صورت بھی نہیں چھوڑوں گا بہت سے حساب نکلتے ہیں میرے بھی ان کی طرف "ہیرا کا روتا ہوا چہرہ تیمور کی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا۔ وہ خود پر ضبط کرتے ہوئے بولا۔

سالم نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ اور پھر جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

"چل ٹھیک ہے میں چلتا ہوں پھر ملاقات ہو گی۔ اور تو جلد سے جلد مجھے خبر سنائے گا ان کی موت کی" سالم نے سنجیدہ لہجے کہا۔

تیمور کھڑا ہوا اور سالم کے گلے ملا۔ سالم کے چلے جانے کے بعد اس نے اپنے دل میں سوچا۔ "ہاں ملاقات اب بہت ضروری ہو گئی ہے اور یہ ملاقات بہت جلد ہو گی۔ کیونکہ میں اب اور دیر نہیں کر سکتا" اور پھر مبہم سی مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا۔

****

سالم وہاں سے نکلنے کے بعد مال کی طرف گیا تھا۔ تاکہ سِلاح کی ضروریات کی چیزیں

لے سکے۔لڑکیوں کی شاپنگ کا اسے بہت ایکسپیرینس تھا کیونکہ بچپن سے لے کر بڑے ہونے تک ہیرا کی ہر اک چیز وہی لاتا رہا تھا۔

خوب ساری شاپنگ کرنے کے بعد اس نے شاہ ویلا کی راہ لی۔

جب اس کی گاڑی شاہ ویلا میں داخل ہوئی تو اس کی نظر سامنے لان میں چہل قدمی کرتی سِلاح پر پڑی۔اپنے اوپر کسی کی نظریں محسوس کر کے اس نے مڑ کے دیکھا تو سامنے سالم کھڑا تھا۔سِلاح کے دیکھنے پر اس نے اپنی نظریں ہٹائیں۔اور لان میں کام کرتی نگینہ کو آواز دی۔

سالم کی آواز سنتے ہی نگینہ سارا کام چھوڑ کر فوراً بھاگ کے سالم کے پاس گئی اور بولی۔"جی صاحب جی"

یہ گاڑی میں تمہاری بی بی جی کا سارا سامان پڑا ہے اسے اٹھا اور جا کے سارا سامان میرے کمرے کی کبڈ خالی کر کے اس میں لگا دو۔"اور اندر کی طرف جانے لگا جب کچھ یاد آتے ہوئے دوبارہ پلٹا اور بولا "میں سارا سامان تو لے آیا ہوں لیکن اگر کسی چیز کی کمی رہ گئی ہو تو مجھے بتا دینا"

نگینہ نے اثبات میں سر ہلایا اور بولیں "جی صاحب جی بتا دوں گی "۔

اور پھر سالم اندر کی طرف چلا گیا۔ سِلاح کی نظروں نے اندر جانے تک اس کا پیچھا کیا ۔ نگینہ اور سالم کی کوئی بھی بات اس نے نہیں سنی تھی۔ وہ سر جھٹک کر لان کی دوسری جانب چلے گی۔

۔***********

مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے جب وہ اپنے کمرے میں آئی۔ تو سالم کمرے میں موجود نہیں تھا اس نے اسٹڈیز کی طرف دیکھا تو اسٹڈیز کا دروازہ بند تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ وہ وہی ہو گا۔

اس نے وضو کیا اور مغرب کی نماز ادا کی۔ ادا کر کے وہ نیچے کی طرف گئی۔ جہاں نگینہ اور دوسری ملازمہ رات کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ سِلاح نے بھی اس کی مدد کرنی چاہیے لیکن نگینہ نے یہ کہہ کر منع کر دیا "بی بی جی اس گھر کی مالکن کام نہیں کرتی۔ ویسے بھی آپ کا تو آج پہلا دن ہے اس گھر میں۔ نئ نویلی دلہن سے کوئی کام تھوڑی کرواتا ہے ۔ آپ بس حکم کریں آپ کو جو بھی کھانا ہے ہم بنا دیں گے "

"نہیں نا پلیز مجھے کرنے دو میں بہت بور ہو گئی ہو صبح کی ایسے ہی فارغ بیٹھے بیٹھے" اس اکتاہٹ سے کہا۔

"تو بی بی جی آپ کوئی اور سر گرمی ڈھونڈلیں آپ کا من بہل جائے گا" نگینہ نے مشورہ دیا۔

"آپ جانتی ہیں میرا سب سے پسندیدہ کام ہے کوکنگ کرنا۔اور آپ مجھے اسی سے روک رہی ہیں" وہ نے معصوم سامنہ بناتی ہوئی بولی۔

نگینہ اور دوسری ملازمت کو اپنی معصوم سی پیاری سی نرم دل رکھنے والی نئی مالکن بہت پسند آئی تھی۔ نگینہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا" چلیں ٹھیک ہے بس آج نہ کریں آج آپ کا پہلا دن ہے کل سے چاہے آپ کیچن میں آجایئے گا"

نگینہ کی بات سن کر سِلاح خوشی سے چہکتی ہوئی بولی" چلیں ٹھیک ہے تو پھر مجھے آپ اس گھر کے افراد اور ان کی روٹین کے بارے میں بتائیں۔اور خاص طور پر اپنے صاحب جی کی روٹین کے بارے میں سب کچھ بتائیں مجھے۔"

نگینہ مسکراتی ہوئی اسے سب کے بارے میں بتانے لگی۔ جسے سِلاح بہت غور اور خوشی سے سن رہی تھی۔

رات کا کھانا سِلاح اور ہیرا نے اکٹھے کھایا تھا۔اور نگینہ کی معلومات کے مطابق سالم اپنا رات کا کھانا اپنی اسٹڈیز میں ہی کھاتا تھا۔اور صبیحہ بیگم تو اپنی فرینڈز کی طرف گئی ہوئی تھی۔

رات کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر ہیرا کے پاس بیٹھ کے اوپر چلی آئی۔

سالم ابھی بھی کمرے میں نہیں آیا تھا۔سِلاح چینج کرنے کی غرض سے وارڈروب کی طرف بڑھی تو ابھی پہلی کبڈ کھولی ہی تھی کہ سامنے اپنی ضرورت کی ہر چیز دیکھ کے حیران رہ گئی۔سامنے کا پورا کبڈ بے شمار چیزوں سے بھرا ہوا تھا جس میں اس کے ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اور ایک طرف اتنے زیادہ کپڑے ہینگ ہوئے تھے۔

اور سوچنے لگی کے یہ سب کب ہوا۔

پھر شام کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا جب سالم گھر آیا تھا۔

اس کے چہرے پر ایک دلکش سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔کہ یہ سب کچھ اس کے شوہر نے اس کے لیے خریدا تھا۔اس نے ایک سمپل سا لیمن کلر کا سوٹ نکالا اور چینج کرنے چلی گئی۔

جب وہ چینج کر کے باہر نکلی تو سامنے بیڈ پر سالم نیم دراز لیٹا موبائل چلا رہا تھا۔سِلاح کے باہر نکلتے ہی اس کی نظر اس کی طرف اٹھی اور پھر پلٹنا بھول گئی۔

لیمن کلر میں اس کا خوبصورت اور سادگی سے بھرپور نرم و نازک سراپا، چہرے پر وضو کے پانی کی بوندیں اس کے چہرے کو نورانیت بخش رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سالم کے لیے اس پر سے اپنی نظریں ہٹانا مشکل ہو رہا تھا۔

سالم کو اپنی طرف یوں دیکھتا پا کر سِلاح کی جان ہوا ہوئی تھی۔وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے فوراً وہاں سے ہٹی اور سامنے ٹیبل پر پڑا جائے نماز اٹھا کر بیڈ کی دوسری سائیڈ پر جا کے بچھایا اور نماز پڑھنے لگی۔

سالم نے کتنے سالوں بعد آج اس گھر میں کسی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔اس نے اپنی نظر سِلاح سے ہٹائیں اور موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔لیکن ذہن ابھی بھی اس

کی طرف تھا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ بیڈ کی دوسری جانب آ کے بیٹھ گئی۔اور سوچنے لگی کہ کیسے سالم کا شکریہ ادا کرے۔بہت ہمت جمع کرنے کے بعد آخر کار بول اٹھی "آپ کا بہت شکریہ "

سالم جو موبائل میں مصروف تھا اس کی بات سن کر حیرانگی سے اس کی طرف متوجہ ہوا اور بولا "کس بات کا شکریہ "

"آپ میرے لئے اتنا سب کچھ لے کے آئے اس کے لئے شکریہ "اس نے نظریں جھکائے ہوئے ہی جواب دیا۔

سِلاح کی بات سن کے سالم کے گال پہ ڈمپل نمودار ہوا لیکن وہ خود کو کمپوز کرتا ہوا بولا "اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں یہ میرا فرض تھا"

اس نے نظریں اٹھا کے سالم کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے نظر سالم کی نظروں سے ٹکرائی تو اس نے فوراً اپنی نظریں جھکا لیں۔

سالم اس کی نظریں چرانا اگنور کر گیا "لائٹ آف کر دیں مجھے نیند آ رہی ہے "اور

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا اور کروٹ کے بل لیٹ گیا۔

سالم کو بیڈ پر لیٹا دیکھ کر سِلاح کی جان ہوا ہوئی تھی کہ وہ آج بیڈ پر سوئے گا اس کے ساتھ۔ اس سے رہا نہ گیا تو بول اٹھی "آپ آج بیڈ پر سوئے گے"

اس کی بات سن کے سالم حیران ہوا اور اس کی طرف منہ موڑ کے بولا "کیا مطلب کہ میں یہاں سوؤں گا۔ یہ میرا بیڈ ہے میں روز یہی سوتا ہوں تو یہی سوگانا"

"وہ میرا مطلب تھا کہ میں اور آپ ایسے یہاں ایک بیڈ پر کیسے" وہ جھجکتی ہوئی بولی۔

اس کی بات سمجھتے ہوئے سالم اٹھ کے بیٹھا اور طنزیہ لہجے میں بولا "دیکھیں میڈم یہاں تو نہ کوئی فلم کا سین چل رہا ہے اور نہ ہی کسی ناول کا کے میں آپ سے کہوں گا کہ آپ بیڈ پر سو جائے اور میں صوفے پر سو جاتا ہوں۔ یہاں ایسا کوئی سین نہیں ہے اس لیے چپ کر کہ آپ بھی سو جائیں اور مجھے بھی سونے دیں" وہ اپنی بات پوری کر کے لیٹنے لگا جب دوبارہ بولا "لائٹ آف کر دیں پھر اس کے بعد بیٹھ کے جتنا مرضی سوچ بچار کر لیجئے گا" اتنا کہہ کے وہ پھر اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔

اس نے سِلاح کو اچھا خاصہ شرمندہ کر دیا تھا۔ وہ غصے سے اس کے پشت گھورنے

لگی۔اور ہاتھ بڑھا کر لائٹ آف کر دی۔ پھر خود کو ریلیکس کرتی ہوئی بیڈ کی ایک سائیڈ پر سیمٹ کی لیٹ گئی۔

***********_

ایسے ہی معمول کے مطابق دن گزرنے لگے تھے۔ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔سِلاح اور ہیرا کی بونڈنگ بہت سٹرونگ ہو گئی تھی۔وہ دن کا آدھا حصہ ایک دوسرے کے ساتھ گزارتی اور مختلف موضوعات پر بات چیت کیا کرتی تھی۔ صبیحہ بیگم اپنی زندگی میں ہی مگن تھی۔اور سالم بھی اپنی روٹین پر واپس آ گیا تھا کبھی آفیس کبھی گھر اور کبھی دوستوں کے ساتھ وقت گزارتا۔لیکن اس سب کے دوران سالم کی زندگی میں جو ایک سب سے بڑا چیلنج آیا تھا وہ سِلاح کی موجودگی تھی۔سِلاح نے اس کی ساری ذمہ داری خود لے لی تھی اس کے کپڑے اس کے کھانے اس کے پینے سے لے کے ہر ایک چیز کا خیال وہ خود رکھتی تھی۔سالم نے ایک دو بار اسے منع بھی کیا لیکن اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ اس کا فرض ہے۔سِلاح اور سالم کے درمیان بات نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی اور یہ بات ہے سِلاح کو بہت محسوس ہوتی تھی۔اس نے اپنے اور سالم کے رشتے کو ایک موقع دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔اب بس اسے اس راستے پر عمل کرنا تھا جو اس نے

اپنے اور سالم کے رشتے کو بہتر بنانے کے لئے چنا تھا۔

آج سالم اپنے دوستوں کے ساتھ باہر جانے کی بجائے واپس گھر آ گیا تھا۔وہ جب کمرے میں داخل ہوا تو سِلاح عشاء کی نماز ادا کر رہی تھی۔وہ زیادہ تر جب بھی اس کو دیکھتا تو وہ نماز یا قرآن پاک ہی پڑھ رہی ہوتی تھی۔

وہ فریش ہونے کے بعد بیڈ پر آ کے بیٹھ گیا اور اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے لگا۔

سِلاح نماز اور دعا سے فارغ ہو کے جائے نماز اٹھایا اور جائے نماز اپنی جگہ پے رکھ کے بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آ کے بیٹھ گئی۔اور اپنا دوپٹہ اتارنے لگی جو اس نے نماز کی صورت میں باندھا ہوا تھا۔اس نے دوپٹہ اتارا اور اپنے بالوں کو کیچر کی قید سے آزاد کیا تو اس کے خوبصورت لمبے کالے بال آبشار کی طرح اس کی کمر پر لہرا گئے۔

سالم اسے دیکھے جا رہا تھا۔اس کو نماز پڑھتا دیکھ کر اس کے دل میں جو سوال اٹھے تھے وہ اس سے پوچھ لینا چاہتا تھا۔

سالم نے گلا کھنکارا اور اپنی بات کا آغاز کیا "ایک بات پوچھوں آپ سے"

سِلاح جو اپنے پاؤں پر لوشن لگا رہی تھی اچانک سالم کے مخاطب ہونے پر حیرانی سے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کی طرف دیکھا اور بولی "جی پوچھیں"

"میں جب بھی آپ کو دیکھتا ہوں تو آپ کبھی نماز اور کبھی قرآن پاک پڑھ رہی ہوتی ہو۔آپ کیسے کر لیتی ہیں یہ سب "۔آج نا جانے کیوں سالم اس سے یہ سوال کر بیٹھا تھا۔

سِلاح اس کی طرف دیکھ کے مسکرائی اور جواب دیا" بالکل اسی طرح جس طرح آپ یہ سب کچھ کر لیتے ہیں "سائیڈ ٹیبل پر پڑی شراب کی بوتل کی طرف اشارہ کر کے بولی۔سِلاح نے طنز نہیں کیا تھا بس ایک جواب دیا تھا۔

۔لیکن سالم کو یہ جملہ طنز کی طرح اپنے دل پر محسوس ہوا تھا۔سالم سنجیدہ سے انداز میں بولا "میں یہ سب اپنے سکون کے لئے کرتا ہوں"۔

سالم کی بات سن کر سِلاح ہلکا سا مسکرائی اور بولی "کب سے کر رہے ہیں آپ یہ سب "

اس کے سوال پر سالم نے اس کی طرف دیکھا اور پھر تھوڑے وقفے کے بعد جواب دیا

۔ 15"سال"

سالم کی بات سن کر سِلاح کو بہت افسوس ہوا تھا۔وہ سنجیدہ لہجے میں بولی "مطلب کہ

آپ یہ کام پندرہ سال کی عمر سے کر رہے ہیں۔" سالم نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر وہ اس سے سوالیہ لہجے میں بولی "تو کیا ان پندرہ سالوں میں آپ کو سکون مل گیا"۔

اس کی اس بات پر سالم بالکل خاموش تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھی جا رہا تھا۔

سالم کی طرف سے کوئی جواب نہ مل پانے پر اس نے پھر بولنا شروع کیا۔ "جتنا میں نے اس گھر میں رہ کر آپ کے ساتھ رہ کر آپ کو جانا ہے۔ آپ کی ماما نے آپ کو بہت اسلامی ماحول میں تربیت دی تھی۔ لیکن ان کے جانے کے بعد آپ نے ہدایت کے راستے کو چھوڑ کر گمراہی کے راستے کو چن لیا۔ آپ جانتے ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالی ایسوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی ۪ فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُہُمۡ وَ مَا کَانُوۡا مُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۶﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا پس نہ تو ان کی تجارت نے ان کو فائدہ پہنچایا اور نہ یہ ہدایت والے ہوئے۔"

قرآن پاک کی آیت سن کر سالم کا دل بری طرح لرزا تھا۔اس نے زور سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں کو آپس میں بھینچ لیا۔

جب سِلاح نے پھر بولنا شروع کیا"لیکن آپ کے دل میں قرآن پاک ہے۔اور جس دل میں قرآن پاک ہو وہاں برائی زیادہ ٹھہر نہیں سکتی۔آپ ایک بار صرف ایک بار کوشش تو کر کے دیکھیں۔ہدایت آپ کے دل میں موجود ہے جسے آپ فراموش کر بیٹھے ہیں۔آپ جس سکون کو تلاش کرنے کے لئے جن راہوں کے مسافر بن بیٹھے ہیں ان راہوں میں آپ کو کبھی سکون نہیں ملتا پائے گا۔آپ کو سکون کی تلاش میں کہیں بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے سکون آپ کے دل میں موجود ہے۔بس آپ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔آپ جانتے ہیں زندگی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔یہ سانسیں جو چل رہی ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے ہمیں مہلت ہے کہ ہم اس رب کی طرف لوٹ آئیں۔"سِلاح سانس لینے کے لئے رکی اور سالم کی طرف دیکھا۔سالم اسی کی

طرف دیکھ رہا تھا۔ سِلاح کے دیکھتے ہیں سالم نے اپنی نظریں پھیری۔ سالم کی نظروں میں بہت کچھ تھا جسے دیکھ کے سِلاح کا دل ڈوبا تھا۔ اس کو سالم کی آنکھوں میں نمی محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ اس سے کچھ پوچھتی وہ فوراً اٹھا اور اسٹڈیز میں جا کے بند ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد وہ بند دروازے کو دیکھتی رہی اور اس کی آنکھوں کو یاد کر کے سِلاح کی آنکھوں میں بھی نمی بھر گئی۔ اس کی نظروں میں سِلاح کو ایک طوفان محسوس ہوا تھا۔ ایک ایسا طوفان جب انسان اپنے نفس کی قید سے رہا ہونے کی کوشش کرتا ہے تو تب اٹھتا ہے۔ سالم کے لیے یہ مرحلہ بہت مشکل تھا جس میں سِلاح نے اب اس کا ساتھ دینا تھا۔ ایک دوست ایک ہمسفر ایک رہنما بن کے۔

ـ*************

سالم نے سٹڈیز میں آتے ہیں دروازہ بند کر دیا تھا۔ اسے اپنے دل کی حالت عجیب سی محسوس ہو رہی تھی۔ کبھی سِلاح کے، الفاظ قرآن پاک کی آیات اور کبھی فقیر سائیں کی کہی ہوئی باتیں اس کے دماغ پر بری طرح اثر انداز ہو رہی تھی۔ وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اسے اپنا پورا جسم مفلوج محسوس ہو رہا تھا۔ بے جان سی حالت

میں وہ صوفے پر ڈھ گیا۔اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔وہ ارد گرد کے ماحول سے مکمل طور پر بے نیاز ہو چکا تھا۔اسے ایک دم اتنا تیز بخار ہو گیا تھا کہ وہ حل بھی نہیں پا رہا تھا۔غشی کی حالت اس پر طاری ہونے لگی۔غشی کی حالت میں کراہوں کے ساتھ اس کے منہ میں جو کچھ آ رہا تھا وہ بولتا جا رہا تھا۔غشی کا یہ سلسلہ کتنے گھنٹے تک جاری رہا تھا۔اسے یاد نہیں تھا۔البتہ اسے یہ ضرور یاد تھا۔کہ اس کیفیت کے دوران اسے ایک بار یہ محسوس ہوا تھا جیسے وہ مر رہا ہے۔اور اسی وقت زندگی میں پہلی بار موت سے عجیب سا خوف محسوس ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں اپنے رب سے التجا کر رہا تھا" پلیز یااللہ ایک بار صرف ایک بار ایک موقع بس دے دے مجھے۔میں دوبارہ کبھی گناہ کے پاس بھی نہیں جاؤں گا۔میں وعدہ کرتا ہوں میں کبھی گناہ کے پاس اب نہیں جاؤں گا یااللہ بس ایک موقع دے دے مجھے۔میں میں ایسے گناہوں میں مرنا نہیں چاہتا"اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے اور لب مسلسل ہل رہے تھے اس کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی۔اور اسی دوران وہ مکمل بے ہوشی میں چلا گیا۔لیکن رب کائنات کی طرف سے اسے ایک موقع دے دیا گیا تھا۔اب اس

کا اپنے اس وعدے کو پورا کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

**************۔

صبح تہجد کے وقت جب سِلاح کی آنکھ کھولی۔ وہ اٹھی تو اس کا دل عجیب سا بے چین ہو رہا تھا۔ ذہن بار بار بھٹک سالم کی طرف جا رہا تھا۔ جب دل کو کسی صورت قرار نا آیا تو فوراً بیڈ سے اٹھی اور اسٹڈیز کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ شاید سالم نے دروازہ لاک نہیں کیا تھا۔

جب وہ اندر داخل ہوئی تو سامنے سالم کو صوفے پر زرد چہرے کے ساتھ بے ہوش حالت میں پایا۔ وہ فوراً اس کی طرف بڑھی اور اس ماتھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بخار میں پنپ رہا تھا۔

سِلاح کو اس کی حالت دیکھ کر رونا آنے لگا نا جانے وہ کب سے اس حالت میں یہاں پڑا تھا۔

اتنے توانا مرد کو اٹھانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ فوراً کمرے میں گئی اور پانی کا گلاس لے کر سٹڈیز کی طرف آئی اور سالم کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی تو وہ

تھوڑا ہوش میں آیا۔ وہ اسے اپنا سہارا دیے بیڈ کی طرف لے کے آئی اور اسے آرام دہ حالت میں بیڈ پر لٹا دیا۔ بخار کی وجہ سے وہ نیم بیہوشی میں بھی کراہ رہا تھا۔ وہ نیچے گئی اور ٹھنڈا پانی اور پٹیاں لے کر اوپر آئی اور سالم کو پٹیاں کرنے لگی۔ کافی دیر پٹیاں کرنے کے بعد سالم کا بخار تھوڑا کم ہوا تھا۔ تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے سالم کو بخار کی میڈیسن دی۔ اور پھر اسے آرام کرنے دیا۔ اسی وقت فجر کی اذان کی صدا سنائی دی۔ وہ اٹھی اور فجر کے نماز ادا کرنے لگی۔ نماز پڑھ کے وہ قرآن پاک لے کر سالم کے پاس ہی آگئی۔ اور اس کے پاس بیٹھ کر آہستہ آواز میں قرآن پاک کے تلاوت کرنے لگی۔

سالم جو کہ اس کی مدھم سے آواز سے ہی اٹھ گیا تھا۔ آنکھیں وا کر کے اس کو دیکھنے لگا اور پھر آہستہ آواز میں بولا "تھوڑا اونچی آواز میں پڑھیں۔"

سالم کی یہ خوبصورت فرمائش سن کر اس کو دلی خوشی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے فوراً ہاں میں سر ہلایا۔ اور پھر تلاوت شروع کی۔ اس کی آواز تلاوت میں بہت خوبصورت تھی۔ اس کی آواز سالم کے دل پر اثر کر رہی تھی۔ اور سالم کو عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں سالم نیند کی وادیوں میں چلا گیا۔

سِلاح نے سوتے ہوئے سالم کو دیکھا۔جس کے چہرے پر اب سکون ہی سکون تھا۔وہ اٹھی قرآن پاک کو بند کیا اپنی جگہ پر رکھا اور نیچے کی طرف چلے آئی۔

وہ سیدھا کچن میں آئی۔اور سالم کے لیے سوپ تیار کرنے لگی۔سوپ تیار کرتے اسے کافی ٹائم ہو گیا تھا۔جب اوپر آئی تو سالم بیڈ پر موجود نہیں تھا۔اس نے سوپ ٹیبل پر رکھا۔اور اسٹڈیز کی طرف جانے لگی جب اسے باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آئی۔

توپھر وہ وہی صوفے پر بیٹھ کے اس کے باہر آنے کاانتظار کرنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد سالم تولئے سے اپنے بال صاف کرتاہوا باہر نکلا۔

سِلاح کڑے تیور سے اس کے پاس پہنچی اور خفگی سے بولی"آپ جانتےہیں آپ کی طبیعت کتنی خراب تھی رات کو بخار میں ٹھنڈ سے کانپ رہے تھے ابھی تک آپ کا صحیح سے بخار بھی نہیں اترااور آپ "اس کے ہاتھ سے تولیا پکڑااور اس کاہاتھ پکڑ کے اسے صوفے پر بٹھایااور اس کے بال صاف کرنے لگی۔رات کو سالم کی حالت دیکھ کر سِلاح کی کیسے جان نکل گئی تھی یہ وہی جانتی تھی لیکن اب اس کی لاپرواہی دیکھ کر اسے شدید غصہ آرہا تھا۔

سالم حیران سا خاموشی سے سِلاح کو دیکھی جا رہا تھا۔وہ کتنی آسانی سے حمد سالم شاہ پہ اپنا حق جتا رہی تھی۔سالم جس نے آج تک کسی کو اپنے سامنے بولنے نہیں دیا تھا آج وہ اس چھوٹی سی لڑکی کا یہ رویا خاموشی سی برداشت کر رہا تھا۔اور اسے سِلاح کا ایسے غصہ کرنا برا نہی لگا تھا بلکے دل میں ایک بہت خوبصورت سا احساس جاگا تھا جس نے اسے اندر تک سرشار کر دیا تھا۔وہ اس کا چہرہ دیکھی جا رہا۔جس کے غصے میں پھولے لال گال مزید لال ہو گئے تھے۔

سِلاح اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر غصے سے بولی "اب ایسے کیا دیکھ رہے ہیں"

سِلاح کے اس طرح پوچھنے پر سالم کی ڈیمپل نمودار ہوئے تھے۔

سِلاح نے آج پہلی بار سالم کی مسکراہٹ اور ان ڈیمپلز کا دیدار کیا تھا۔سِلاح اس کے ڈیمپلز میں ہی کھو گئی تھی۔اس کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔لب خود با خود مسکرا اٹھے تھے۔اسی لمحے اس کے دل نے ان ڈیمپلز کو چھونے کی خواہش کی تھی۔اپنی خواہش پر اس کا دل خود ہی زور سے دھڑکا تھا۔پھر اپنے جذبات پر قابو پاتی ہوئی بولی۔

"آپ کی مسکراہٹ بہت خوبصورت ہے اور یہ "اس کے ڈیمپل کی طرف اشارہ کر کے مسکرا کے بولی "اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خوبصورت نعمتوں کو ایسے چھپا کر نہی

رکھتے "

سالم فوراً سنجیدہ ہوا اور پھر سے اپنے بنائے ہوئے خول میں قید ہو گیا۔اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔جب کے اس کی پشت پر گہرے سیاہ بڑے نشان دیکھ کر سِلاح کا ماتھ ٹھنکا تھا۔

وہ سیاہ ڈریس پینٹ شرٹ پہنے باہر آیا۔اور آئینے کے سامنے کھڑا ہو کے اپنے بال بنانے لگا۔

اس سے پہلے کہ وہ اس سے نشان کے بارے میں پوچھتی۔سالم اپنی گاڑی کی چابی اٹھا کے باہر کی طرف بڑھا۔اسے باہر جاتا دیکھ کے وہ فوراً اس کے سامنے آئی اور بولی "آپ اس حالت میں کہاں جا رہے ہیں۔وہ بھی خود ڈرائیو کر کے۔آپ نے کچھ کھایا بھی نہیں۔میں سوپ بنا کے لائی تھی آپ کے لیے "

سالم نے پہلے اس کے معصوم چہرے کی طرف دیکھا اور پھر ٹیبل پر پڑے سوپ کی طرف۔اور پھر آگے بڑھ سوپ اٹھایا اور پینے لگا۔

سِلاح کے چہرے پر ایک دل کش مسکراہٹ آئی کہ سالم نے اس کو مان بخشا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سالم سوپ ختم کر کے اس کے پاس آیا اور بولا "میں ایک بہت ضروری کام سے جا رہا ہوں جلدی آ جاؤں گا آپ فکر مت کریے گا۔ "

سِلاح کا دل تھا کے اسے ایسی حالت میں نا جانے دے لیکن جومان وہ اسے دے رہا تھا ۔اس کی وجہ سے وہ کچھ بول نہیں پائی اور بس اثبات میں سر ہلایا۔

اس نے بھی سر کو خم دیا اور چلا گیا۔

_************_

سالم کا دل بہت بے چین تھا اسے کسی رہنما کی ضرورت تھی جو اس لمحے جو سب اس کی دل دماغ میں چل رہا تھا اس کے اس طوفان کو کوئی کنارہ دیکھا سکتا۔

وہ شاہ ولا سے نکل کر سیدھا بڑے مزار آیا تھا۔مزار کے سامنے گاڑی روک کے وہ باہر نکلا تو اس کی حالت بلکل اس دن جیسی ہو گئی تھی جب وہ پہلے دن یہاں آیا تھا۔

وہ سیڑھیاں پار کر کے اوپر آیا تو فقیر سائیں اسے سامنے درخت کہ نیچے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے نظر آئے۔وہی نورانی چہرہ،سفید لباس میں ملبوس ایک الگ ہی کشش تھی ان کی شخصیت میں۔

سالم آہستہ قدم بڑھاتے ان تک پہنچا۔

فقیر سائیں نے نظریں اٹھا کے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

سالم ان کا اشارہ پا کر ان کے ساتھ آ کے بیٹھ گیا۔

فقیر سائیں نے اپنا رخ سالم کی طرف موڑا اور بولے "ہاں برخوردار آج اس طرف کا راستے کیسے بھول آئے "

سالم نے شرمندگی سے سر جھکایا اور بولا "میں اندھیروں کا بھٹکا ہوا مسافر آج آپ سے روشنی کی امید لینے آیا ہوں۔ میں روشنی کا طالب ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ اللہؔ تک پہنچنے کا راستہ اللہؔ والوں سے ہو کے گزرتا ہے۔

ع

اللہؔ اللہؔ کہہ جانے سے اللہؔ نہ ملے

اللہؔ والے ہیں جو اللہؔ سے ملا دیتے ہیں

عقل والوں میں کہاں ذوق جنوں

عشق والے ہیں جو سب کچھ لوٹا دیتے ہیں

گناہوں کی تاریکی میں اس قدر کھو گیا ہوں کے اب روشنی کے راستے کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا۔ میں کچھ سمجھ نہیں پارہا۔ میں بہت گناہ گار ہوں۔ میں کس منہ سے معافی مانگو۔ کیا میرا رب مجھے معاف کردے گا؟ "سالم کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

فقیر سائیں نے سالم کا کندھا تھپتھپایا اور پھر قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ
وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنْۢ بَعْدِہَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

﴿۱۱۹﴾

جو کوئی جہالت سے برے عمل کرلے پھر توبہ کر لے اور اصلاح بھی کرلے تو پھر

آپ کا رب بلا شک و شبہ بڑی بخشش کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔

یہ آیات سن کے سالم کے آنسو مزید روانی سے بہنے لگے تھے۔ یہ الفاظ ایسے تھے جنہوں نے سالم کو مزید نادم کر دیا تھا کے ہمارا رب اپنے بندے سے اتنا پیار کرتا ہے۔

بے شک اللہ تعالی اپنے بندے سے اس کے گمان سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ انسان کی سوچ وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی جتنا پیار ہمارا رب اپنے بندے سے کرتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی قرآن پاک میں فرماتا ہے "میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو کبھی نیکی بھی کر لیتے ہیں اور کبھی گناہ بھی کر لیتے ہیں۔ اور کچھ بندے ایسے ہیں۔ جب سے آنکھ کھولی ہے اس دن سے لے کر آج تک ایک بھی کام اللہ کو راضی کرنے والا نہیں کیا۔"

ایسوں کو بھی اللہ تعالی اتنے پیار سے بلاتا ہے "اے میرے بندو" اور یہ لفظ میرا رب ایسے ادا کرتا ہے جیسے شہد ایک دھاڑ بناتا ہے اور ٹپکتا ہوا نیچے آتا ہے۔ ان الفاظ سے اللہ کی محبت کا شہد یوں نکلتا نظر آتا ہے۔

ہمارا رب تو بے نیاز ہے اسے ہماری کیا ضرورت ہے سارے آسمان سجدے سے بھرے پڑے ہیں فرشتے ختم ہی نہیں ہوتے۔ پھر بھی ہمارا رب ہم جیسے گناہ گاروں

کو "اے لوگو" کہہ کر نہیں پکارتا۔بلکہ پھر بھی ہمیں اتنے پیار سے یہی کہہ کے پکارا ہے "اے میرے بندو"

وہ بندے جنہوں نے جب سے آنکھ کھولی ہے۔ایک دفعہ بھی اپنے رب کو خوش کرنے کا کام نہیں کیا۔ان کے لیے میرا رب فرماتا ہے "اے میرے بندو! آجاؤ تم بھی میرے ہی بندے ہو۔" سبحان اللہ۔

اللہ تعالی نے اپنی رحمت کی باہیں پھیلادی ہیں۔ایک انسان جتنے بھی گناہ کر کے اپنے رب کی بارگاہ میں چلا جائے وہ اسے اپنی رحمت میں چھپالیتا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے "میری رحمت سے ناامید مت ہونا میرے درپہ آجانا۔تمہاری آنکھ سے آنسو نکلے یا نا نکلے ایک ہائے مجھے کہہ کے کہہ دینا ہائے اللہ مجھے معاف کردے تو ایسے معاف کروں گا تمہیں کہ جیسے تمہارے جسم پر مچھر کے پر کے برابر بھی گناہ کا نشان نہیں چھوڑوں گا۔اے انسان تو چاہے 24ہزار کلو میٹر زمین کو گناہوں سے بھر دے پھر زمین میں جگہ نہیں رہی تو اب گناہ کے اوپر گناہ ڈال اور پھر ان گناہوں کو میرے آسمان کی چھت تک لگادے۔اور پھر تو صرف آدھی زبان سے کہہ دے کے یا اللہ معاف کردے تو میں تیرے سارے گناہ معاف کردوں گا " سبحان اللہ۔کیا کوئی ایسی بھی محبت کر سکتا

ہے۔ایسی محبت صرف ہمارا رب کائنات ہی ہم سے کر سکتا ہے۔جو ستر ماؤں سے بھی زیادہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے

(ستر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں لا محدود)۔ہمارا رب اپنے بندے سے لا محدود محبت کرتا ہے اس لیے ہی تو اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔

ایک اور جگہ میرا رب فرماتا ہے "اے داؤد! اگر میرے ان نافرمانوں کو پتہ چل جائے کہ میں ان سے کتنا پیار کرتا ہوں تو ان کے کلیجے پھٹ جائیں۔جب نافرمانوں سے اتنا پیار کرتا ہوں تو فرماں برداروں سے کتنا کرتا ہوں"۔

جب ہمارا رب ہم سے اتنی محبت کرتا ہے تو ہم کیوں اس کی اتنی محبت کے بدلے تھوڑا سا بھی اس کی محبت کا حق ادا نہیں کرتے۔"

جو انسان اپنے گناہوں پر اس رب کے سامنے نادم ہوتا ہے۔تو رب کائنات اسے اپنی رحمت کی چھاؤں میں لے لیتا ہے۔اسی طرح آج حمد سالم شاہ بھی اپنے گناہوں پر نادم تھا تو کیوں رب کائنات اس پر اپنی رحمت کی چادر نہ پھیلاتا۔حمد سالم شاہ کی زندگی بدلنے والی تھی اس کے رب نے اس کے لئے ہدایت چلن تھی۔وہ بھی آج رضائے الٰہی کے راستے کا مسافر بننے والا تھا۔اس کی ندامت کے آنسوؤں کی رب کائنات کے

حضور منظوری ہو گئی تھی۔

نہ جانے کتنی دیر سالم ندامت کے آنسو بہاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی ہچکی بندھ گئی ۔جب وہ تھوڑا سنبھلا تو فقیر سائیں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور نرم و گداز لہجے میں بولے۔

"یہ جو رستہ تم نے چنا ہے نا، یہاں لوگ پھول لئے مسکراتے چہروں کے ساتھ تمہارا استقبال نہیں کریں گے، یہاں لوگ ہاتھوں میں پتھر لئے چہروں پر غیض و غضب لئے، تمہاری راہوں میں کانٹے بچھائے جائیں گے اور تمہیں سب سے بڑھ کر اپنے نفس سے جنگ لڑنی ہو گی.

یہ وہ رستہ ہے جہاں تمہیں تھکنا ہے، تھک کر بھی چلنا ہے،اس راہ پر تمہارے قدم نہیں دل زخمی ہو گا۔۔۔

پھر یہ زخم ہر طبیب نہیں دیکھ سکتا، یہ صرف اپنے رب کے سامنے کھول کر رکھنا، جو اس پر محبت و امید کی مرہم لگائے، جو اپنی جنتوں کے مزدے سنا کر تمہاری ساری تھکان اتار دے....

جو محبت کے ساتھ تمہیں سراہے، تمہیں اس راہ پر آگے بڑھائے۔۔۔اور تم پھر سے دوڑنے لگو اس راہ پر، اسکی محبت میں، اسکی رضا کے لئے، اس کے دیدار کے شوق میں...

پر یاد رکھنا آج اگر مشقتوں اور آزمائشوں بھرا یہ رستہ تم نے اپنے رب کے لئے چنا ہے نا، تو تمہاری کبھی ناقدری نہیں ہو گی، اس سفر کے اختتام پر تمہیں مسکراتے چہروں والے ملیں گے، خوشبوؤں کی لپٹوں کے ساتھ، جنت کے لباس لئے، رب کی رضا اسکی جنت کے پیغام لئے...

پھر تمہیں مزید نہیں چلنا ہو گا۔۔۔پھر تو تمہیں تھام کر آسمانوں پر اٹھایا جائے گا۔۔۔

پھر تم دیکھو گے زمین والوں میں گمنام رہ کر بھی تمہیں اس آسمان کی مخلوق جانتی ہے، وہ جس راہ پر تمہیں زمین والوں نے کبھی خوش آمدید نہیں کیا وہاں فرشتے کھڑے ہیں تمہیں خوش آمدید کہنے، آج زمین و آسمان کے رب کو سلام کرنا ہے تمہیں ❤️...

پھر اس کمرہ امتحان میں جا کر وہ امتحان دینا ہے، جس کے لئے ساری عمر تم نے تیاری کی، جس کے لئے تم دنیا کی نظر میں "سفہاء" بن گئے۔۔۔پر وہ بے وقوف کیا جانیں کہ تم کتنی عقلمندی سے کام لے گئے...

آج ان شاءاللہ گھبراہٹ کے ان لمحوں میں تم پُرامن ہو گے، مطمئن ہو گے، خوف و غم سے دور ہو گے..

اس کٹھن امتحان کو پاس کرنے کے بعد، تمہاری اس تاریک آرام گاہ میں پر تکلف بستر بچھا دیا جائے گا، جنت کی کھڑکی کھول دی جائے گی ❤️ ..

سالم غور سے ان کی باتیں سن رہا تھا. جب انہوں نے سالم سے پوچھا "قرآن پاک پڑھنا جانتے ہو؟

سالم نے ندامت سے سر جھکایا ایک آنسو ٹوٹ کے اس کے پہلو میں گرا اور رندھی ہوئی آواز میں بولا "میں حافظ قرآن تھا لیکن بارہ سال کی عمر کے بعد سے میں نے قرآن پاک کو کبھی نہیں پڑھا یہاں تک کہ کبھی اپنے ہاتھ میں اٹھایا تک بھی نہیں"۔ اک ٹھیس سالم کے دل میں اٹھی تھی۔

فقیر سائیں اس کی حالت کے پیش نظر بولے "تم جانتے ہو یہ ندامت کے آنسو، یہ محبت کے آنسو، یہ سب سے آسان رستہ ہے جلد ہی اپنے عظیم رب کو اپنے قریب محسوس کرنے کا۔ ❤️

اور جانتے ہو اصل توبہ یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے اور دوبارہ وہ گناہ مت دہرائے۔ ٹھیک ہے آج تک تم کو قرآن پاک سے غافل رہے لیکن آج کے بعد تم خود سے وعدہ کرو اور اپنے اللہ سے وعدہ کرو کہ تم قرآن پاک کو کبھی نہیں چھوڑوں گے۔ اگر تم نے پھر سے قرآن چھوڑ دیا۔۔ تو قرآن بھی تمہیں چھوڑ دے گا۔۔۔ پھر یہ تم سے اپنے راز نہیں شئیر کرے گا، پھر یہ تم پر آسان نہیں ہو گا، پھر یہ زبردستی تمہارا ساتھی نہیں بنے گا، اگر تم نے اسے چھوڑ دیا، پھر یہ بھی تمہیں نہیں تھامے گا، پھر تم زمین سے لگ جاؤ گے، پھر روندھیں گے تمہیں لوگ پاؤں کے نیچے۔ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس تمہیں پھر سے پستیوں کی طرف دھکیل دے گا۔ پھر بلندیاں نہیں پاؤ گے، پھر پستیاں ہی پاؤ گے، پھر رب سے کیسے جڑ پاؤ گے۔۔ یہ قرآن پاک کی ہی ہے جو تمہاری تنہائیوں کا ساتھی بنے گا۔ تمہاری تنہائیوں کا ساتھی، تمہارا قرآن خوش شکل انسان کی صورت میں تمہارے پاس ہو گا، اور تم خوشی اور حیرانی میں اسے دیکھو گے، کہ دنیا میں بھی جب سب چھوڑ دیتے تھے، تم ساتھ ہوتے تھے، آج بھی ایسا ہی ہوا۔۔۔ تم میرے رب کا انعام ہو مجھ پر ❤️..

پھر وہ وقت ہو گا آرام کا، کامیابی کی نوید لئے ایک خوبصورت دن کا یقین لئے، ایک پر سکون لمبی نیند کا ...کہ جس کے بعد اب حشر میں اٹھنا ہے، ہمیشگی کی زندگی کے لئے ❤️ .ان شاءاللہ۔۔۔

فقیر سائیں کے ان شاءاللہ کہنے پر سب نے اونچی آواز میں ان شاءاللہ کہا تھا۔ سالم نے بھی اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو اپنا عہد یاد دلاتے ہوئے انشاءاللہ کہا۔

اور پھر فقیر سائیں نے سالم کی طرف سے اپنا رخ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف موڑا اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تو اے رضا ربی کے طالبوں! نبی کریم صلی اللہ علیہ کے بہترین امتیوں، اس رب کی خاطر دنیا میں اجنبی ہو جانے والوں! تم جب بھی تھکنے لگو، بکھرنے لگو تو اپنی منزل کو یاد کر لینا، اپنی ان مشقتوں کے حاصل کو یاد کر لینا، اپنے پیارے رب سے ملاقات کے وہ لمحے یاد کر لینا، اور آخری سانس تک اسی سے اس راہ پر استقامت مانگ لینا، سورہ الضحی کی امید و محبت بھری آیات کو تلاوت کر لینا اور اپنے رب کے وعدوں پر یقین رکھنا ❤️..

"ولسوف یعطیک ربک فترضی"

اور عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

فقیر سائیں کی بات مکمل ہونے کے بعد وہاں پر بیٹھے تمام افراد نے یک زبان سبحان اللہ انشاءاللہ کہا۔

سالم کا دل آج اتنے سالوں بعد پر سکون ہوا تھا۔اس کے دل سے روح سے جیسے مانو بوجھ ہٹ گیا ہو۔

لنگر کی تقسیم کا وقت ہو گیا تھا جب فقیر سائیں اور وہاں بیٹھے کچھ مجاور لنگر کی تقسیم کے لیے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جبکہ سالم وہیں بیٹھا سامنے کے مناظر دیکھنے لگا جہاں پر بہت سے بے کس اور مجبور لوگ بیٹھے تھے۔ جنہیں دربار کے مجاور کھانا تقسیم کر رہے تھے۔

ولیوں کا دربار ایسی جگہ ہے جہاں دن کو چلے جائیں رات کو چلے جائے۔کڑکتی دھوپ میں چلے جائیں برستی بارش میں چلے جائیں۔کرفیو لگا ہو یا مارشل لاء کا ماحول ہو۔دفع 144 ہو یا عید کا دن ہو۔چھٹی کا دن ہو یا کام کا دن ہو۔ماحول میں سیاسی گرمی ہو یا مندے کے دن ہوں۔ولیوں کی درگاہوں پر ہجوم عاشقاناں ہی رہتا ہے۔جہاں سے

ہزاروں بھوکے بے بس اور مجبور اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

سالم اپنی ہی سوچوں میں گم تھا کے اسے وہاں بیٹھے اتنا وقت گزر گیا تھا کے ظہر کی اذان کی صدا سنائی دی۔

فقیر سائیں جو امامت کروانے کے لیے جا رہے تھے سالم کو دیکھ کر اس کے قریب آئے اور اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھلایا اور بولے "آؤ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دینے چلے"

سالم نے ان کا ہاتھ دیکھا اور پھر اپنا سر نفی میں ہلایا اس کی آنکھوں کے پپوٹے پھر آنسوؤں سے بھر گئے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کا سر نفی میں ہلانے پر فقیر سائیں اس کے پاس ہی بیٹھ گئے اور اسے پوچھنے لگے "برخوردار کیوں انکار کر رہے ہو"

سالم نظریں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر ٹکائے۔اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے بولا۔"میں اپنے رب سے نظریں ملانے کے قابل نہیں ہوں۔مجھ میں ہمت نہیں ہے اپنے رب کا سامنا کرنے کی۔"

فقیر سائیں نے ایک افسوس بھری آہ فضا میں خارج کی اور پھر بولے "برخوردار اس بات کا جواب تمھے پہلے مل چکا ہے اصل بات بتاؤ جو تمھے پریشان کر رہی ہے۔"

سالم ان کی دور اندیشی پر حیران ہوا تھا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے بولا "کوئی انسان محبّت کے بغیر عبادت کیسے کر سکتا ہے"

سالم کی بات سن کر فقیر سائیں کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔ پھر وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے "برخوردار اس رب کی محبّت اور محبوبیت تو اس رب کی ہی عطا ہے۔ ہم جیسے گناہگاروں کا کام ہے کے ہم اس ربِ کائنات کے حضور اپنی حاضری پوری کریں۔ کم از کم ہماری حاضری تو اس تک پہنچے گی۔ ہمیں اپنی کوششوں کی طرف گامزن رہنا ہے۔ وہ رب خود ہی ہمارے دلوں کو موڑ لے گا اپنی طرف۔ نماز پہلی کنجی ہے اپنے رب سے ملاقات کی۔ جانتے ہو جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو وہ رب اپنے بندے کے کتنا قریب ہوتا ہے۔؟

فقیر سائیں کے سوال پر سالم نے ناں میں سر ہلایا۔

"نماز میں ہمارا رب ہماری شارگ سے بھی زیادہ قریب ہوتا ہے۔" سالم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ "اس لئے اٹھو اور اپنے رب سے کلام کرو۔ اپنی رب سے اپنے

دل کی بات کرو اس سے معافی مانگو اور وہ رب بانہیں پھیلائے تمہارا استقبال کرے گا اس کی رحمت کے آگے یہ گناہ کچھ بھی نہیں۔اس لئے اٹھو اور اپنی حاضری پوری کرو" فقیر سائیں اس کا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ لے گئے اور وہ خاموشی سے ندامت کے آنسو لئے ان کے ساتھ چل دیا۔

ابھی تم تھک نہیں جانا...

ابھی تو سفر باقی ہے----

ابھی تو راہ کے پتھر---

تمہیں اور آزمائیں گے--

ابھی تو ٹوٹ کر تم کو---

نیا اک شخص بننا ہے---

ابھی تو معمولی کنکر سے---

تمہیں یاقوت بننا ہے---✨

ابھی تو تم کو حدیث نبی صلی کے مثل---

ہاتھوں پہ دہکتا کوئلہ رکھ کر جینا ہے۔۔۔

بڑی تکلیف تو ہوگی۔۔۔

مگر پھر اسکو سہنا ہے۔۔۔

گر تم پھینک دو گے۔۔

اس کوئلے کو تکلیف کے ڈر سے۔۔۔

کہاں پھر روشنی پاؤ گے۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پھر تو اس اندھیری جگہ۔۔۔

اس کوئلوں بھری جہنم میں جاؤ گے۔۔۔ 💔

دیکھو۔۔۔۔

ابھی تم تھک نہیں جانا۔۔۔

ابھی تو سفر باقی ہے۔۔۔ 🍂_***********

صبح سے رات ہوگئی تھی سالم ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔دن میں کتنی بار سِلاح کا دل کیا

تھا کہ ایک بار کال کر کے سالم کی طبعیت کا معلوم کر لے۔ایک بار تو وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر نیچے فون کرنے چلی بھی گئی تھی۔جب نگینہ نے اسے بتایا کے سالم کو سخت نا پسند ہے کے کوئی اسے پیچھے سے کال کرے۔یہاں تک کے ہیرا نے بھی آج تک نہیں کیا۔ایک بار ایسا ہوا تھا کہ کسی ملازم نے کال کر لی تھی تو جو اس وقت سالم نے غصے کیا تھا آج تک سب کو یاد تھا۔اس کے بعد کسی کی ہمت نہیں ہوئی وہ غلطی دوبارہ دوہرانے کی۔

نگینہ کی باتیں سن کے سِلاح نے اپنا ارادہ بدل لیا تھا۔اور وہ کال کرتی بھی کیسے ابھی تک ان کے درمیان کوئی اتنا بے تکلفی کا رشتہ بنا ہی کب تھا۔

وہ پریشانی میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی اس کے دل کو کسی صورت چین نہیں آرہا تھا۔اس کا دھیان بھٹک بھٹک کر سالم کی طرف جارہا تھا۔تبھی عِشاء کی اذانوں کی آواز سنائی دی۔تو اپنی سوچ اور اپنی فکر کو اللہ کے سپرد کر کے خود وضو کرنے چلی گئی۔وضو کر کے آئی تو جائے نماز بچھا کر نماز ادا کی۔نماز ادا کر کے اس کا دل تھوڑا پر سکون ہوا تھا پھر دعا میں اس نے سالم کی سلامتی کے لیے دعا مانگی۔اور پھر قرآن پاک لے کر بیٹھ گئی تاکہ آپ نے اللہ تعالی سے بات کر سکے۔اس نے کبھی کسی کو اپنا بیسٹ فرینڈ نہیں

بنایا تھا۔اپنی ہر تکلیف ہر بات ہر پریشانی صرف اور صرف اللہ تعالی کے سامنے بیان کرتی تھی وہی اس کے رازدار تھے اور وہیں اس کے بیسٹ فرینڈ بھی تھے۔

قرآن پاک پڑھ رہی تھی جب ہیرا اس کے کمرے میں آئی۔وہ قرآن پاک پڑھنے میں اس قدر محو تھی کہ اسے ہیرا کے آنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ہیرا ابھی اسے قرآن پاک پڑھتا دیکھ کر بنا اسے مخاطب کیے خاموشی سے اس کے پیچھے آ کر بیٹھ گئ۔اور اس کی تلاوت سننے لگی۔تلاوت میں سِلاح کی آواز بہت خوبصورت تھی۔اب سِلاح اور ہیرا کا اکثر وقت ساتھ ہی گزرتا تھا۔جب بھی سِلاح تلاوت کیا کرتی ہیرا اس کے پاس بیٹھ کر بہت شوق سے سنا کرتی تھی۔سِلاح کی صحبت میں رہتے ہوئے ہیرا میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھی۔وہ سِلاح کے ساتھ مل کر نماز پڑھتی اور پھر کوئی بھی اسلامی موضوعات پر اس کے ساتھ ڈسکشن کیا کرتی تھی۔

ابھی بھی وہ تلاوت میں کھوئی ہوئی تھی۔اسے بالکل بھی احساس نہیں ہوا تھا کہ کب سِلاح نے تلاوت ختم کر لی تھی۔

سِلاح قرآن پاک بند کر کے پیچھے کی طرف مڑی تو ہیرا کو اپنے پیچھے پایا۔ہیرا آنکھیں بند کیے کسی اور ہی جہاں میں پہنچی ہوئی تھی۔وہ اسے دیکھ کر مسکرائی اور پھر

اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے ہلایا۔تو ہیرا نے چونک کر اپنی آنکھیں کھولیں تو سِلاح سامنے مسکراتی ہوئی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ہیرا بھی اسے دیکھ کر مسکرائی اور اس سے پوچھنے لگی "بھابھی جان آپ کتنے پیار سے قرآن پاک پڑھتی ہیں۔جیسے آپ کو اللہ تعالیٰ پر بہت پیار اور لاڈ آرہا ہوں"

ہیرا کی بات سن کر وہ بے اختیار مسکرائی اور بولی "کیسے نہ پیار آئے اس رب پر جب بندہ کانپتے دل کے ساتھ قرآن کھولے،دل میں اپنے گناہ کا ملال لئے،اور،اور وہ رب ڈانٹے نہ، جھڑکے نہ،دھتکارے نہ۔۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Artists|Books|Poetry|Interviews

بلکہ بڑے پیار سے آپ کو آپکی غلطی سمجھا دے اور احساس دلائے کہ تم میری نظر میں ہو۔۔۔۔

اور آنکھیں چھلک پڑیں،دل تڑپ اٹھے یارب آپ نے مجھ سے خطاب کیا ہے۔۔۔ آپ نے میرے دل کے حال کو جان لیا ہے۔۔۔آپ نے مجھے جواب دیا ہے۔۔۔میں اہم ہوں آپ کے لئے۔۔؟رب کائنات،میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔۔۔۔اللہ آپ حق ہیں،آپکا کلام حق ہے،آپ کی باتیں حق ہیں،آپکا علیمٌ بذات الصدور ہونا برحق ہے۔۔یارب میں کیسے آپکی نہ مانوں۔۔۔میں کیسے آپ کی نافرمانی کروں۔۔۔آپ

نے ہمیشہ مجھ پر احسان کئے ہیں، رحمت کی ہے۔۔۔ سمجھا ہے مجھے، تھاما ہے مجھے، رستہ سجھایا ہے مجھے۔۔۔اور جب انسان یہ سب کچھ سمجھ جاتا ہے اور محسوس کر لیتا ہے تو خود بخود اپنے رب سے بے انتہا محبت ہو جاتی ہے۔میں اسے محبت بھی نہیں عشق کہوں گی۔اس رب کی اتنی عنایتوں کے سامنے عشق لفظوں میں بہت چھوٹا پڑ جاتا ہے۔"

سالم جو ابھی گھر آیا تھا۔سیدھا اپنے کمرے کی طرف آیا لیکن اندر سے آتی آواز نے اس کے قدم باہر ہی روک دیے۔وہ سوال جس کا جواب وہ فقیر سائیں سے مانگ رہا تھا ۔سِلاح نے اتنے خوبصورت انداز میں اس کے سوال کا جواب دے دیا تھا۔

سِلاح کی بات سن کر ہیر انم آنکھوں سے مسکرائی اور بولی "بے شک آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی۔لیکن میں نے قرآن پاک پڑھنا بہت دیر پہلے کا چھوڑ دیا ہے ۔مجھے تو سب کچھ بھول بھی گیا ہے مجھے ایسے لگتا ہے کہ اب میں غلط پڑھوں گی تو کہیں بے ادبی نہ ہو جائے"

ہیرا کی بات سن کر اس نے تاسف سے سر ہلایا اور بولی "آپ جانتی ہیں ہمارے یہاں عجیب ہی concept ہو گیا ہے۔پتا ہے ہم نے بے ادبی کے ڈر سے قرآن ہی چھوڑ دیا ہے۔اور اگر دیکھا جائے تو یہی تو قرآن کی بے ادبی ہے کہ اسے پڑھنا ہی چھوڑ

دیں۔ 💔 قرآن کو رکھنے کی جگہ اونچی شیلف نہیں ہے۔آپ کا اور میرا دل ہے

"اور پھر سِلاح اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے بولی "یہاں سجائیں نا قرآن پاک

کو۔یہاں دیں نا سب سے اونچا مقام قرآن پاک کو۔ "

سِلاح کی بات سن کر ہیرا نے شرمندگی سے اپنی نظریں جھکالیں اور التجائیہ انداز

میں بولی "آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی جان کیا آپ میری مدد کریں گی

دوبارہ قرآن پاک پڑھنے میں "

ہیرا کی بات سن کر سِلاح نے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ سے ہیرا کا چہرہ اوپر اٹھایا اور

پیار سے بولی "بالکل کیوں نہیں آپ کو جب میری جہاں بھی ضرورت پڑے گی

میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں گی "

ہیرا نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔باہر کھڑا سالم بھی مسکرایا تھا اور

تبھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر سِلاح اور ہیرا نے مڑ کے پیچھے دیکھا۔جہاں سالم اندر

داخل ہو رہا تھا۔

سالم کو اپنے سامنے دیکھ کے سِلاح کے دل کو سکون ملا تھا۔

ہیرا اٹھی اور سالم سے جا کے ملی۔ سالم نے بھی اسے سر پہ پیار کیا اور اسے لئے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔

سِلاح ان دونوں کو صوفے کی طرف بڑھتا دیکھ کر نیچے کی طرف آئی۔ تا کہ سالم کہ لئے کھانا نکال سکے۔

ہیرا تھوڑی دیر ہی سالم کے پاس بیٹھی تھی۔ اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور سالم فریش ہونے کے لیے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ جب باہر آیا تو آرام دہ ٹی شرٹ اور ٹراوزر میں ملبوس تھا۔ گیلے بال ماتھے پر ٹکائے تولیے سے منہ صاف کرتا ہوا باہر آیا۔ تبھی سِلاح کھانے کا ٹرے لئے داخل ہوئی۔ کھانا میز پر رکھا۔ اور خود سالم کے قریب آئی اور بولی "اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ آپ جانتے ہیں میں آج آپ کے لئے بہت فکر مند رہی۔ میرا بہت دل کیا تھا کہ آپ کو کال کر کے خیریت دریافت کر لوں۔ لیکن نگینہ نے بتایا کہ آپ کو ایسے کال کرنا بلکل بھی پسند نہیں۔ تو اس لیے میں آپ کو کال بھی نہیں کر سکی۔" وہ معصومیت سے بولی۔

سالم کو اس معصوم لڑکی کا اپنے لیے فکر کرنا بہت بھایا تھا۔ آج سالم اتنا پر سکون تھا اور

اسے یہ سکون دینے کی سب سے بڑی وجہ سِلاح تھی۔آج اسے اپنے ارد گرد کی ہر چیز ہر انسان بہت اچھا لگ رہا تھا۔وہ چلتا ہوا اس کے مزید قریب آیا اور اس کے ہاتھ تھامے۔

سالم کے اتنا قریب ہونے اور پھر اس کے ہاتھ تھامنے پر اس کا دل زور سے دھڑکا تھا ۔اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

سالم نے اس کے کانپتے ہاتھوں کو اور مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور پھر پیار بھرے لہجے میں بولا"آپ میرے لئے فکر مند مت ہوں اب میں بالکل ٹھیک ہو۔اگر آپ کو فکر ہو رہی تھی تو آپ مجھے کال کر لیتی میں آپ پر کبھی غصہ نہیں کرتا"۔

سِلاح سالم کے اس قدر شیریں لہجے پر حیران ہوئی تھی۔یہ وہ سالم لگ ہی نہیں رہا تھا جس سے وہ کچھ دن پہلے ملی تھی اور جس کے ساتھ اتنے دن گزارے تھے۔آج سالم کے آنکھوں میں الگ ہی چمک تھی۔جو اس کو مزید الجھا رہی تھی۔اس کے انداز میں الگ ہی اپنا پن تھا۔جیسے سِلاح نے بہت شدت سے محسوس کیا تھا۔

سالم اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ اس کی سانسوں کی گرماہٹ سِلاح کو اپنے چہرے

پر محسوس ہو رہی تھی۔سالم کی اتنی سی قربت پر اس کا اپنے پاؤں پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا تھا۔وہ فوراً اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہٹی اس سے کوئی بات نہ بن پڑی تو جو منہ میں آئے بول پڑی "جی وہ میرے پاس موبائل نہیں تھا تو" بولتے بولتے وہ اچانک چپ کر گئی اسے احساس ہوا کہ وہ کیا فضول بولی جا رہی ہے۔

سِلاح کی بات سن کے سالم کے ہونٹوں کو مسکراہٹ چھو گئی تھی۔آج پہلی بار اس نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔وہ اپنے ڈمپلز کی بھرپور نمائش کرتے ہوئے بولا "اووو ہووووو تو زوجہ حمد سالم شاہ کے پاس فون نہیں ہے۔یہ تو بہت غلط بات ہے سالم شاہ آپ کو پتہ ہی نہیں کہ آپ کی زوجہ کے پاس اتنی اہم چیز مسنگ ہے "سالم آج الگ ہی ترنگ میں تھا۔اگر آج سالم کے دوست یا اس کی فیملی میں سے کوئی دیکھ لیتا تو مان ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی حمد سالم شاہ ہے۔

سالم کے اس طرح بولنے پر سِلاح کو مزید اپنی بیوقوفی کا احساس ہوا.شرمندگی سے اس کا چہرہ لال ہو گیا تھا وہ سر جھکائے ہی بولی "نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا"

سالم اس کے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کر اپنے اور اس کے درمیان کا فاصلہ ختم کرتے ہوئے اس کے قریب آیا جو اس نے تھوڑی دیر پہلے پیچھے ہٹ کے قائم کیا تھا

۔

سالم نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھاما اور دوسرے ہاتھ سے ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کیا۔ سِلاح کی آنکھیں سالم کی آنکھوں سے ٹکرائی۔ سِلاح نے فورا آنکھیں جھکا لیں اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ سکے آج کچھ الگ ہی چمک تھی سالم کی آنکھوں میں۔

سالم نے نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا" کیوں آپ کا مطلب نہیں تھا۔ آپ کا ہر ایک مطلب مجھ سے ہونا چاہیے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات کا مطلب مجھ سے ہونا چاہیے۔ میں جانتا ہوں ہمارا رشتہ جن حالات میں بنا وہ ہم دونوں کے لئے ہی اس رشتے کو قبول کرنا بہت مشکل تھا اور ابھی بھی ہمارے اس رشتے کو وقت چاہیے ۔" سالم تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوا۔ سالم کی نظریں مسلسل سِلاح کے چہرے پر ٹکی تھی۔ وہ ابھی بھی نظریں جھکائے کھڑی اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو قابو کر رہی تھی۔ جو سالم کی قربت سے الگ ہی شور مچا رہی تھی۔

سالم نے تھوڑے وقفے کے بعد دوبارہ بولنا شروع کیا" لیکن میں آج ابھی اسی وقت ایک رشتہ قائم کرنا چاہتا ہوں آپ سے۔ اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ آپ اس سے

انکار نہیں کریں گی۔"اپنی بات ادھوری چھوڑ کے وہ اس کے چہرے پر آتے جاتے رنگوں کو دیکھنے لگا جو سالم کی آدھی ادھوری بات سے اس کے چہرے پر پھیل گئے تھے ۔اس کی حالت دیکھ کے وہ بہت محظوظ ہو رہا تھا۔

سِلاح بہت ہمت کر کے بولی "کیسا رشتہ ؟وہ بس اتنا ہی بول پائی تھی۔

اس کی بات سن کہ سالم کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ آئی تھی۔سالم کا دل کیا کے اسے مزید تنگ کرے لیکن اس کی حالت کے پیشِ نظر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔اگر مزید اسے تنگ کرتا تو شاید وہ وہی بیہوش ہو جاتی 😂

سالم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھ کے پیالوں میں بھرا اور پیار بھرے لہجے میں بولا "دوستی کا رشتہ۔میں چاہتا ہوں کے ہم دونوں میں سب سے پہلے دوستی کا ایک مضبوط رشتہ بنے۔مجھے اس وقت سب سے زیادہ ایک دوست کی ضرورت ہے۔میں آج جس مقام پر کھڑا ہوں وہاں مجھے ایک مخلص دوست چاہیے اور وہ مخلص دوست شریک حیات کی صورت میں مل جائے تو اس انسان سے زیادہ کوئی خوش قسمت کوئی بھی نہیں ہو سکتا ۔اور میں چاہتا ہوں کے میں ان خوش قسمت انسانوں میں شامل ہو جاؤ"اپنی بات پوری کر کے سالم نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا اور بولا "کیا آپ مجھے وہ خوش

قسمت انسان بنائے گی"

سالم کا ہاتھ اپنے سامنے دیکھ کے سِلاح نے نظریں اٹھا کہ پہلے سالم کی طرف دیکھا جو بہت امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔سِلاح کی آنکھوں میں نمی اتری تھی ۔اس نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا اور اپنا ہاتھ سالم کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

سِلاح کا جواب ہاں میں جان کے سالم کے چہرے پر ایک جاندار مسکراہٹ آئی تھی ۔اس نے سِلاح کا ہاتھ مظبوطی سے تھاما اور اسے اپنے حصار میں لے لیا۔سالم کے اس اچانک افتادہ پر اس کی جان ہوا ہوئی تھی۔اس نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن سالم نے اپنا حصار اور مظبوط کر لیا۔سالم اس وقت اسے محسوس کرنا چاہتا تھا اپنے بہت قریب۔اپنے والدین کے چلے جانے کے بعد آج اسے پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ ابھی بھی کوئی مخلص رشتہ موجود ہے جو اس کا سب سے زیادہ اپنا ہے ۔

اس کے حصار تنگ کرنے پر سِلاح نے بھی ہر مزاحمت ترک کر دی تھی وہ بھی اپنے اس محافظ،سائبان کی باہوں میں خود کو پر سکون اور محفوظ محسوس کر رہی تھی۔ایک افسوس سا پھیل گیا تھا دونوں کے گرد وہ نا جانے کتنی ہی دیر ایک دوسرے کو محسوس کرتے رہے۔

یہ افسوس سالم کی آواز نے توڑا تھا۔وہ اپنے لب اس کے کان کے قریب لایا اور سرگوشی میں بولا "ویسے آپ کو کیا لگا تھا کے میں کون سے رشتہ کی بات کر رہا ہوں"

سالم کی بات سن کے اس نے فوراآنکھیں کھولی اس کے کان کی لو سرخ ہو گئی تھی۔وہ جلدی سے سالم کے حصار سے نکلی اور خود کو کمپوز کرتے ہوئے فورابولی "نہیں تو میں کچھ بھی نہیں سمجھی تھی"اور ساتھ ہی بیڈ کی چادر ٹھیک کرنے لگی۔سالم اس کی نظریں چڑانے پر کھل کے مسکرایا۔اور پھر آسمان کی طرف دیکھ کے اپنے رب کا شکرادا کرنے لگا۔

****

اے آنکھ ذرا ٹھہر جا۔۔۔۔

یہاں مت بہنا۔۔۔ تھوڑا صبر کر لے۔۔۔ یہ آنسو ذرا ضبط کر لے۔۔ یہاں تیرا بہہ جانا تجھے کمزور کر دے گا۔۔

رک ذرا۔۔۔

وہاں اک گوشہ ہے ویران۔۔۔وہاں نہیں کوئی انسان۔۔۔

چل اب آنکھوں کے بند کھول دے۔۔۔اب دل کے حال بول دے۔۔۔اب تو محفوظ جگہ ہے۔۔۔اس رب کے پاس جہاں تیرے آنسو بے وقعت نہیں۔۔۔جہاں تیرے آنسو تیری طاقت ہیں۔۔ ❤️

جہاں تیرے آنسو اتنے انمول ہیں۔۔۔کہ جہنم کو تجھ پر حرام کرا سکتے ہیں۔۔تجھے رب کا قرب دلا سکتے ہیں۔۔تجھے رب کی محبت میں بڑھا سکتے ہیں۔۔۔

چل اب رو لے۔۔۔جتنا جی چاہے۔۔۔سامنے تیرا اپنا ہی ہے۔۔تیرا رب۔۔۔تیرا غمگسار۔ اگلی۔ ❤️

فجر پر بادل بلکل عنقا تھے اور جامنی آسمان صاف تھا۔کیوں کے رات کو آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ابھی فجر میں چند ساعتیں باقی تھی۔ایسے میں سالم اپنے کمرے میں بلینکٹ اوڑھے،آنکھیں موندے بے خبر سو رہا تھا۔ماتھے پر بال بکھرے ہوئے تھے۔سِلاح بھی اس کے پہلو میں بے خبر سو رہی تھی۔اتنے سالوں بعد رات کو اسے پہلی بار اتنی پر سکون نیند آئی تھی۔

ایک مینڈک کی ہیئت کی مخلوق اس کے کندھے پر چپکے سے آ بیٹھی اور اس نے اپنی لمبی سونڈ کے ذریعے سالم کے دل کو پکڑا اور پھر اس پر گرہ لگائی۔ایک دو تین۔سالم بے خبر سوتا رہا۔

"اے اوڑھ کر لیٹنے والے۔۔۔۔۔اٹھو اور خبر دار کرو"

دفعتاً ایک جھٹکے سے سالم کی آنکھیں کھلیں۔اس نے ادھر ادھر دیکھا۔پھر اس نے پاس پڑا۔موبائل اٹھا کر روشن کیا۔اور موبائل کو دیکھنے لگا کہ کیا وہ الارم کی آواز سے اٹھا ہے؟ پانچ الارم لگائے تھے اس نے مگر پہلے الارم کے بجنے میں بھی ابھی چار منٹ پر رہتے تھے۔پھر وہ سوچنے لگا کہ وہ کس چیز سے اٹھا ہے؟ کیا اذان کی آواز سے؟ مگر اذان میں بھی ابھی وقت باقی تھا۔

"اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو"

سالم سن رہ گیا۔کوئی آواز اس کو سنائی دی تھی۔بھولی ہوئی سورۃ مدثر جو اس کو جاگتے بھی یاد نہ آتی تھی آج سوتے میں یاد آئی تھی۔وہ مخلوق بھی خاموشی سے اس کے دل کو جکڑے بیٹھی رہی۔

"سب تعریف اس اللہ کی جس نے ہمیں مار دینے کے بعد زندہ کر کے اٹھایا۔اور اسی کی طرف ہم نے پلٹنا ہے۔"وہ اللہ کا نام لیتے ہوئے ایک دم اٹھ بیٹھا۔

دل کو باندھ کے تین گرہوں میں سے ایک چھناک سے ٹوٹی۔

سالم کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا۔اور سوچنے لگا کے وہ کیسے اٹھ گیا۔احساس ذمہ داری تھا یا کیا؟وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔اس نے پاس لیٹی سِلاح کی طرف دیکھا جو معصومیت سے بے خبر سو رہی تھی۔وہ مسکرا کے آگے بڑھا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔اور پھر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ آج کیسے اٹھ گیا ہے۔

"اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو اور ہر قسم کی گندگی سے اپنے آپ کو دور رکھو"

وہ سر جھٹک کر بستر سے نکلا اور جب سنک کے اوپر کھڑا ٹوٹی کھول کر وضو کرنے لگا تو دل پر دوسری گرہ بھی جھٹکے سے ٹوٹ گئی۔آدھا بھیگ کر وہ باہر نکلا اور جائے نماز اٹھانے لگا۔پھر رک گیا کیونکہ کمرے میں صرف ایک ہی جائے نماز موجود تھا جو سِلاح نے اپنے نماز پڑھنے کے لئے لایا تھا۔اس نے الماری سے نئی چادر نکالی اور اسٹڈیز کی طرف بڑھ گیا۔اس نے ابھی چادر بچھائی ہی تھی کہ فجر کی اذانوں کی صدا سنائی دی۔وہ خاموشی سے کھڑا ہوں کے اذان سننے لگا۔ایک الگ ہی سکون اسے اپنی رگ رگ میں

محسوس ہو رہا تھا۔

دوسری طرف سِلاح بھی اذان کی آواز سن کے آٹھ چکی تھی۔اس نے آنکھیں کھولی تو اپنی بائیں طرف دیکھا وہاں پہ سالم موجود نہیں تھا۔وہ فورا اٹھ بیٹھی اور اسٹڈیز کی طرف دیکھا اسٹڈیز کا دروازہ بند تھا لیکن روشنی جل رہی تھی۔وہ سمجھ گئی کے سالم سٹڈیز میں ہے۔وہ بھی اٹھی اور وضو کر کے نماز ادا کرنے لگی۔

سالم نے آج ساری اذانیں سنی تھی۔اذانیں ختم ہوئی تو اس نے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی تو دل پر لگی تھی دوسری گرہ بھی ٹوٹ گئی۔مگر وہ مخلوق ہار ماننے کو تیار نہ تھی ۔وہ اس کے کان میں بولنے لگی۔اس کو پچھلے دن کے کام یاد کروانے لگی۔ذہن میں شک ڈالا کے یہ دوسری رکعت ہے یا پہلی؟اس میں بیٹھنا ہے یا نہیں بیٹھنا؟پھر کبھی سِلاح کا چہرہ دکھانے لگی مگر اسے علاج مل چکا تھا۔نماز کے دوران ہی سالا عوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا۔اعوذ باللہ معجزہ کر دیتا ہے۔لوگ آزماتے نہیں ورنہ اس سے بڑی دعا کیا ہو گی کوئی؟

باقی کی نماز سکون سے پڑھی گئی۔

سلام پھیر کر جب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو سمجھ نہیں آیا کہ کیا مانگے۔دل

میں کوئی عجیب سی خوشی ابھری تھی۔ بار بار ادھر ادھر دیکھتا۔ وہ کیسے آٹھ گیا؟ اوف یہ اٹھ جانے میں کتنا مزا تھا کتنا سکون تھا اس اندھیرے میں اپنی اندھیری زندگی کے بارے میں اس نور والے سے باتیں کرنا کتنا اچھا لگ رہا تھا۔

پھر اس نے ہاتھ اٹھائے اور اپنے رب سے دعا مانگنے لگا اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگا "اوہ اللہ سب تعریف آپ کے لیے ہی ہے آپ نے مجھے فجر دے دی۔ برسوں بعد میں فجر پہ اٹھا۔ یا اللہ میں اپ کا کیسے شکر ادا کروں۔ اللہ آپکا یہ انداز دل ہلا دیتا ہے۔۔۔ ایسے لگتا جیسے کوئی بہت اپنا، بہت قریبی، ہم پر سب سے بڑھ کر احسان کرنے والا ہم سے شکوہ کر رہا ہو۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Poetry|Interviews

دیکھو میں نے تم سے اتنی محبت کی، تمہارا اتنا خیال رکھا، تمہیں اتنا protect کیا، تمہاری چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال کیا، تمہیں بن کہے سن لیا، تمہیں خوش کرنے کے لئے اتنے انتظام کئے، تمہارے ہر پل قریب رہا، تمہاری دعائیں سنیں، تمہاری پیدائش سے لے کر اب تک تمہارے پاس جو جو نعمت ہے میں نے ہی عطا کی۔

مگر بدلے میں تمہارا کیا رویہ ہے میرے ساتھ۔؟؟ افسوس، صد افسوس۔ تم نے پہچانا ہی نہیں مجھے۔ تم نے مانا ہی نہیں میرے احسانوں کو۔۔۔ تمہیں کبھی احساس ہی نہیں

ہوا میری رضامندی اور ناراضگی کا۔۔۔

تم نے دنیا کی حقیر چیزوں سے محبت کر لی مجھ سے نہ کی. ہاں محبت تو تب ہوتی ہے نا جب کسی کو پہچانا جائے، کسی کو جانا جائے، پہچانا ہی تو نہیں تم نے مجھے۔

تم ساری دنیا سے ڈرے، تم کیڑے مکوڑے سے ڈرے تم انسانوں سے ڈرے، تم جانوروں سے ڈرے، تم مستقبل سے ڈرے، پر ایک مجھ ہی سے نہ ڈرے۔

تم نے ہر ایک کو خوش کرنے کی کوشش کی، ہر ایک کی نظر میں باعزت و پسندیدہ بننے کی کوشش کی سوائے ایک میرے.

تمہارا دل ہر ایک کی ناراضگی پر کھٹکا سوائے میرے۔"سالم کی آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔"تمہیں ہر ایک سے شرم آئی، سوائے میرے۔

تمہیں یہ تو یقین تھا کہ لوگوں کی دو آنکھیں ہیں انکے سامنے کچھ غلط کیا تو وہ دیکھ لیں گے، پر تمہیں کبھی یہ یقین نہ آیا کہ تمہارا رب بھی بصیر اور خبیر ہے، تمہیں اسکے دیکھنے سے تو کبھی حیا نہیں آئی۔"

"اے انسان...! تو دنیا کی ہر چیز کے پیچھے بھاگا۔ ہر ایک چیز کی طلب رکھی۔ سوائے

اپنے رب کے۔

اے انسان! تو نے قدر ہی نہیں کی اپنے رب کی جیسا اسکی قدر کا حق تھا۔ تو نے اس سے ویسی محبت ہی نہیں کی، اسکی ویسی اطاعت ہی نہیں کی جیسا کہ اسکا حق تھا۔" وہ خود کو احساس دلا رہا تھا کہ اس کا رب اس سے کیسے مخاطب ہو گا۔

"یا اللہ مجھے معاف کر دیں میں بھٹک گیا تھا۔ میں نے آپ کو ناراض کر دیا پھر بھی آپ نے مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑا۔ میں آپ سے محبّت کا حق ادا نہیں کر سکا۔ لیکن میں آپ سے آپ کا رحم مانگتا ہوں۔ آپ رحمت اور آپ کے ساتھ کے بغیر میں کچھ بھی نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں خود کو آپ کی رضا، آپ کی پسند میں ڈھالنے کی پوری کوشش کروں گا۔" سالم کی آنسوں مسلسل بہہ رہے تھے۔ وہ آج اپنے رب سے اپنی ہر بات کہہ دینا چاہتا تھا کیونکہ ہمارا رب ہمارے دلوں کے حال خوب جانتا ہے۔ جیسے کہ اللہ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَلَقَد خَلَق نَاال اِن سَانَ وَنَع لَمُ مَاتُوَس وِسُ بِهٖ نَف سُهٗ ۚ ۖ وَ
نَح نُ اَق رَبُ اِلَی هِ مِن حَب لِ ال وَرِی دِ ﴿۱۶﴾

(ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔)

آج زندگی میں پہلی بار سالم شاہ کو سمجھ آیا تھا کہ رسول ﷺ، ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ۔۔۔۔کیوں ان کو فجر کی دو رکعتیں دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھیں۔اور یہ کیفیت تو وہی چکھ سکتا ہے جو فجر اور تہجد پہ اٹھتا ہے۔

"ہر شخص اپنے کمائے ہوئے اعمال کے بدلے میں رہن ہے۔

سوائے دائیں بازو والوں کے

جو جنتوں میں ہوں گے

اور پوچھیں گے مجرموں سے

کہ کیا چیز لے گئی تمہیں جہنم میں

(جہنم والے) کہیں گے

ناتو ہم نماز پڑھنے والے (سورۃ المدثر)

دعا مانگ کے چادر اٹھائی اور پھر کھڑکی میں آکھڑا ہوا۔پٹ کھول کر سرد ہوا کو اس نے اندر آنے دیا۔وہاں ایک خوبصورت کالونی نظر آرہی تھی۔وہ سامنے کا منظر دیکھ کر مسکرایا۔

اس نے آنکھیں بند کرکے سرد ہوا کو محسوس کرنا چاہا۔آج اسے کچھ بہتر مل گیا تھا ۔سالم کے خیال میں وہ اب بھی اللہ سے ویسی محبت نہیں کرتا تھا جیسی کرنی چاہیے۔مگر وہ اب اللہ تعالی سے ایک ریلیشن شپ ضرور بنانا چاہتا تھا تاکہ اللہ کے سامنے اس کا امپریشن ٹھیک ہو جائے۔اللہ اس کی تعریف کرے اس کے دل میں سب سے بڑی تمنا یہی رہ گئی تھی۔اور فجر کی نماز جو اللہ کو بہت پسند ہے اس کو اس نماز سے محبت ہو گئی تھی۔آج اسے اعلٰی محبت اور ادنی محبت میں فرق سمجھ آگیا تھا۔

گناہوں کی جس برف نے اس کے دل کو جما دیا تھا فجر کی پہلی کرن نے اسے آج پگھلا دیا تھا۔آج وہ آزاد ہو گیا تھا۔وہ اللہ کا محبوب بنا تھا یا نہیں 'مگر اس نے شیطان کے قبضے سے اپنا دل ضرور چھڑا لیا تھا۔

ماہ کامل ابھی تک جامنی آسمان پر دمک رہا تھا اور زمین پر بہت بڑے بڑے سمندروں کو

اپنے اشاروں پر چلا رہا تھا اوپر نیچے آگے پیچھے۔

*************۔

صبح ہو گئی تھی ہر طرف دن کا اجالا پھیل گیا تھا۔ سِلاح ابھی بھی قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔

سالم سٹڈی سے نکلا اور اس کو سامنے قرآن پاک پڑھتا دیکھ کر وہ سیدھا اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور اس کی تلاوت سننے لگا وہ تلاوت میں اس قدر مگن تھی کہ اسے سالم کی موجودگی کا احساس بھی نہ ہوا۔

اپنی تلاوت مکمل کر کے جب اس نے قرآن پاک بند کیا۔ تو اسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے مڑ کے دیکھا تو سالم بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سالم اسے دیکھ کر مسکرایا اور بولا "آپ کی آواز بہت خوبصورت ہے جیسے کوئی سحر ہو آپ کی آواز میں"

سالم کی بات سن کر اس نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

جب سالم دوبارہ بولا "کیا آپ میری مدد کریں گی"

سِلاح نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بولی" کیسی مدد"

سالم نے ایک سانس ہوا میں خارج کی اور پھر بولنا شروع کیا"میرا آئی کیو لیول بہت تیز تھا میں نے 9سال کی عمر میں حفظ کر لیا تھا۔جب تک ماما زندہ رہیں میں باقاعدگی سے قرآن پاک پڑھا کرتا تھا لیکن ان کے جانے کے بعد قرآن پاک پڑھنا تو دور کی بات میں تو راہ راست سے ہی بھٹک گیا۔اتنے سالوں میں میں سب کچھ بھول گیا ہوں ۔لیکن میں اب دوبارہ پڑھنا چاہتا ہوں۔کیا آپ اس میں میری مدد کریں گی "

سِلاح کو عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ آج اس کا محرم اس کے ساتھ بیٹھا اپنے دل کی بات اس سے کہہ رہا ہے۔اور سب سے بڑھ کر کے وہ اس سے قرآن پاک پڑھنے کی بات کر رہا تھا۔

سِلاح نے فوراً اثبات میں سر ہلایا اور اور اپنا ہاتھ سالم کے ہاتھ پر رکھا اور پر جوش سی بولی"جی بالکل ضرور۔میں آپ کی مدد کروں گی بلکہ یہ تو میرے لئے خوش قسمتی کی بات ہو گی"

اس کی پر جوشی دیکھ کر سالم کھل کے مسکرایا اور اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا اور سر کو خم دیا۔سِلاح بھی اس کی اس ادا پر کھل کے مسکرائی۔

سِلاح کی شروع سے یہ خواہش تھی کہ اس کی زندگی میں شامل ہونے والا انسان اس کا شریک حیات اللہ تعالی کے بہت قریب ہو۔اللہ تعالی نے اس کی دعائیں سن لی تھی ۔سالم نے گمراہی کا ہر رستہ چھوڑ کے اپنے رب کے راستے کو چن لیا تھا۔اب ان دونوں کی زندگی کے خوبصورت سفر کی شروعات تھی۔

۔*************

ایک ماہ بعد،

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایک مہینہ پر لگا کر گزر گیا تھا۔اس ایک مہینے بہت سی مثبت تبدیلیاں آئی تھی۔سالم نے بہت دل جمی سے قرآن پاک پڑھنے پر توجہ دی تھی۔اس نے قرآن پاک کی تقریبا ساری منزلیں دوبارہ سے ازبریاد کرلی تھی۔درمیان میں کچھ حصہ اسے بھول جاتا تھا. لیکن سِلاح نے اس کی بہت مدد کی تھی۔سالم اور سِلاح ایک دوسرے کیلئے بہت بہترین دوست ثابت ہوئے تھے۔ان دونوں کے رشتے میں بہت بے تکلفی آگئی تھی۔دوستی کا رشتہ تو بہترین پروان چڑھ چکا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ دونوں کے دلوں میں محبت کی نرم کونپلیں اب تناور درخت بنتی جارہی تھی۔لیکن ابھی بھی وہ

اپنے رشتے کی اور مضبوطی کیلئے ایک دوسرے کو وقت دینا چاہتے تھے۔اس ایک ماہ میں سِلاح دو تین مرتبہ اپنے گھر اور رضیہ بیگم سے ملنے جا چکی تھی۔اور سالم بھی فقیر سائیں کے پاس جاتا رہتا تھا۔

اور دوسری طرف ہیرا بھی اب زندگی کی طرف لوٹنے لگی تھی۔سب کی زندگی میں کوئی نہ کوئی تبدیلی آئی تھی سوائے ایک نفوس کے اور وہ صبیحہ بیگم تھی۔جو ویسے ہی اپنی زندگی میں مگن تھی۔

آج شاہ ولا میں معمول سے ہٹ کے افراتفری مچی ہوئی تھی۔اور اس افراتفری کے پیچھے کی وجہ مسزِ محمد سالم شاہ تھی 😊۔آج رضیا بیگم نے سِلاح کی امانت جو اس کے بابا نے اس کے لئے اتنا سارا جہیز بنایا تھا شاہ ولا پہنچا دیا تھا۔وہ اب مزید اتنی بڑی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی تھیں۔اس لیے انہوں نے سِلاح کی امانت اس تک پہنچا دی تھیں۔

آج سوموار کا دن تھا گھر میں کوئی بھی موجود نہیں تھا سالم آفس گیا ہوا تھا اور صبیحہ بیگم اپنے کسی کام سے گئی ہوئی تھی۔ہیرا کی طبیعت صبح سے ٹھیک نہیں تھی وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی۔اب سِلاح اکیلے سب ملازموں کو ایک ایک چیز بتا رہی تھی اور ساتھ خود بھی ان کی مدد کر رہی تھی۔انہیں سب کچھ سیٹ کرتے رات ہو گئی تھی لیکن

ابھی بھی کچھ سامان باہر پڑا ہوا تھا جب ۸ بجے کے قریب سالم گھر پہنچا تھا۔اور سامنے کا منظر عجیب تھا سب ملازم کبھی کوئی چیز اٹھے اندر بھاگ رہے تھے اور کبھی کوئی ایک الگ ہی شور بار پا تھا وہاں۔سالم گاڑی سے باہر نکلا تو سالم کو دیکھ کے سب اپنی جگہ ساکن ہو گے تھے۔حالانکہ اب سالم پہلے کی طرح غصہ بالکل بھی نہیں کرتا تھا لیکن پھر بھی سب اس سے ابھی بھی ڈرتے تھے۔

سالم کڑے تیور لیے ان تک پہنچا اور غصے سے استفار کرنے لگا"کیا ہو رہا ہے یہاں پر یہ سب کیا ہے"سامان کی طرف اشارہ کیا۔

اور تو کسی کی ہمت نہیں تھی کہ سالم کے سامنے بول سکے تو غلام فرید جو پاس کھڑا تھا آگئے آیا اور ہاتھ باندھے بتانے لگا"چھوٹے صاحب یہ چھوٹی بی بی کے گھر سے سامان آیا ہے۔تو ان کے حکم کے مطابق ہم یہ سامان اندر پہنچا رہے ہیں۔"

غلام فرید کی بات سن کے وہ اچھا خاصا حیران ہوا تھا۔اور کوئی بھی سوال پوچھے بغیر وہ سیدھا اپنے کمرے کی طرف آیا جہاں سِلاح نگینہ اور دو تین ملازموں کے ساتھ سامان سیٹ کروا رہی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر سِلاح نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سالم دروازے میں کھڑا تھا وہ آج

سالم کو جلدی گھر دیکھ کر حیران ہوئی تھی کیوں کہ وہ تھوڑا لیٹ ہی گھر واپس آتا تھا۔

سالم نے آتے ہی تمام ملازموں کو ہاتھ کے اشارے سے باہر جانے کا حکم دیا۔ سالم کا اشارہ پاتے ہی سب فوراً وہاں سے غائب ہوئے تھے۔

سِلاح اس کے اتنے سنجیدہ انداز کو دیکھ کے حیران ہوئی تھی۔ سب کے باہر جاتے ہی اس نے دروازہ بند کیا اور چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور سنجیدہ انداز میں پوچھنے لگا "یہ سب کیا ہو رہا ہے"

سِلاح نے ناسمجھی سے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا اور پھر نارمل انداز میں مسکراتی ہوئی بولی "یہ سب میرے جہیز کا سامان ہے میرے بابا نے یہ میرے لیے بہت پیار سے بنایا تھا۔ وہ تو اب نہیں رہے" اپنے بابا کے نام پر اس کی آنکھیں بھیگی تھی۔ اپنے آنسو صاف کر کے وہ دوبارہ بولی "یہ سب رضیہ خالہ کے پاس میری امانت کے طور پر پڑا ہوا تھا تو آج انہوں نے یہ سب مجھے بھجوا دیا۔"

سالم نے ایک آہ ہوا میں خارج کی اور پھر خود پر قابو کرتا ہوا بولا "آپ یہ سب واپس بھیج دیں"

سالم کی بات پر سِلاح نا سمجھی اور حیرانگی سے بولی "شاہ کیا ہوا ہے آپکو۔ آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں"

سالم اس کے قریب آیا اور اس کے ہاتھ تھام کے بولا "جانِ شاہ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کیوں کے آپ کے شاہ کو یہ سب کچھ بلکل بھی پسند نہیں۔ مجھے یہ کم ظرفی لگتی ہے جو لوگ جہیز لیتے ہیں۔"

اس کے جواز پر وہ کھل کے مسکرائی اپنا ایک ہاتھ سالم کے ہاتھ سے نکالا اور اپنے نرم و گداز ہاتھ سالم کے گال پر رکھا اور پیار سے سہلاتی ہوئی بولی "جانِ سِلاح آپ خوامخوہ اتنا سوچ رہے ہیں۔ ہر لڑکی اپنے والدین کی حیثیت کے مطابق جہیز لے کر آتی ہے ۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

اس کے اتنا پیار سے کہنے پر سالم بھی نرمی سے گویا ہوا "کیا آپ کو جہیز کی ضرورت ہے؟ مجھے تو بلکل بھی نہیں ہے۔ میں تو ہمیشہ سے بس یہی بات سوچتا ہوں کہ جب ماں باپ اپنی سب سے قیمتی چیز اپنی اولاد، اپنی بیٹی کسی کے حوالے کر دیتے ہیں پھر تو کچھ اور دینے کے لیے بچتا ہی نہیں۔ پلیز آپ یہ سب کچھ واپس کر دیجیئے"

وہ بس خاموشی سے سالم کو دیکھی جا رہی تھی کے اللہ تعالی نے اسے بہترین سے نواز دیا

تھا۔سالم کا عزت اور وقار اس کی نظر میں اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔اس کی اس بات نے اسے سِلاح کی نظروں میں اور زیادہ معتبر بنا دیا تھا۔آج اسے اپنے مقدر پر رشک آ رہا تھا کے وہ اپنے رب کے لیے اتنی پیاری تھی کہ اللہ تعالی نے اسے ایک بہترین مرد سے نواز دیا تھا۔

وہ اپنے لہجے میں عزت اور محبت سموئے ہوئے بولی "جب آپ نے اتنی بڑی بات کہہ دی ہے تو پھر واپس تو کرنا ہی پڑے گا۔ٹھیک ہے میں واپس کر دوں گی آپ سے بڑھ کر نہیں ہے یہ

چیزیں لیکن "پھر پریشانی سے بولی "لیکن میں یہ سارا سامان واپس کہا بھیجواؤں گی ۔رضیا خالہ نے مجھے اس لیے یہ بھجوایا تھا کیونکہ وہ اب مزید اس کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی تھی۔"

سِلاح نے بنا کسی بحث کے اس کی بات کو مان بخشا تھا۔اور یہ بات سالم کو اندر تک سرشار کر گئی تھی۔اس کی بات سن کے وہ مسکرایا اور اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا اور پیار سے بولا thank u so much " مجھے اتنا مان دینے کے لیے۔مجھے یہ بتانے کے میں آپ کے لئے کتنا اہم ہوں۔اور رہی بات اس سامان کی تو یہ سب

سامان گھر کے پیچھے جو اسٹور ہے وہاں رکھوا دیں۔ نگینہ کی بیٹی کی شادی ہے اسے سامان بنانا تھا اپنی بیٹی کے لیے تو یہ اسے دے دیجئے گا۔"

سالم کی بات پر وہ پر سکون ہو گئی تھی وہ مسکراتی ہوئی بولی "جی یہ بلکل ٹھیک رہے گا"

سالم فریش ہونے کے لیے واش روم کے طرف بڑھنے لگا تھا جب سِلاح نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ سالم نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ وہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا پھر پیار سے اسے دیکھتی ہوئی بولی "اب جائے آپ فریش ہونے" اتنا کہہ کے وہ پیچھے ہٹنے لگی جب سالم نے اسے کمر سے پکڑ کے اپنے طرف کھینچا۔ وہ اچانک اس افتادہ پر سمبھل نا پائی اور سالم کے سینے سے جا لگی۔ سِلاح کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔

سالم اپنے لب اس کے کان کے قریب لے کے گیا اور سرگوشی کی "کبھی بھی کام ادھورا چھوڑ کے نہیں جاتے" اور اپنے لبوں سے اس کے کان کی لو کو چھوا۔ سِلاح اندر تک کانپ گئی تھی۔ دل کی دھڑکنے بے ربط ہوئی تھی۔ اس نے سالم کی شرٹ کو زور سے اپنی مٹھیوں میں بھینچا۔

سالم نے کانوں سے گال تک کا سفر طے کیا اور اس کے لال انار ہوتے گالوں پر اپنے لب رکھے۔اس سے پہلے کے وہ مزید کوئی گستاخی کرتا۔کمرے کا دروازہ بجا۔تو سِلاح کی جان میں جان آئی وہ فوراسالم سے تھوڑا دور ہٹی۔

سالم نے غصے سے دروازے کی طرف دیکھا اور کرخت لہجے میں بولا "کیا کام ہے"

توغلام فرید کی آواز ابھری "چھوٹے صاحب نیچے تیمور صاحب آئے ہیں آپ سے ملنے"

تیمور کا نام سن کے سالم تھوڑا ٹھنڈا پڑا اور بولا "میں آتا ہوں تم جاوٗ"

"جی صاحب" غلام فرید وہاں سے چلا گیا تھا۔

سالم شرارتی نظروں سے اس کو دیکھ کے بولا "باقی کا ادھورا کام بعد میں پورا کریں گے کیونکہ میں کبھی بھی کام ادھورا نہیں چھوڑتا" اتنا کہہ کے وہ مسکراہٹ اچھالتا ہوا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی بات سن کے سِلاح کی جان ہوا ہوئی تھی وہ شرم سے لال ہو گئی تھی۔لیکن ہونٹوں پر ایک دل کش سے مسکراہٹ پھیلی تھی۔

*************_

تیمور بہت سے کیسز میں پھسا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ سالم سے ملنے نہیں آ سکا تھا۔

آج کام کا بوجھ تھوڑا کم ہوا تو وہ سالم سے ملنے آیا تھا۔

وہ ابھی بیٹھا انتظار کر رہا تھا لیکن نظریں چاروطرف بھی دوہرا رہا تھا شائد دیدارِ یار ہی نصیب ہو جائے لیکن آج اس کی قسمت اس پہ مہربان نہیں تھی شائد 😝 😂۔

تھوڑی ہی دیر میں سالم آ چکا تھا۔وہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے تیمور اسے حمزہ اور معصود عالم کے بارے میں بتا رہا تھا کے ان دونوں بھائیوں پر اور بھی بہت سے کیسز کھل گئے تھے اور انہیں عمر قید کی سزا سنادی گئی ہے اور ان کے سب ساتھیوں کو بھی سزا ہو گئی ہے۔سالم کو ان کے سزا کا سن کے اطمینان ہوا تھا۔وہ ابھی باتیں کر ہی رہے تھے جب سِلاح چائے لے کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

تیمور نے سِلاح کو دیکھ کر سلام کیا۔اس نے بھی اچھے سے اس کا حال احوال پوچھا ۔اور پھر چائے سرو کرنے لگی۔وہ چائے سرو کر کے جانے لگی تو تیمور نے اسے روک لیا۔

"بھابھی بیٹھیں مجھے آپ سے اور سالم سے بات کرنی ہے۔"

تیمور کے اس طرح روکنے پر سِلاح اور سالم دونوں حیران ہوئے تھے۔ سِلاح نے سالم کی طرف دیکھا تو سالم نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ سالم کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

تیمور نے گلہ کھنکارا اور بولنا شروع کیا "میں آج بہت اہم بات کرنے یہاں آیا ہوں۔ میں چاہتا تو موم ڈیڈ کو بھیج سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کے میں پہلے خود بات کر لوں پھر انہیں بھیجوں۔" تیمور تھوڑے وقفے کے لیے روکا۔

سالم نے ٹیک چھوڑی اور سیدھا ہو کے بیٹھا گیا۔

" سالم میں کوئی تمہید نہیں باندھوں گا۔ میں تم سے صاف بات کروں گا کے میں ہیرا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے پہلے ہی بہت دیر کر دی یہ بات کہنے میں اب اور نہیں کرنا چاہتا۔ پلز انکار مت کرنا میں بہت خوش رکھوں گا اسے تمہے کبھی کوئی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔" تیمور اپنی بات کر کے خاموش ہوا اور سالم کی طرف سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

سالم تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر بولا "تم نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کے کیا ہے؟" سالم کا لہجہ سوالیہ تھا۔

"ہاں بلکل بہت سوچ سمجھ کے کیا ہے۔ تمہیں اس بات سے بلکل بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے اس کے ماضی سے کوئی فرق پڑتا ہے۔" تیمور نے جواب دیا۔

تیمور بھی سالم کے جواب کا انتظار کر رہا تھا لیکن سالم کی خاموشی طویل ہو گئی تھی۔ جب اس خاموشی کو سِلاح کی آواز نے توڑا "آپ نے بہت اچھا کیا کہ پہلے خود آ کے بات کی۔ مجھے آپ کا فیصلہ بہت اچھا لگا ہے۔ لیکن ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہیرا اپنی زندگی میں آگے جو بھی فیصلہ کرے اپنی مرضی سے کرے۔ لیکن پھر بھی میں ایک بار اس سے یہ بات ضرور کروں گی اور اس کے بعد جو وہ فیصلہ کریں گی وہ ہمیں اور آپ کو ماننا پڑے گا۔" سِلاح کے جواب پر سالم نے اس کی طرف مشکور نظروں سے دیکھا اس نے سالم کی مشکل آسان کر دی تھی۔ کیوں کہ تیمور اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا وہ اپنے عزیز دوست کو انکار نہیں کر سکتا تھا۔ تیمور ایک بہترین مرد تھا جو کسی کا بھی آئیڈیل ہو سکتا تھا ۔ تیمور نے اگر یہ بات پہلے کی ہوتی تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ہاں کر دیتا لیکن اب حالات کچھ اور

تھے۔

سِلاح کا جواب سن کر کے تیمور تھوڑا پر سکون ہوا اور بولا "جی بالکل ضرور میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہیرا کا فیصلہ سب سے پہلے رکھا جائے۔ لیکن انکار کا ٹھوس جواز ہونا چاہیے۔ اگر وہ اپنے ماضی کو لے کر شادی سے انکار کرتی ہے۔ تو میں آپ دونوں سے اجازت چاہتا ہوں کہ ایک بار میں خود ہیرا سے بات کرنا چاہوں گا۔"

تیمور کی بات سن کر سالم نے بہت تحمل سے جواب دیا "ٹھیک ہے۔ پہلے ہم دونوں خود اس سے بات کر لیں پھر اس کا جواب تمہیں بتا دیں گے۔ لیکن اگر وہ انکار کرتی ہے تو پلیز یار تم اسے پریشرائز نہیں کرو گے۔ کیونکہ وہ بہت مشکل سے زندگی کی طرف واپس لوٹی ہے ہم مزید اسے کوئی ذہنی دباؤ نہیں دینا چاہتے"۔

تیمور نے سالم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور مسکراتے ہوئے بولا "تم مجھے بہت اچھی طرح جانتے ہو میں رشتوں میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔ تم بالکل بھی فکر مت کرو۔" اور پھر سِلاح اور سالم کی طرف مشکور نظروں سے دیکھتا ہوا بولا "تھینک یو سو مچ مجھے زندگی کی امید دلانے کے لیے۔"

سِلاح اور سالم نے بھی مسکرا کے اس کی طرف دیکھا۔ اس سے پہلے کہ ان کے

درمیان   مزید کوئی بات ہوتی۔ تبھی سالم کا موبائل بجا۔اس نے موبائل اٹھا کے دیکھا تو کسی انجان نمبر سے کال آرہی تھی۔اس نے فون اٹھایا تو دوسرے طرف سے آتی آواز سے اس کا رنگ فق ہوا تھا۔وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔

تیمور اور سِلاح بھی اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

سالم نے فون بند کیا تو سِلاح نے فوراً پوچھا "سب خیریت کیا ہوا ہے؟اس کے سوال پر سالم نے اس کی طرف دیکھا اور خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا "ہاسپٹل سے کال تھی ۔ صبیحہ بیگم کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے ہمیں فوراً ہوسپٹل کے لئے نکلنا ہو گا "سالم کی بات سن کر سِلاح کا بھی دل ڈوبا تھا۔

" میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی "اس   نے بھی ان کے ساتھ جانا چاہا۔لیکن   سالم نے اسے یہ کہہ کر منع کر دیا "نہیں آپ گھر پر ہی رہیں۔ہیرا بھی گھر میں اکیلی ہے اسے آپ کی ضرورت ہو گی۔میں وہاں جا کے آپ کو انفارم کر دوں گا۔"اس کو کچھ ہدایات دیتا تیمور کو اپنے ساتھ لئے ہاسپٹل کے لیے نکل گیا۔

اور وہ پیچھے سے سب کچھ ٹھیک ہونے کی دعا کرنے لگی۔

*************۔

سالم اور تیمور ہوسپٹل پہنچ چکے تھے صبیحہ بیگم کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا تھا وہ دونوں کاریڈور میں پریشانی سے ٹہلنے لگے۔

کافی دیر انتظار کے بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آیا۔ڈاکٹر کو آتا دیکھ کر سالم فوراً اُس کی طرف بڑھا اور صورت حال پوچھنے لگا۔تو ڈاکٹر نے جواب دیا"مریضہ کا خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا لیکن پھر بھی اللہ تعالی کے کرم سے آپریشن کامیاب ہوا ہے ہم نے سرجری کر دی ہے۔ابھی انہیں روم میں شفٹ کر دیا جائے گا۔اور کچھ گھنٹوں تک ہوش میں آجائے گا لیکن"ڈاکٹر اتنی سی بات کہہ کر چپ ہو گیا۔تو سالم بے چینی سے فوراً بولا"لیکن کیا ڈاکٹر"

"سب سے زیادہ ان کی ٹانگیں ڈیمیج ہوئی ہیں۔ہمیں ان کے کچھ ٹیسٹ کرنے پڑیں گے اس کے بعد ہی کچھ واضح ہو گا لیکن میں آپ کو صورتحال سے پہلے ہی آگاہ کر دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ لوگ ذہنی طور پر تیار ہو جائے۔ہو سکتا ہے کہ مریضہ اب کبھی بھی اپنے پاؤں پر چل نا سکے۔اور ہو سکتا ہے کہ ٹھیک بھی ہو جائیں۔اب اصل حقائق ٹیسٹ کے بعد ہی پتہ چلیں گے۔آپ بس دعا کیجیے"ڈاکٹر اپنی بات پوری

کر کے وہاں سے چلا گیا تھا۔

پیچھے سالم پریشانی سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ تیمور نے سالم کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے تسلی دینے لگا۔

سالم کو صبیحہ بیگم سے کوئی دلی لگاؤ نہیں تھا۔پہلے تو ان سے نفرت کرتا تھا لیکن جب سے وہ اپنے رب کے راستے کی طرف واپس لوٹا تھا اس کے دل سے ہر نفرت ختم ہو گئی تھی۔ابھی بھی پریشانی صرف انسانیت کے ناطے تھی۔اتنے سالوں سے وہ ان کے گھر کا ایک فرد تھی۔ایک لمبا عرصہ ان کے ساتھ گزارا تھا۔اسے ان کے لیے بہت برا محسوس ہو رہا تھا۔

************_

سالم نے فون کر کے سِلاح اور ہیرا کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ صبیحہ بیگم کے بارے میں سن کے ان دونوں کو بہت افسوس ہوا تھا لیکن ڈاکٹر کے بات نے انہیں امید دلائی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔

ساری رات ایسے ہی گزر گئی تھی صبح آٹھ بجے کے قریب صبیحہ بیگم کو ہوش آیا تھا

سالم نے انہیں کال کر کے بتایا کہ وہ دونوں تیار ہو جائیں وہ تیمور کو انہیں لانے کے لیے بھیج رہا ہے۔ان دونوں نے ساری تیاری کر لی تھی کھانا بھی پیک کر کے رکھ لیا تھا۔کیوں کے سالم رات کا وہی تھا اور تیمور بھی رات کا اس کے ساتھ تھا۔انہوں نے اس پریشانی میں کچھ بھی کھایا پیا نہیں تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں تیمور انہیں لینے پہنچ چکا تھا۔وہ دونوں اس کے ساتھ ہوسپٹل آ گئی تھی۔سالم انہیں سامنے ہی کوریڈور میں مل گیا تھا وہ انہیں لیے کمرے کی طرف بڑھا۔وہ اندر داخل ہوئی تو صبیحہ بیگم جاگ ہی رہی تھی وہ خالی نظروں سے انہیں اندر آتا ہوا دیکھ رہی تھی۔یہ وہ صبیحہ بیگم لگ ہی نہیں رہی تھی۔جنہوں نے خود کو اتنا بھی مینٹین رکھا ہوا تھا۔وہ ایک دن میں ہی اتنی بوڑھی لگنے لگی تھی۔

سِلاح اور ہیرا نے جا کے سلام کیا۔اور حال احوال پوچھنے لگیں لیکن صبیحہ بیگم کی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔جب سے انہیں ہوش آیا تھا وہ بالکل خاموش تھی بس آنکھوں سے آنسو بہی جا رہے تھے۔وہاں پر کھڑے سب نفوس کو ان کی حالت پر افسوس ہوا تھا۔سِلاح کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کے گھر آ گئی تھی اور وہ زبردستی سالم کو بھی اپنے ساتھ لی آئی تھی اور پھر ہیرا نے بھی کہا کے وہ یہاں روک جائے گی

NEW ERA MAGAZINE

آپ گھر جاکے تھوڑا آرام کر لیں۔وہ خود بھی بہت تھکا ہوا تھا تو مان گیا۔تیمور کو بھی اس نے گھر بھیج دیا تھا۔وہ بھی رات سے اس کے ساتھ تھا۔

سالم کی ڈاکٹرز سے بات ہو چکی تھی انہوں نے انہیں ایک ہفتہ ہوسپٹل میں ہی رکھنے کا بولا تھا۔ان کے کچھ ٹیسٹ بھی کرنے تھے اور ویسے بھی ان کی حالت ابھی زیادہ ٹھیک بھی نہیں تھی۔وہ مینٹلی بہت زیادہ ڈسٹرب تھیں۔تو اس ایک ہفتہ کسی ناں کسی کو ان کے پاس روکنا تھا۔

*************۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایک ہفتہ ایسے ہی گزر گیا تھا۔کبھی سالم کبھی سِلاح اور کبھی ہیرا ان کے پاس روکتے تھے۔ان کی طبیت پہلے سے بہتر تھی لیکن وہ ابھی بھی خاموش تھیں۔

آج اتوار تھا تو صبح صبح سالم ہوسپٹل چلا گیا تھا اور ہیرا گھر واپس آگئ تھی۔وہ گھر آتے ہی اپنے کمرے میں سونے چلی گئ تھی۔بارہ بجے کے قریب ہیرا اٹھ کے نیچے آئی۔اور نگینہ کو کھانا لانے کا بولا۔وہ ناشتہ کر رہی تھی جب سِلاح اس کے ساتھ آ کے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئ۔اور اسے صبیحہ بیگم کی طبیعت کا پوچھنے لگی۔"آنٹی کی طبیعت کیسی ہے اب کب تک انہیں ڈسچارج مل جائے گا؟۔"

اس نے ناشتے میں مصروف ہی جواب دیا"ڈاکٹر تو دو تین دن اور کہہ رہے تھے لیکن آنٹی نے ضد کی کہ انہیں کل ہی ڈسچارج کر دیا جائے۔اب انشاءاللہ کل انہیں ڈسچارج مل جائے گا۔"

ہیرا کے بعد سن کر سِلاح نے اثبات میں سر ہلایا۔اور پھر کچھ سوچتے ہوئے ہیرا کو مخاطب کیا"ہیرا مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی تھی۔"

ہیرا نے ناشتے سے سر اٹھا کے اس کی طرف دیکھا اور بولی "جی بھا بھی کہیے میں سن رہی ہوں"

سِلاح نے نارمل سے انداز میں اس سے بات شروع کی"ہیرا اب آپ نے کیا سوچا ہے آگے اپنے زندگی کا۔کیا کرنا ہے آپ نے"

"مطلب! میں سمجھی نہیں؟"ہیرا سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ اب تو آپ کی سٹڈی کمپلیٹ ہو چکی ہے۔اب آگے کا کیا پلان ہے"سِلاح نے ہنوز اپنا انداز دوستانہ رکھا تھا۔

"میں آگے جاب کرنے کا سوچ رہی ہوں"ہیرا نے بھی نارمل سا جواب دیا۔

سِلاح نے "ہم" کہہ کے سر کو خم دیا اور پھر بولنے لگی "ہیرا آپ کے لئے ایک پروپوزل آیا ہے۔"

ہیرا پانی پی رہی تھی جب اسے سِلاح کی بات سن کر جھٹکا لگا اور وہ زور زور سے کھانسنے لگی۔

سِلاح آگے بڑھیں اور اس کی پیٹھ سہلانے لگی۔ ہیرا تھوڑا سمبھلی تو اس سے کہا "میں ٹھیک ہوں آپ بیٹھ جائیں بھابی" اور پھر خود کو کمپوز کرتی ہوئی بولی "بھابی آپ انکار کر دیں کیونکہ میں اب شادی نہیں کرنا چاہتی"

"لیکن کیوں ہیرا کیوں آپ شادی نہیں کرنا چاہتی" اس نے ہیرا سے استفار کیا۔

"کیا آپ نہیں جانتی بھابی کے کیا وجہ ہے؟ میں کیسے کسی کے ساتھ غلط کر سکتی ہوں ہر انسان ایک باکردار اور پاکیزہ لڑکی deserve کرتا ہے میں کیسے کسی کو دھوکہ دے سکتی ہوں میں کسی کی زندگی خراب نہیں کر سکتی۔ اور ویسے بھی میں نے خود کو بہت مشکل سمبھالا ہے میں اب کسی بھی مرد کا وجود اپنی زندگی میں برداشت نہیں کر سکتی۔" ہیرا اپنی بات مکمل کر کے اپنے آنسوں صاف کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی جب سِلاح کی بات نے اس کے قدم روک دیے۔

"تیمور بھائی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔میں نے ان کی آنکھوں میں آپ کے لئے عزت اور بے انتہا پیار دیکھا ہے۔انہیں آپ کے پاسٹ سے کوئی سروکار نہیں ہے"سِلاح نے تیمور کا نام اس کے سامنے لیا تا کہ وہ تھوڑا سوچے اس بارے میں۔ کیونکہ تیمور کے ساتھ وہ بھی کافی بے تکلف تھی۔وہ بچپن سے اسے جانتی تھی۔

"کیا نام لیا آپ نے ؟"ہیرا نے حیرانگی سے پوچھا۔

"تیمور بھائی"سِلاح نے ہیرا کو دیکھتے ہوئے دوبارہ دوہرایا۔

تیمور کا نام سن کے ہیرا نے زور سے آنکھیں مینچیں اور ہوا میں سانس خارج کیا اور خود پر ضبط کرتی ہوئی بولی"انکار کردیں انہیں"اور پھر بنا سِلاح کا جواب سنے وہاں سے چلی گئی۔

ہیرا کے جانے کے بعد وہ سوچ میں پڑ گئی تھی اسے ہیرا کی شادی سے انکار کی وجہ بلکل بے معنی لگی تھی وہ اس بات کی وجہ سے ہیرا کو اس کی زندگی برباد نہیں کرنے دی سکتی تھی پہلے بھی اس نے حمزہ سے پیار کر کے غلطی کی تھی اور اتنا نقصان اٹھایا تھا اور اب پھر وہ غلطی کرنے جا رہی تھی ایک بہت پیار کرنے والے دل کو ٹھکرانے جا رہی تھی۔اس نے سوچ لیا تھا کے وہ اب کی بار ہیرا کو اپنے ساتھ غلط نہیں کرنے دے گی

۔کیوں کے جو پیار اور عزت اس نے تیمور کی نظروں میں دیکھا تھا اس کو ہیرا پر رشک آیا تھا۔وہ حیران رہ گئی تھی کے ایک مرد اتنا باظرف کیسے ہو سکتا تھا

۔**************

سالم رات کو واپس آگیا تھا کیونکہ اگلے دن اس کی بہت اہم میٹنگ تھی۔اور پھر میٹنگ کے بعد صبیحہ بیگم کو ڈسچارج کروا کے گھر لانا تھا۔تو رات میں ہیرا نے ان کے پاس روکنا تھا۔

ہیرا کے جانے سے پہلے ہی سِلاح نے فون کر کے تیمور کو ہیرا کے انکار کی وجہ بتا دی تھی۔۔

تیمور نے اس سے اجازت مانگی "بھابی اگر آپ اجازت دیں تو کیا میں آج ہی ہیرا سے خود بات کر سکتا ہوں۔کیونکہ میں مزید دیر نہیں کرنا چاہتا"

اس نے حیرانگی سے پوچھا "آج کیسے ؟"

جب تیمور نے جواب میں ہیرا کے ہسپتال آنے کا بتایا۔

تو سِلاح نے کچھ سوچ کے پھر اسے اجازت دے کے فون بند کر دیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تبھی ہیرا ہسپتال کے لئے تیار نیچے آئی اور اس سے مل کے نکل گئی۔

سِلاح نے ہیرا کی بہتر زندگی کی دعا کی تھی۔

****

سالم کھانا کھا کے اسٹڈیز میں کام کے لئے چلا گیا تھا۔

سِلاح کو نیچے کا سب کام ختم کرواتے کافی وقت ہو گیا تھا جب وہ اوپر آئی تو سالم کمرے میں نہیں تھا۔اسٹڈیز کا دروازہ بند تھا۔اسے پتا تھا سالم وہی ہو گا۔

وہ اسٹڈیز میں جانے سے پہلے واش روم کی طرف بڑھی تا کہ وضو کر کے پہلے نماز ادا کرے۔

نماز پڑھ کے ایسے ہی اٹھ کے اسٹڈیز میں چلی آئی جہاں سالم اپنی مخصوص کرسی پہ بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔دروازہ کھلنے کی آواز پر سالم نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں وہ خوبصورت اور معصوم چہرہ لئے نماز کے سٹائل میں دوپٹہ باندھے کھڑی جنت کی پاکیزہ حور ہی لگ رہی تھی۔سالم نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

وہ بھی مسکراتی ہوئی اس کے پاس آئی۔اس کے پاس آتے سالم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیا۔وہ بھی بنا جھجکے اس کی آغوش میں آگئی۔اور اپنا سر سالم کے سینے پر رکھ دیا۔سالم نے بھی کسی ننھے بچے کی طرح اسے اپنے سینے سے لگایا اور اس کا سر چوما۔

" کیا ہوا آپ ابھی تک سوئی نہیں اتنا وقت ہو گیا ہے" سالم نے اپنے بائیں ہاتھ سے اس کا چہرہ اٹھا کے محبت بھری نظروں سے اس کا من موہنا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں مجھے نیند نہیں آرہی تھی" سِلاح نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔اور پھر سالم کا ہاتھ ہٹا کر اپنا چہرہ دوبارہ اس کے سینے میں چھپالیا۔سالم نے بھی مسکراتے ہوئے اسے اپنے بازوں کے حصار میں لیا۔آنکھیں بند کر کے پھر سے راکنگ چیئر پر جھولنے لگا۔

"آپ کسی وجہ سے اپ سیٹ ہیں کیا؟" وہ سالم کی خاموشی محسوس کرتی ہوئی بولی۔

سِلاح کی بات پر سالم نارمل سے انداز میں بولا "نہیں بالکل بھی نہیں۔کیوں آپ کو ایسا کیوں لگا؟"

"نہیں بس ایسے ہی" اس نے بات بدل لی۔ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس سے

اس کی پریشانی کی وجہ پوچھے کہ کہیں اس کی پریشانی کی وجہ صبیحہ بیگم تو نہیں۔اگر وہ ان کے لئے اتنا پریشان ہے تو پھر اپنی اور ان کے درمیان یہ انا کی دیوار کو ختم کیوں نہیں کر دیتا۔اس پورے ہفتے میں سِلاح نے سالم کو پہلی بار صبیحہ بیگم کے لئے اتنا فکر مند دیکھا تھا۔

تھوڑے وقفے کی خاموشی کے بعد سِلاح نے اس سے سوال کیا "کیا آپ نے کبھی کسی سے بے انتہا محبت کی ہے؟"

اس کے اچانک اس سوال پر سالم نے آنکھیں کھولیں اور سر اٹھا کر حیرانی سے مسکراتے ہوئے پوچھا "اچانک اس ٹائم یہ سوال آپ کے ذہن میں کہاں سے آگیا"

"بس آگیا نہ آپ مجھے اس سوال کا جواب دیں" وہ جز بز ہوئی۔

سالم نے اپنا سر دوبارہ چیئر کی پشت پر ٹکایا۔ایک چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا درد کی ایک لہر اس جسم میں سرایت کر گئی لیکن خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا "ہاں اپنی ماما سے اور" وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوا اور اپنی تکلیف کا اثر زائل کرنے کے لئے سِلاح کو شرارت سے چھیڑتا ہوا بولا "اور اب لگتا ہے آپ سے بھی تھوڑی تھوڑی ہو رہی"

سالم کی بات سن کر وہ دل سے مسکرائی۔ابھی وہ کچھ بولتی سالم کچھ یاد آنے پر فورا بولا

"ویسے ایک بات بتائیں آپ؟"

"جی پوچھیں" وہ فورا بولی۔

"میں نے کب آپ کے ساتھ کچھ غلط کیا؟" سالم نے شکایتی انداز میں پوچھا۔

"کیا مطلب" اس نے چونک کے سر اٹھایا۔

سِلاح کے پوچھنے پر سالم نے اس دن والی صبیحہ بیگم کی بتائی ہوئی باتیں اس کو بتا دی جس دن وہ پیسے واپس کرنے آئی تھی۔ساری بات سن کے سِلاح پہلے حیران ہوئی اسے دل میں دکھ ہوا تھا صبیحہ بیگم کی اس حرکت پر لیکن کوئی بھی تاثر اپنے چہرے سے ظاہر نا ہونے دیا۔

ہلکا سا مسکرائی اور بنا اس بات کا جواب دیے اس کے آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی

"آپ جانتے ہیں محبّت کیا ہے؟

سالم نے اس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا محسوس کیا لیکن سمجھ نہیں پایا کے کیا تھا ۔سالم خاموش رہا وہ اچانک اس بات میں اس کا یہ سوال کرنا سمجھ نہی پایا تھا۔

سالم کے جواب نا دینے پر اس نے خود بات کا آغاز کیا"آپ جانتے ہیں جو محبّت ہمیں اپنے ماں باپ سے ہوتی وہ محبّت اصل میں محبّت نہیں فطرت ہوتی۔جو اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہم میں رکھ دی ہے۔یہ رشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ملا ہے اس میں ہم کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے۔جبکہ وہ رشتہ جو ہم خود اس دنیا میں اپنی مرضی سے بناتے ہیں جس میں ہم ردوبدل بھی کر سکتے ہیں حقیقی امتحان وہاں پر ہے اصل محبت وہ ہے۔کیوں کہ محبت میں وحدانیت ہوتی ہے۔دیکھا جائے تو فطرت کو نبھانا نہیں پڑتا جب کہ محبت کو نبھانا پڑتا ہے۔"سالم خاموشی سے اس کی بات سن رہا تھا ۔

اس نے اپنا ہاتھ سالم کے گال پر رکھا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔"ابھی آپ نے کہا کے آپ کو مجھ سے محبّت ہے لیکن آپ جانتے ہیں میری نظر میں محبّت کیا ہے۔جب ملے تو کشش۔کشش جو بندھن بن جاتا ہے۔بندھن جو عشق کا رنگ لیتا ہے۔عشق جو بھروسے پہ ٹکا ہے۔اور بھروسہ جو عبادت سے بھی بڑھ کر ہے۔"سالم ہنوز اس کی آنکھوں اور باتوں میں کھویا ہوا تھا۔"اور میں چاہتی ہوں کے آپ مجھ سے اور میں آپ سے ایسی محبّت کریں جس میں بھروسہ سب سے پہلے ہو۔آج میں آپ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے سامنے پہلی اور آخری بار اپنی صفائی پیش کرنے لگی ہوں کیونکہ آج کے بعد ہم دونوں کو اپنی محبت نبھانی ہے اور اس میں سب سے پہلے بھروسہ آتا ہے۔اور ہاں میں نے یہ سب کچھ نہیں کہا تھا اور میں نہیں جانتی آنٹی نے کیوں جھوٹ بولا آپ سے ۔"وہ اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہوئی۔اور سالم کی طرف ہی دیکھ رہی تھی ۔سالم کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ تھوڑی خاموشی کے بعد سالم نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور چوم کے اپنی آنکھوں سے لگائے اور تشکر بھرے لہجے میں بولا "کیا میں اتنا خوش قسمت تھا کے میرے رب نے مجھے اتنا خوبصورت تحفہ دے دیا۔کیا میں اپنے رب کے لئے اتنا محبوب ہوں کے اس نے مجھے بہترین سے نواز دیا ہے ۔"سالم کے آواز نم ہوگئی تھی۔"میں یہ وعدہ تو نہیں کرتا کے میں آپ کی ہر امید پہ ہر حال میں پورا اتروں گا کیونکہ انسان ہوں وعدے پورے کرنے کی سکت نہیں لیکن ایک وعدہ کر سکتا ہوں کے آپ کی مجھ سے جڑی ہر امید پورا کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔"

سِلاح نے نم آنکھوں سے مسکرا کے سر کو خم دیا اور سالم کے پیشانی پہ بوسہ دے کے اسے یہ مان بخشا کے اسے اپنے شاہ پر پورا یقین ہے کے وہ کبھی اسے ناامید نہیں کرے

گا

**********۔

ہسپتال کا منظر!

۱۱ بجے کا وقت تھا جب ہیرا کو کمرے میں عجیب سی بیچینی ہونے لگی تھی۔تو تازہ ہوا کے لئے وہ ہوسپیٹل کے ٹیرس پر چلی گئی۔

جب تیمور اپنی ڈیوٹی سے off کر کے سیدھا ہوسپیٹل ہی آیا تھا۔وہ کمرے میں آیا جہاں صبیحہ بیگم سو رہی تھی لیکن ہیرا وہاں پر موجود نہیں تھی۔وہ دیکھتا دیکھتا کوریڈور میں آیا لیکن وہ وہاں بھی نہیں تھی۔اس نے وہاں سے گزرتے وارڈ بوائے سے پوچھا تو اس نے اسے ٹیرس کا بتایا تو وہ ٹیرس کی طرف بڑھا۔

موسم سرما کی آمد آمد تھی۔رات کے وقت تازہ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہوتی تھی ۔ابھی بھی ٹیرس کا منظر کچھ یوں تھا کے چودھویں کا چاند پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا اور اس کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔اور اس روشنی میں ٹیرس کے کنارے پر کھڑی وہ کالے رنگ کے لباس میں سفید دودھیا رنگت لیے وہ بھی چاند کا

ایک ٹکڑا معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن افق کا چاند چمک رہا تھا جبکہ زمین کے اس چاند کے چہرے کی رونق کہیں کھو گئی تھی ۔تازہ ہوا کے جھونکے کبھی اس کے منہ کو چھو کر گزرتے اور کبھی اس کے بالوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ لیکن وہ اسے سب سے بے نیاز چاند کو دیکھتے ہوئے نا جانے کس دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔

تیمور چلتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کی نظروں کے تعاقب میں چاند کی طرف دیکھنے لگا۔ ہیرا کا افسوں اب بھی نہیں ٹوٹا تھا۔

ہیرا کا یہ افسوں تیمور کی آواز نے توڑا تھا جو افق پر چمکتے چاند کی طرف دیکھ کر تصور میں ہیرا کا چہرہ لائے کھوئے کھوئے لہجے میں بولا "چاند کتنا پرکشش ہوتا ہے نا دل کرتا ہے بس دیکھتے ہی چلے جائیں"

اپنے اتنے قریب سے مردانہ آواز سن کر ہیرا کے اوسان خطا ہوئے تھے۔اس نے گردن موڑ کر اپنی بائیں طرف دیکھا جہاں تیمور کھڑا تھا۔ تیمور کو دیکھ کر اس کے کچھ حواس بحال ہوئے۔اپنی گھبراہٹ کو دور کرنے کے لئے اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر خود کو تھوڑا نارمل کیا۔اور پھر خود کو کمپوز کرتی ہوئی بولی "آپ اس وقت یہاں پر کیا کر رہے ہیں؟" ہیرا کا لہجہ سوالیہ تھا۔

تیمور جو ابھی تک چاند کو دیکھنے میں محو تھا ہیرا کی آواز پر اس کی طرف موڑا۔ہیرا جو اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی تیمور کے مڑنے پر دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائی۔ تیمور کی نظروں میں جذباتوں کا ایک طوفان تھا۔ہیرا اس کی نظروں میں دیکھ نہیں پائی تھی اس نے فوراً اپنی نظروں کا زاویہ بدلا۔ہیرا کے لئے یہ سب کچھ نیا تھا آج سے پہلے اس نے کبھی بھی تیمور کی آنکھوں میں اپنے لیے کچھ بھی ایسا محسوس نہیں کیا تھا۔یا شاید وہ تب حمزہ کی محبت میں اس قدر کھوگئی تھی کہ اسے اور کسی کے نظریں محسوس ہی نہیں ہوئی تھی۔

اب کی بار اس نے اپنے لہجے کو تھوڑا سخت رکھا اور دوبارہ پوچھا "میں آپ سے پوچھ رہی ہوں کہ آپ یہاں پر کیا کر رہے ہیں؟"

"تم سے بات کرنے آیا ہوں" تیمور نے اس کو دیکھتے ہوئے نارمل سے انداز میں جواب دیا۔

اس کی اس بات پر وہ حیران ہوئی اور اسے طنزیہ لہجے پوچھنے لگی "ایسی کونسی اتنی ضروری بات تھی جو آپ نے رات کے اس وقت مجھ سے کرنی تھی اور صبح تک کا انتظار نہیں ہو سکتا تھا"

"وہی ضروری بات کرنی تھی جس کا جواب تم نے بنا کسی ٹھوس جواز کے نا میں دیا ہے" تیمور نے بنا کوئی تمہید باندھے اپنی بات کا آغاز کیا۔

تیمور کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ہیں ہیرا نے کرب آنکھیں میچیں۔اور رخ دوسری طرف موڑ لیا۔

"بتاؤ کیا کمی ہے مجھ میں کیا میں تمہارے لائق نہیں ہوں؟" تیمور نے درد بھرے لہجے میں پوچھا۔

تیمور کی نظروں میں امڈتے جذبات نے ہیرا کو پہلے ہی اس کی دل کی حالت کا ثبوت دے دیا تھا اور اب اس کے درد بھرے لہجے اور الفاظ نے اس کو مزید تڑپا دیا تھا۔

وہ فوراً موڑی اور ہزیانی کیفیت میں چیختی ہوئی بولی" کمی آپ میں نہیں ہے کمی مجھ میں ہے میں آپ کے لائق نہیں ہوں۔ نہیں ہوں میں آپ کے لائق۔" زور و شور سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کے تیمور کا دل کٹا تھا۔اسے حق نہیں تھا ورنہ وہ اس کے آنسو اپنے پوروں سے چن لیتا ۔اس کا ہر درد ہر دکھ اپنے اندر سمیٹ لیتا۔

خود پر قابو پاتی ہوئی وہ التجایہ لہجے میں دوبارہ بولی "آپ کیوں خود کو ایک دہکتی ہوئی آگ میں دھکیل رہے ہیں۔ میں تو اس آگ میں جل کے راکھ ہو چکی ہوں اور اس راکھ میں سے اب آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آپ کا حق ہے اپنی زندگی جینے پر اپنی خوشیوں پر آپ بہت بہترین ڈیزرو کرتے ہیں۔" پھر اس کے سامنے ہاتھ جوڑے "پلیز میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے میری زندگی جینے دیں اور آپ اپنے لیے ایک بہترین ساتھی کا انتخاب کر کے کہ خوشیوں سے بھرپور اپنی زندگی جیئں "

ہیرا کی ساری بات اس نے خاموشی سے سنی تھی جب ہیرا خاموش ہوئی تو وہ بہت تحمل سے بولا "کہہ لیا جو تم نے کہنا تھا یا کچھ اور ابھی باقی ہے"

تیمور کی بات سن کر اس نے آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھیں اٹھا کر حیرانگی سے دیکھا ۔اس کی کسی بات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

اس کی آنکھوں کی حیرانگی محسوس کر کے تیمور ہلکا سا مسکرایا اور بولا "ایسے حیران ہو کر میری طرف مت دیکھو تمہاری ان باتوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تم جانتی ہو میری خوشی کیا ہے۔؟ نہیں تم کیسے جان سکتی ہوں میں بتاتا ہوں "وہ چہرے پر بھرپور سنجیدگی لیے سنجیدہ لہجے میں بولا "میری خوشی، میری زندگی، میرے جینے کی وجہ تم ہو

۔اور جس آگ کی تم بات کر رہی ہوں میں پورے دل و جان سے اس میں کودنے کے لئے تیار ہوں۔بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ میں آج سے کئی سال پہلے ہی اس آگ میں کود چکا ہوں۔اور رہی بات راکھ ہونے کی تو راکھ میں بھی ہو چکا ہوں ۔جب میں نے اپنی محبت کی خوشی کے لئے اپنے عشق کی آگ کو اپنے دل میں ہی دبا لیا تھا۔اور رہی بات میرے لئے کسی بہترین کی تو میرے لئے سب سے بہترین تم ہی ہو کیونکہ راکھ ہی ہمیشہ رکھنے جذب ہوتی ہے۔ "خاموشی سے صرف اس کی باتیں سن رہی تھی ۔جب وہ اس کے مزید قریب آیا کے دونوں کے درمیان فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا "اور رہی بات تمہارے لائق ہونے کی تو میرے لیے تم آج بھی وہی عزت اور وہی مقام رکھتی ہوں جو پہلے رکھتی تھی۔میرے لیے تم آج بھی اتنی ہی پاکیزہ ہوں جتنی پہلے تھی "وہ ہیرا کے جواب کا انتظار کرنے لگا جب اس کی طرف سے کوئی جواب نا ملا تو بولا "تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ اب میں نے تمہارے ہر بے تکے جواز کے جواب دے دیے ہیں۔"ہیرا نے اپنی نظریں جھکا لی آنسو ابھی بھی آنکھوں سے بہہ رہے تھے ۔جب تھوڑے وقفے کے خاموش کے بعد وہ دوبارہ بولا " کہتے ہیں کہ محبت میں زبردستی نہیں کی جاتی۔اور ناں ہی محبت میں کبھی

بھی بھیک مانگنی چاہیے۔لیکن میں آج ان محبت کے دونوں فلسفوں میں سے ایک فلسفے کی خلاف ورزی کرنے والا ہے۔میں تم پر کوئی زبردستی نہیں کروں گا لیکن "اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے پھیلائے "لیکن تم سے بھیک مانگ رہا ہوں ۔"ہیرا نے تڑپ کر اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔"چاہے تو میرے ان ہاتھوں میں میری خوشیاں میری زندگی بھیک میں دے دینا یا چاہے زندگی بھر کا ہجر ،میری خوشیوں کی موت لکھ دینا،زندگی کی امید چھین لینا "یہ کہتے ہوئے اس کی آواز میں نمی گھل گئی تھی۔اس سے پہلے کے ہیرا اس کی آنکھوں کی نمی دیکھتی۔وہ فورا وہاں سے چلا گیا تھا۔ہیرا کو اس کے لہجے کی نمی محسوس ہو گئی تھی۔ہیرا کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔اپنے پیچھے ہیرا کو سوچوں کے بھنور میں چھوڑ کر وہ خود چلا گیا تھا۔

************ ۔

صبح ۸ بجے ہی سالم میٹنگ کے لیے نکل گیا تھا۔تقریبا 11 بجے کے قریب وہ فارغ ہو کر ہاسپٹل کے لیے نکلا۔اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ہیرا نے تمام فورملٹیز پوری کر دیں تھیں۔سالم کے آتے ہیں وہ گھر کے لیے نکل گئے تھے۔

وہ جب گھر پہنچے تو گھر میں سب تیاری پہلے سے ہی مکمل تھی سِلاح نے صبیحہ بیگم کا کمرہ سیٹ کروادیا تھا۔ہاسپٹل کی طرف سے ایک نرس بھی صبیحہ بیگم کی دیکھ بھال کے لئے ساتھ آئی تھی۔ سِلاح نے سالم کو منع کر دیا تھا کہ نرس کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود ہی ان کی دیکھ بھال کر لے گی لیکن پھر بھی سالم نرس کا انتظام کر دیا تھا جو چوبیس گھنٹے صبیحہ بیگم کے ساتھ رہے۔

صبیحہ بیگم کو کمرے میں چھوڑ کر سالم اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔نرس کو تمام چیزوں کا بتا کر سِلاح اور ہیرا جب باہر آئیں۔تو سِلاح نے ہیرا کی سرخ ہوتی آنکھوں کی طرف دیکھ کر پوچھا جو ساری رات رونے اور جاگنے کی چغلی کھا رہی تھیں۔"ہیرا کیا ہوا آپ ٹھیک ہیں"ہیرا نے تھکاوٹ سے چور لہجے میں جواب دیا"جی بھابھی میں ٹھیک ہوں بس تھکاوٹ ہو گئی ہے اپنے کمرے میں جا رہی ہوں پلز کوئی بھی مجھے ڈسٹرب نا کرے"

سِلاح نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔وہ واقع ہی بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔"ٹھیک ہے آپ جاؤ آرام کرو کوئی آپ کو ڈسٹرب نہیں کرے گا"سِلاح نے پیار سے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔اور اسے جانے کو بولا۔ہیرا مسکرا کر سِلاح کی طرف دیکھا اور اپنے

کمرے میں چلی گئی۔

اور سِلاح بھی وہاں سے کچن میں نگینہ کو سوپ تیار کرنے کا کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ وہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو سالم فائلز میں الجھا ہوا پھر کہیں جانے کی تیاری میں مصروف تھا۔ وہ چلتی ہوئی اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور اس کی تیاری کو دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی "آپ پھر کہیں جا رہے ہیں؟"

سِلاح کی آواز پر سالم نے فائل سے اپنا سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "یس مائے وائف آج میری بہت اہم میٹنگ ہیں کنیڈا سے آئے ڈیلیگیشنز کے ساتھ آپ دعا کریے گا میرے لئے۔ اور ہاں رات میں شائد میں لیٹ ہو جاؤ تو آپ کھانا کھا کر سو جایئے گا"

سالم کی بات سن کے اس نے برا سا منہ بنایا۔ اس کے منہ کے زاویے بدلتے دیکھ سالم نے اپنے ڈمپلز کی بھرپور نمائش کی تھی۔ ایسے منہ بناتی وہ سالم کو بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور جھک کر اس کے دونوں گال چوم لیے اور پھر اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر خدا حافظ بول کر جانے لگا جب سِلاح نے اس کا ہاتھ تھام کے اسے روکا۔ جب سالم نے اپنے آبرو اچکائے اور بنا بولے آنکھ کے اشارے سے پوچھا

کہ اب کیا؟

سِلاح نے سنجیدہ چہرہ لیے اپنی انگلی کے اشارے سے اسے نیچے جھکنے کو بولا۔اس کے اس انداز پر سالم کو کھل کے ہنسی آئی تھی لیکن وہ اپنی ہنسی روکتے ہوئے۔بنا کچھ کہے تعظیماً اس کے سامنے اپنا سر جھکا لیا۔اس کے اس طرح فرمانبرداری سے سر جھکانے پر وہ کھل کے مسکرائی اور آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی۔سالم نے آنکھیں بند کر کے اس کے اس نرم لمس کو محسوس کیا تھا۔سِلاح ہر بار ایک الگ انداز سے اسے اپنی محبت کا احساس دلاتی تھی اور حمد سالم شاہ اس کی ہر ادا پر فدا تھا۔

پھر وہ پیچھے ہٹی اور اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالوں میں بھر کے آیت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونکی اور پھر بولی "انشاءاللہ تعالی اللہ تعالی آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیابی دیں گے میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔"

سالم نے مسکرا کر اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھا اور پھر اسے اپنی باہوں میں بھر لیا۔اور پھر سِلاح کی دعاؤں کے حصار میں وہ آفس نکل گیا۔

****

سِلاح کا سارا دن ایسے ہی گزر گیا تھا۔شام کے وقت اس نے ہیرا سے بات کرنے کا سوچا لیکن پھر خود ہی اپنا ارادہ ترک کر دیا وہ ہیرا کو کچھ وقت دینا چاہتی تھی۔تاکہ وہ خود کچھ سوچ سکے۔اب رات ہو چکی تھی اور وہ عشاء کی نماز پڑھ کر صبیحہ بیگم کے لیے سوپ بنانے کچن میں آئی تھی۔اس وقت وہ کچن میں اکیلی تھی جب کسی نے پیچھے سے آکر اسے کمر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔اس سے پہلے کہ اس کی چیخ نکلتی کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کے اس کی آواز بند کر دی۔اس کی آنکھیں بند تھیں اور خوف سے وہ کانپ رہی تھی اور سفید پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھی۔جبکہ دوسری طرف دو سیاہ آنکھیں اس کی اس حالت پر محظوظ ہو رہی تھی۔

سِلاح نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے خود میں ہمت پیدا کر کے آنکھیں کھولیں تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ۔اس کے سامنے کھڑا شخص کوئی اور نہیں حمد سالم شاہ تھا۔جو اس کی حالت دیکھ کر اپنی ہنسی روکنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا۔سِلاح کا کھلا منہ اور آنکھیں دیکھ کر سالم کا فلک شگاف قہقہہ فضا میں بلند ہوا۔

وہ ابھی بھی شاک کی کیفیت میں اپنے سامنے سالم کو ہنستے دیکھ رہی تھی۔جو سب کچھ

بھولائے بس ہنسنے میں مصروف تھا۔ہیرا کو سالم پر بہت غصہ آیا تھا لیکن اس کو پہلی بار اس طرح کھلکھلا کے ہنستا ہوا دیکھ کر اس کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔وہ اپنا خوف اپنا غصہ سب کچھ بھلا چکی تھی اور خاموشی سے مسکراتی ہوئی سالم کو دیکھنے لگی اور اپنے دل میں سوچا کیا کوئی مرد ہنستے ہوئے اتنا بھی خوبصورت لگ سکتا ہے۔اس کے ڈمپلز جو پہلے ہی اسے اپنا گرویدہ کر چکے تھے آج پوری آب تاب کے ساتھ نمودار ہو رہے تھے۔اس نے دل ہی دل میں اس کی بلائیں لی تھی۔

سالم اپنے ہنسنے کے شغل سے جب فارغ ہوا تو سِلاح کو اپنی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا ہوا پایا۔سالم کے دیکھنے پر اس نے مصنوعی غصہ اپنے چہرے پر سجایا اور منہ موڑ لیا۔اسے اس طرح منہ موڑتا دیکھ کر سالم نے اس کا بازو کھینچا اور اس اچانک افتادہ پر وہ سنبھل نا پائی اور کسی ٹوٹی ہوئی ڈالی کی طرح اس کے سینے سے جا لگی۔

جب سالم نے اپنا ایک بازو اس کے کمر کے گرد پھیلایا اور ایک ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کیا اور مسکراتے ہوئے لاڈ سے بولا "کیا ہوا میرے بچے کو"

اس کے اس طرح لاڈ سے پوچھنے پر سِلاح نے اس کی طرف دیکھا اور ناراضگی سے بولی

"کون کرتا ہے ایسے۔میں اتنا ڈر گئی تھی ابھی میری جان نکل جاتی"

اس طرح ناراضگی سے شکایت کرنے پر اسے سِلاح پر ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔اس نے اپنا ناک اس کے ناک کے ساتھ رگڑا تو سِلاح ناراضگی بھلائے کھلکھلا کر ہنس دی۔

جب وہ اسے محبت سے دیکھتا ہوا بولا "ایسا میں کرتا ہوں۔اور میں تو ایسا کرتا رہوں گا۔خود کو تھوڑا مضبوط کریں بیگم صاحبہ۔کیونکہ آپ کے شوہر نامدار آپ کو تنگ کرنے سے باز نہیں آنے والے۔"اور پھر تھوڑا رعب سے بولا "آپ ڈر کیوں گئی تھی۔محمد سالم شاہ کے ہوتے ہوئے کسی میں اتنی جرات کے وہ میری بیوی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے ایسے چھونا تو بہت دور کی بات ہے"

اس کی بات پر مسکراتے ہوئے سِلاح نے سر کو خم دیا اور دروازے کی طرف دیکھتی ہوئی بولی "جی جی شوہر نامدار صاحب میں سمجھ گئی آپ مجھے چھوڑ دیں گے یہ نا ہو کہ کوئی آ جائے"

"آتا ہے تو آ جائے محمد سالم شاہ کسی سے ڈرتا تھوڑی ہے"اس نے اس کو مزید اپنے قریب کر لیا۔

اس کے مزید پھیلنے پر سِلاح نے اسے آنکھیں دکھائی اور بولی "بات ڈرنے کی نہیں ہے۔بات شرم کی ہے"

اس کی بات کے جواب میں سالم دوبدو بولا "جو کہ آپ کے شوہر میں بالکل بھی نہیں ہے" اور ایک آنکھ وینک کی۔

سِلاح اس کی ہٹ دھرمی پر حیران ہو رہی تھی۔

"چلے نا اب جائے بھی۔میں نے آنٹی کو سوپ دینا ہے پھر انہوں نے دوائی کھا کے سونا بھی ہے آپ کمرے میں چلے میں آتی ہوں آپ کے لیے کھانا لے کے۔آپ فریش ہوئے جاکے" سِلاح کے اسرار پر وہ اس کی بات مان کے اسے اور تنگ کرنے کا ارادہ ترک کر کے ok بول کر کمرے کی طرف چلا گیا۔

اور وہ صبیحہ بیگم کے لیے سوپ لے کر ان کے کمرے میں گئی۔انہیں سوپ خود اپنے ہاتھوں سے پلایا اپنے ہاتھوں سے دوا کھلائی اور پھر نرس کو ساری ہدایت دے کر کچن میں آئی اور اپنے اور سالم کے لیے کھانا گرم کیا اور کھانا لے کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔جہاں سالم شاور لے چکا تھا اب شیشے کے سامنے کھڑا تولیے سے اپنے بال خشک کر رہا تھا۔وہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو اس کی نظر سالم کی پشت پر گئی جہاں پر وہ

نشان واضح نظر آرہے تھے۔اس نے دل ہی دل میں ارادہ کرلیا تھا کہ وہ آج ان نشانات کے بارے میں پوچھ کر رہے گی۔

سالم نے شیشے سے سِلاح کو دیکھا جو نا جانے کس سوچ میں گم تھی۔

"وہاں کیوں کھڑی ہیں آجائیں نہ بہت بھوک لگی ہے آج اتنا بیزی دن تھا کہ لنچ کا ٹائم بھی نہیں ملا" وہ اپنی رو میں ہی بولتا بیڈ پر پڑی ٹی شرٹ پہنتے ہوئے اس کے قریب آیا اور اس کے ہاتھ سے کھانے کی ٹرے پکڑی اور ایک ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھامے صوفے پر لے آیا اور خود بھی کھانے لگا اور اسے بھی کھلانے لگا کیوں کے وہ جانتا تھا اس نے بھی ابھی تک کچھ نہیں کھایا ہوگا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ برتن چھوڑنے نیچے چلی گئی تھی۔اور سالم بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔سِلاح جب برتن رکھ کر آئی تو اس نے سالم کو بیڈ پر لیٹے ہوئے موبائل میں مصروف پایا۔اور خود چینج کرنے چلی گئی چینج کر کے آئی اور آکے سالم کے سینے پر سر رکھ کر اس کے ساتھ ہی لیٹ گئی ۔سِلاح کے آتے ہی سالم نے موبائل سائیڈ پر رکھ دیا اور ایک ہاتھ اس کے گرد پھیلایا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔سِلاح کو عادت ہو گئی تھی جب تک سالم اس کے بال نا سہلاتا اسے نیند نہیں آتی تھی۔

سالم اور سِلاح کے درمیان بالکل خاموشی تھی جس خاموشی کو سِلاح کی آواز نے توڑا

"آپ سے ایک بات پوچھوں۔"

"ہم پوچھیں "سالم نرم سے لہجے میں جواب دیا

"آپ میری بات ٹالیں گے نہیں اور بالکل ابھی سچ سچ جواب دیں گے "سِلاح نے اس کے سینے پر اپنی انگلی سے زاویے بناتے ہوئے ضدی لہجے میں کہا۔

سالم اس کے ہاتھوں کی حرکت اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا۔جب اس کی بات سن کے ہلکا سا مسکرایا اور بولا "ایسی کون سی بات ہے جس کے لئے آپ اتنی تمہید باندھ رہی ہیں۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ بس وعدہ کریں کے بتائیں گے "وہ ضدی لہجے میں بولی۔

"او کے بابا پوچھیں سب سچ بتاؤ گا "سالم نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

وہ تھوڑے وقفے کے لئے روکی اور پھر بولی "آپ کی پیٹھ پر نشان کیسے ہیں ۔اتنے گہرے نشان جیسے جلے کے ہوں"

سِلاح کے سوال پر سالم کے چہرے پر ایک سایہ سا گزرا تھا۔اور وہ ماضی میں کہی کھو گیا

۔

۔*************

ماضی!

سلطان شاہ اور سلمان شاہ دو ہی بھائی تھے۔ سلطان شاہ بڑے تھے اور سلمان شاہ چھوٹے۔ سلطان شاہ کی شادی اپنی تایازاد مریم شاہ سے ہوئی تھی اور سلمان شاہ کی شادی اپنی خالہ زاد صوفیہ شاہ سے۔ سلطان شاہ کا ایک بیٹا تھا اسفندیار شاہ۔ اور سلمان شاہ کو بھی اللہؔ تعالیٰ نے اکلوتی رحمت سے نوازہ تھا جس کا نام لاریب شاہ تھا۔ دونوں بھائیوں میں بزنس اور جائیداد ان کے آغا جان نے الگ الگ تقسیم کر دی تھی لیکن دونوں بھائیوں میں بہت گہرا پیار تھا۔ بچے بڑے ہوئے تو دونوں بھائیوں نے اپنے رشتے کو مزید گہرا کرنے کے لیے اپنے دونوں بچوں کی شادی کا سوچا جس پر سب ہی رضامند ہو گے۔ بچوں کی رضامندی لی تو انہوں نے بھی کوئی اعتراض نا کیا۔ اسفندیار شاہ تو اپنے بابا کا ہر فیصلہ صفِ اوّل پر رکھتے تھے انہوں نے اپنے بابا کے فیصلے پر فوراً سر جھکا دیا اور لاریب سے جب پوچھا گیا تو اسے تو اپنی قسمت پر یقین ہی نا آیا کے جو بچپن سے اس کے دل و دماغ پر قابض تھا قدرت نے اسے اس کی قسمت میں بھی لکھ دیا

تھا وہ اپنی محبّت مل جانے پر بیحد خوش تھی۔اور لاریب تو اس بات پے بھی بہت خوش تھی کے اسے اپنا گھر چھوڑ کر اپنے ماما بابا سے دور نہیں جانا تھا۔

جلد ہی وہ دونوں ایک مضبوط رشتے میں بندھ گئے تھے۔گھر میں ہر طرف خوشیوں کا ہی سماں تھا۔وقت ایسے ہی پر لگا کر گزر گیا جب دونوں کے گھر ایک ننھا مہمان آ گیا۔سلطان شاہ نے خود اپنے پوتے کا نام رکھا تھا حمد سالم شاہ۔اور ان کا رکھا ہوا نام سب کو بہت پسند بھی آیا تھا۔

وقت کا پتا ہی نہیں چلا جب سالم پانچ سال کا ہوا تو ان کے گھر اللّہ تعالیٰ نے رحمت بھیجی جس کا نام انہوں نے سالم کی پسند سے ہیرا شاہ رکھا تھا۔اور سالم کو اس ننھی پری سے بیحد لگاؤ تھا۔وہ ایک مکمل خاندان تھا خوشیوں سے بھرا ہوا۔ان کے گھر کا ماحول بھی دینی تھا۔سالم جب ۹ سال کا ہوا تب تک اس نے حفظ مکمل کر لیا تھا جس کے عزاز میں انہوں نے اپنے پورے علاقے میں مٹھائی،اور اناج تقسیم کیا تھا۔

اسی سال سلطان شاہ اور سلمان شاہ اور ان کی بیگمات حج کے لئے چلے گئے تھے ۔باخیر و عافیت وہ اپنا حج پورا کر کے واپس آ رہے تھے جب ان کا پلین کریش ہو گیا اور دوسرے اتنے مسافروں کے ساتھ وہ بھی اپنی جان سے چلے گئے۔اور اپنے حقیقی رب

سے جا ملے۔

اس دن شاہ ولا میں قیامت کا سماں تھا۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ ایک ہی گھر سے چار جنازے اٹھے تھے۔ اسفند یار اور لاریب پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ وہ خود کو سمبھال نہیں پا رہے تھے۔ لیکن کہتے ہیں جب خدا کوئی پیاری چیز واپس لے لیتا ہے تو انسان کو صبر بھی عطا کر دیتا ہے۔ کسی کے چلے جانے سے زندگی نہیں رو کتی چلتی رہتی ہے۔ یہ بھی سچ ہے کے جانے والوں کا دکھ کم نہیں ہوتا لیکن ہمیں اس دکھ کے ساتھ جینے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

گھر کے بڑوں کے جانے سے شاہ ولا کا نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ سلمان شاہ کا بزنس لاریب نے سمبھال لیا تھا۔ اور سلطان شاہ کے ساتھ اسفند یار پہلے ہی بزنس سنبھالتا تھا لیکن اب اس کی بھی ساری ذمہ داری اس پر آ گئی تھی۔ لاریب آفس میں مصروفیت کی وجہ سے بچوں کم وقت دے پارہی تھی۔ جس کی وجہ سے اسے بچوں کے لیے گورننس رکھنی پڑی۔ وہ ایک 25 سالہ نوجوان لڑکی تھی جس کا نام صبیحہ تھا۔ جو بہت ہی سلجھی ہوئی اور سمجھدار تھی۔ اس نے گریجویشن کی ہوئی تھی۔ اس کے بابا کی وفات ہو گئی تھی اور وہ سب سے بڑی تھی جو اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی کفالت کر رہی تھی

۔وہ پہلے ایک سکول میں پڑھاتی تھی۔لیکن اس کی تنخواہ سے صرف گھر کے اخراجات ہی پورے ہوتے تھے۔جب اس نے اپنی ایک دوست کی مدد سے گورننس کا کام شروع کردیا۔سکول کی تنخواہ سے کافی زیادہ تنخواہ اسے اس کام کی ملتی تھی۔جب ملازمہ نے لاریب کو بتایا تو اس نے اسے مستقل طور پر اپنے گھر میں گورننس کے طور پر رکھ لیا۔وہ بہت اچھے طریقے سے سالم اور ہیرا کا خیال رکھ رہی تھی۔اور لاریب بھی اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتی۔وقت ایسے ہی پر لگا کر گزر گیا کہ ایک سال گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا۔انہوں نے وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ سنبھال لیا تھا۔اسفندیار اپنے کام میں مصروف رہتا اور لاریب اپنے۔جب بھی فری ٹائم ہوتا وہ دونوں اپنے بچوں کے ساتھ وقت گزارتے۔صبیحہ جب بھی انہیں دیکھتی اسے لاریب کی قسمت پر رشک آتا کے وہ اتنے بڑے گھر کاروبار کی مالکن تھی اور اتنا ہینڈسم اور پیار کرنے والا شوہر۔اس نے بھی اسی زندگی کے خواب دیکھے تھے لیکن وہ جس ماحول میں رہتی تھی جس غریبی میں وہ گزارا کررہی تھی وہاں یہ سب خواب و خیال ہی تھا۔

ایک دن ایسے ہی وہ اپنی دوست سے لاریب اور اسفندیار کی باتیں کررہی تھی جب اس کی دوست نے اسے مشورہ دیا۔

"صبیحہ تم اسفندیار کو اپنے پیار کے جال میں پھسالو۔اگر تم ایسا کر لیتی ہو تو آرام سے شادی کر کے اس گھر کی مالکن بن جاؤ ویسے بھی اسفندیار اتنا ینگ ہے ابھی بھی کوئی بھی لڑکی اس پر اپنا دل ہار دے"

اس کی بات سن کر صبیحہ سوچ میں پر گئی۔اور پھر پریشانی سے بولی "وہ کیوں میری طرف مائل ہوں گے ان کی اتنی پیاری بیوی بچے ہیں"

صبیحہ کی بات سن کر اس کی دوست علینا کھل کے مسکرائی اور بولی "ارے میری بھولی بانو وہ کیوں مائل نہیں ہو گا۔مرد کو مائل کرنا مشکل کام نہیں ہے اور تم جیسی کم عمر اور خوبصورت لڑکی کے لئے تو بلکل بھی نہیں۔تمہاری خوبصورتی اور کم عمری کے آگے وہ زیادہ دیر ٹک نہیں سکتا۔"

علینا کی بات نے اسے قائل کر لیا تھا۔وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولی "لیکن میں اسے مائل کروں گی کیسے تم تو جانتی ہو مجھ میں ایسے گٹس نہیں اگر ہوتے تو آج کہا سے کہاں ہوتی" وہ خود پر افسوس کرنے لگی۔

جب علینا اسے سمجھاتے ہوئے بولی "تم بس جو میں کہوں گی وہ کرتی جانا سب کچھ ہمارے پلان کے مطابق ہو جائے گا"۔

صبیحہ نے اس کی بات سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

************۔

وقت گزر رہا تھا اور صبیحہ وہی کر رہی تھی جو علینا اسے کرنے کا کہتی۔

اسفندیار کا دل صبیحہ کی طرف مائل ہونے لگا۔ جبکہ لاریب ان سب باتوں سے انجان تھی۔

لیکن سالم اب دس سال کا ہو چکا تھا۔ وہ گھر میں ہونے والی ہر حرکات و سکنات سے انجان نہیں تھا۔ اس کا بچکانا ذہن یہ سب باتیں نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن پھر بھی اسے صبیحہ اور اسفندیار کا ایک دوسرے کے ساتھ بات کرنا بالکل بھی پسند نہیں تھا۔ اسے صبیحہ سے چڑ ہونے لگی تھی۔ جبکہ ہیرا ابھی پانچ سال کی تھی وہ ہر بات سے انجان اپنی ہم من موجیوں میں مگن تھی۔

ایسے ہی چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ جب اسفندیار نے لاریب سے دوسری شادی کی بات کی۔ لاریب کے لیے اسفندیار کی دوسری شادی کی بات کرنا ہی ناقابل برداشت تھا جب اسفندیار سے لڑکی کا نام سن کے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل

گئی۔اسے بلکل بھی امید نہیں تھی کہ اسفندیار اس کے سامنے صبیحہ کا نام لے گا۔اور نہ ہی اسے صبیحہ سے یہ امید تھی کیوں کہ اس نے اسے بہنوں کی طرح اپنا عزیز بنا لیا تھا۔

لاریب نے اسفندیار کو اجازت دے دی تھی۔کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ایک بار جب مرد دوسری شادی کا ارادہ کر لے۔تو پھر اسے روکنا فضول ہے۔

لاریب کے دل کی حالت کسی جلتے ہوئے کوئلے کی طرح تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس سے کہاں کمی رہ گئی۔اس کی اتنی محبت شدت اس کی فرمابرداری اسفندیار کے دل کو کسی دوسری طرف مائل ہونے سے نہیں روک پائی تھی۔ایک اسفندیار ہی تو اس کی متاعِ حیات تھا۔لیکن آج اسے اپنی حیات اپنے ہاتھ سے جاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔جبکہ دوسری طرف صبیحہ کو اپنی جیت پر اتنی سرشاری تھی۔کہ وہ ہر اچھائی برائی کو فراموش کر گئی تھی۔اس نے اپنے مفاد کے لئے ایک معصوم خوبصورت دل توڑ دیا تھا۔لیکن وہ اس بات کو فراموش کر چکی تھی کے معصوم دلوں کی آہ کبھی بھی کسی انسان کو خوش نہیں رہنے دیتی۔

اسی ہفتے کے اندر صبیحہ اور اسفندیار کا نکاح ہو چکا تھا اور اب وہ اسفندیار کی بیوی کی

حیثیت سے اس گھر کی مالکن بن چکی تھی۔اس کے چال ڈھال انداز واطوار میں الگ ہی غرور چھلکنے لگا تھا۔

ہیر اتوان سب باتوں سے انجان تھی لیکن سالم اپنی ماں کا دکھ اس کا درد محسوس کر رہا تھا۔اپنی ماں کا ساری ساری رات اٹھ کے رونا تکلیف میں رہنا وہ سب دیکھ رہا تھا۔وہ دس سال کا بچہ اپنی معصومیت کھو رہا تھا۔وہ اپنے بچپن کی عمر میں ہی بڑا ہونے لگا تھا۔

اسفندیار صبیحہ کی محبت اور سحر میں اس قدر ڈوب چکا تھا کہ اپنی پہلی بیوی اور بچوں کو بالکل فراموش کر چکا تھا۔

تین مہینے گزر چکے تھے ان کی شادی کو اسفندیار کے پاس بس سرسری سا وقت ہوتا تھا اپنے بچوں اور لاریب کے لیے۔اور ان تین مہینوں میں لاریب پل پل مری تھی۔وہ اپنا درد رات کی تنہائی میں اکیلے میں اپنے رب سے بیان کرتی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ دو معصوم آنکھیں اس کا ہر ایک آنسو اپنے دل پر محسوس کر رہی ہیں۔اور اس کے ایک ایک درد کا گواہ حمد سالم شاہ تھا۔سالم کا دل چاہتا تھا کہ وہ اپنی ماما کے لئے دنیا کی ہر خوشی لا کے قدموں میں ڈال دی لیکن اس کے لیے ابھی بہت چھوٹا تھا۔وہ بس خاموش تماشائی بنا تماشا دیکھ رہا تھا۔

۔لاریب نے اپنے بچوں کے سامنے خود کو خوش رکھنے کی ہر طرح کی کوشش کی تھی۔اور ہر وقت انہیں سمجھاتی کہ صبیحہ بھی اب ان کی چھوٹی ماما ہے۔جس پر ہیرا تو کھلکھلا جاتی۔جب کہ سالم بالکل خاموش ہو جاتا۔

۔*************

15،2019دسمبر!

یہ منظر تھا 15 دسمبر کی رات کا آج اسفندیار اور لاریب کی anniversary تھی ۔لاریب آج سب کچھ بھلائی بہت خوش بچوں کے ساتھ مل کے سب تیاریاں کر رہی تھی۔باقی دنوں سے ہٹ کے آج سالم بھی بہت خوش تھا کیوں کہ وہ اپنی ماں کے چہرے پر حقیقی خوشی دیکھ رہا تھا۔ہیرا اپنی پیاری پیاری باتوں سے ان دونوں کو اور زیادہ خوش کر رہی تھی۔اسفندیار اور صبیحہ ایک پارٹی پر گئے ہوئے تھے۔لاریب اور بچوں کو بس انکی واپسی کا انتظار تھا۔انھوں نے نو بجے تک واپس آ جانا تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں آئے تھے۔وقت گزرنے لگا تھا گھڑی نے دس،دس سے گیارہ اور پھر بارہ بجائے ۔لیکن وہ ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔دونوں بچے تھک کر وہی سو گئے۔لاریب کی

بھی ہر خوشی اب تکلیف اور آنسو میں بدل گئی تھی۔پرانی یادیں یاد کرنے لگی جب اسفندیار ہر اینیورسری پر اس کے لئے کچھ نہ کچھ خاص کرتا تھا۔یہ سوچ کر اس کے ہونٹوں پر ایک درد بھری مسکراہٹ آئی۔ابھی وہ یادوں کی دنیا میں ہی کھوئی ہوئی تھی جب گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔تقریبا ایک بجے وہ دونوں گھر واپس آئے تھے ۔دونوں ہنستے ہوئے گھر میں داخل ہوئے جب سامنے گھر کی سجاوٹ دیکھ کر دونوں ہی رک گئے۔اسفندیار کو دیکھ کر لاریب کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آئی اور وہ چلتے ہوئے اس کے پاس آئی اور بولی "happy anniversary my life "

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لاریب کے الفاظ سن کر صبیحہ نے برا سا منہ بنایا اور پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔اسفندیار نے صبیحہ کو کمرے کی طرف جاتا دیکھا اور پھر سر جھٹکتا ہوا لاریب کی طرف مڑا اور پھیکے سے لہجے میں بولا "تمہیں بھی شادی کی سالگرہ مبارک ہو لیکن ان سب فضولیات کی کیا ضرورت تھی۔ہماری شادی کو اتنے سال گزر چکے ہیں ان سب چیزوں کا کوئی مطلب نہیں۔"اور پھر اس کی نظر بچوں کی طرف پڑی تو بولا "دیکھو بچے بھی یہی بے آرام سو رہے ہیں۔جاؤ بچوں کو بھی کمرے میں لے جاؤ

اور خود بھی جا کر سو جاؤ" اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ لاریب اس کے فضولیات لفظ پر اٹک کر رہ گئی تھی۔ کہ آج اسے یہ سب کچھ فضولیات لگنے لگا تھا۔ اس کا دل بہت بری طرح ٹوٹا تھا۔ اس کے دل میں شدت سے خواہش جاگی تھی کے کم از کم آج کے دن ہی اسفندیار تھوڑی دیر کے لئے اس کے پاس بیٹھ کر اس کے دل کا حال سن لیتا۔ لیکن اس نے پاس بیٹھنا تو دور کی بات ایک لفظ تک نہیں ادا کیا تھا اس کے لیے بلکہ اس کی اس محبت کو تو فضولیات کا نام دے دیا تھا۔ وہ ٹوٹے دل اور مردہ جسم کے ساتھ بچوں کی طرف بڑھی اور انہیں باری باری اٹھا کر کمرے میں لے گئی۔ جب سے اسفند یار اور صبیحہ کی شادی ہوئی تھی لاریب بچوں کے ساتھ ان کے کمرے میں ہی شفٹ ہو گئی تھی۔

وہ کمرے میں آ کر اس قدر شدت سے روئی کہ اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ درد اتنا تھا کہ اس کا دل پھٹ رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ چیخیں مار مار کے اپنا سارا درد باہر نکال دے لیکن وہ اپنی چیخوں کو دبائے بے آواز آنسو اپنے دل پر بہا رہی تھی۔ لاریب سے اسفندیار کی یہ بے اعتنائی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

لاریب تو صرف اس کی تھوڑی سی محبت اور قربت کی خواہاں تھی۔ جسے اسفندیار بالکل

فراموش کر چکا تھا۔لاریب نے بچپن سے ہی اسفندیار کو انتہا کی حد تک چاہا تھا جب وہ اسے مل گیا تو اسے لگا کہ اس کی زندگی کا حاصل اسے مل گیا ہے۔لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اتنے سالوں کی اس کی محبتیں اس کی ریاضتیں سب خاک میں مل گئی تھیں۔وہ کہتے ہیں نا کہ محبت کے الگ ہی اصول ہوتے ہیں۔کہ جب محبت دینے پہ آتی ہے تو دلوں کی سلطنتیں سونپ دیتی ہے۔بادشاہت نصیب کر دیتی ہے۔اور جب یہی محبت اپنے ہونے کا خراج مانگتی ہے تو پل میں خاص سے عام اور عام سے خاک کر دیتی ہے۔اور سانسیں چھین لیتی ہے۔اور آج لاریب کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE

اچانک ہی اس کے دل میں درد کی لہر اٹھی۔جب اس کے رونے میں اور زیادہ روانی آگئی تھی اور اس کی سسکیوں کی آواز سن کر سالم اٹھ بیٹھا۔اور آواز کے تعاقب میں دیکھنے لگا۔لاریب نیچے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھی رو رہی تھی اور ایک ہاتھ اس کے دل پر تھا۔سالم فوراً اٹھا اور لاریب کے پاس آیا وہ کمرے میں پھیلی مدہم روشنی میں بھی اپنی ماں کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ سکتا تھا۔وہ اپنی ماں کا روتا ہوا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولا" ماما کیا ہوا ہے آپ کو آپ کیوں اتنا رو رہی ہیں؟"

لاریب نے سالم کو اپنے سامنے دیکھ کر اپنے آنسو صاف کیے اور درد کے باوجود اپنے

چہرے پر مسکراہٹ لاتی ہوئی بولی "نہیں بیٹا ماما نہیں رو رہی ماما بالکل ٹھیک ہے کچھ نہیں ہوا ماما کو"لیکن اس کے دل کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی لیکن وہ اپنے بچے کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس لئے خود پر قابو پاتے ہوئے اسنے اس کا معصوم چہرہ چومتے ہوئے کہا "آپ ماما کے اچھے بیٹے ہو ناماما کی ایک بات مانو گے "تکلیف سے اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

"جی ماما میں آپ کا اچھا بیٹا میں آپ کی ہر بات مانوں گا "سالم نے اپنی ماں کے چہرے سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لاریب نے اس کے ننھے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا"آپ جانتے ہو نا کہ ہیرا ہماری کتنی پیاری سی چھوٹی سی پری ہے۔اگر آپ کی ماما کو کچھ ہو جائے آپ کی ماما کو اللہ تعالی اپنے پاس بلا لیں تو آپ نے ہماری اس پری کا بہت زیادہ خیال رکھنا ہے ۔"لاریب کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔

اپنی ماں کے ایسے الفاظ سن کر سالم کا دل تڑپ اٹھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فوراً بولا "جی ماما میں پری کا بہت زیادہ خیال رکھوں گا لیکن آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔آپ کہتی ہیں نا کہ جو بچے اچھے ہوتے ہیں اپنے ماما بابا کی بات مانتے ہیں اللہ

تعالی ان سے ان کے ماما بابا کو دور نہیں کرتے۔ تو میں تو اچھا ہونا آپ کی ہر ایک بات مانتا ہوں تو اللہ تعالی آپ کو مجھ سے دور نہیں کریں گے آپ ایسی باتیں مت کریں"

اتنی تکلیف کے باوجود لاریب اپنے بیٹے کی بات سن کر ہلکا سا مسکرائی اور بولی "یہاں آؤ ماما کے گلے لگو آ کے "سالم روتے ہوئے آگے بڑھا اور اپنی ماں کی آغوش میں چھپ گیا۔ جب لاریب نے اس کے چہرے اور سر کا بوسہ لیا اور اسے سمجھاتی ہوئی بولی "ہم سے سب سے زیادہ پیار اللہ تعالی کرتے ہیں۔ اور ایک نہ ایک دن ہم سب نے اس کے پاس جانا ہے۔ اور وہاں پر ہم سب اکٹھے رہیں گے بہت پیار سے خوشی سے۔ اس لئے ابھی میرا وقت ہے جانے کا اور میرے پیارے بیٹے نے بالکل نہیں رونا کیونکہ وہ بھی ایک نہ ایک دن اپنی ماما سے ضرور ملے گا ۔ اس لئے میرے بہادر بیٹے نے بالکل بھی نہیں رونا۔ اور اپنی چھوٹی بہن کا بہت زیادہ خیال رکھنا ہے"

اس کا چھوٹا سا ذہن ابھی ان باتوں کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اسے اس وقت صرف اور صرف اپنی ماما چاہیے تھی جو ہمیشہ اس کے پاس رہے۔

جب اچانک ہی لاریب کی تکلیف اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر وہیں زمین پر لیٹ گئی۔ اس کا چہرہ تکلیف برداشت کرتے کرتے سرخ ہو چکا تھا۔ سالم زمین

پر لیٹے تڑپتا ہوا اپنی ماں کو دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا تھا۔ وہ کبھی اپنی ماں کے ہاتھوں کو چھوتا۔ کبھی سینے پر ہاتھ رکھتا اور کبھی اس کے چہرے پر سے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے پسینہ صاف کرتا۔ وہ چھوٹا سا بچا اونچی اونچی آواز میں اپنے رب سے اپنی ماں کی زندگی کی دعائیں مانگ رہا تھا "اللہ تعالیٰ پلیز میری ماما کو ٹھیک کر دیں۔ میری ماما کو اپنے میرے پاس ہی رہنے دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کبھی کوئی غلط کام نہیں کروں گا کبھی کوئی شرارت نہیں کروں گا۔ میں اچھے اچھے کام کروں گا اب کبھی ماما کو تنگ نہیں کروں گا پلیز اللہ تعالی میری ماما کو ٹھیک کر دیں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com

لیکن شاید اس بچے کی زندگی میں یہ کڑا امتحان لکھ دیا گیا تھا۔

آہستہ آہستہ لاریب کی آنکھیں بند ہونے لگی تھی۔ اللہ تعالی نے اس کی دنیاوی ہر تکلیف ہر دکھ ختم کر دیا تھا۔ سالم کی آنکھوں کے سامنے ہی ایک دم اس کی ماں کا جسم بالکل ساکت ہو گیا۔ اس معصوم بچے کا دل ایک دم ڈوب کے ابھرا تھا اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنی ماں کو ہلایا۔ لیکن اس کا وجود بالکل بے جان ہو چکا تھا۔ کوئی جواب نہ ملنے پر وہ زور زور سے اپنی ماں کو ہلانے لگا اور چیخنے لگا۔ لیکن نہ ہی اس کی ماں نے جواب دینا تھا اور نہ ہی دیا۔

اس کے رونے اور چیخنے کی آواز پر ہیرا بھی ہڑ بڑا کر اٹھ گئی تھی اور دوسرے کمرے میں اسفند کے یار کے کانوں میں سالم اور ہیرا کے رونے کی آوازیں گئی۔ تو وہ فوراً اٹھ کے ان کے کمرے کی طرف بھاگا۔ اسے اس طرح بھاگتا ہوا دیکھ صبیحہ بھی اس کے پیچھے گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ سامنے لاریب کا بے جان وجود زمین پر پڑا ہوا تھا اور دونوں بچے اس کے ارد گرد بیٹھے اسے جھنجھوڑتے ہوئے پکار رہے تھے۔ وہ بھاگتے ہوئے آگے بڑھا اور لاریب کے ہاتھ کی نبض چیک کرنے لگا لیکن اس کا وجود ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے لاریب کو دیکھنے لگا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے اس نے جس لاریب کو دیکھا ہے اب وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

دروازے پر کھڑی صبیحہ کو بھی سامنے کے منظر نے جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا۔

****************۔

تدفین کا انتظام ہو چکا تھا۔ بس کچھ ہی دیر میں جنازہ لے کر جانے والے تھے۔ اتنی جوان موت کو دیکھ کر وہاں پر موجود ہر آنکھ اشک بار تھی۔ سارے مہمانوں کی

موجودگی میں صبیحہ نے ہیرا کو اپنی گود میں لے لیا اور اسے پیار سے بہلانے لگی۔ جب کے سالم بالکل خاموش، اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں بہہ رہا تھا۔ وہ اپنی ماں کی میت کے قریب بیٹھا یک ٹک بس اپنی ماں کا چہرہ دیکھے جا رہا تھا ۔ جب ایک دم جنازہ لے جانے کا شور اٹھا تو وہ بھی خاموشی کے ساتھ ان کے ساتھ چلنے لگا۔

جنازہ ہونے کے بعد وہ گھر آ کے اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔ اسفندیار بھی نڈھال سا گھر میں داخل ہوا۔ سب مہمانوں کو رخصت کر کے اس نے صبیحہ سے سالم کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں ہے۔ وہ اس کے پاس گیا۔ اسے اپنے ساتھ لگایا پیار کیا اور اسے سمجھانے لگا۔ جب کہ وہ بالکل خاموش بس سامنے دیوار کو گھوری جا رہا تھا۔ وہ سالم کی اس خاموشی کو وقتی صدمے کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ اس نے اسے بیڈ پر لٹایا اور خود بھی اس کے ساتھ لیٹ گیا اور اسے سلانے لگا۔ سالم نے بھی کسی روبوٹ کی طرح اس کے کہنے پر لیٹ کے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھی لیکن وہ سو نہیں رہا تھا اس کی نیند اس سے روٹھ کے کہیں دور جا سوئی تھی۔ اسفندیار کو لگا کے وہ سو گیا ہے تو اس کے پاس سے اٹھ کے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ جہاں صبیحہ نے ہیرا کو سلا دیا تھا اور اب اسے چھوڑنے اس کے کمرے

میں جارہی تھی۔جب اسفندیار نے اس کے ہاتھ سے ہیرا کو لیا اور صبیحہ کو بتایا کے وہ آج بچوں کے ساتھ سوئے گا۔اور ہیرا کو لے کر اس کے کمرے میں آگیا۔

صبیحہ نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ابھی ان کا دکھ تازہ ہے ۔جو بھی تھا اسے خود بھی لاریب کی موت کا بہت دکھ تھا۔پھر سارے خیالات اپنے ذہن سے جھٹکتی ہوئی وہ بھی سونے کے لئے لیٹ گئی۔

*************۔

وقت گزرنے لگا تھا سب کچھ اپنے معمول پہ آ گیا تھا۔سب کی زندگیاں ویسے ہی چلنے لگی تھی سوائے دو انسانوں کے اور وہ تھے حمد سالم شاہ اور اسفندیار شاہ۔وہ دونوں بالکل خاموش ہو گئے تھے۔سالم اپنی سوچ کے زاویے نہ جانے کس طرف موڑ چکا تھا کہ اس نے چپ سادھ لی تھی۔اور اسفندیار کو پچھتاؤں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا ۔پچھتاوا ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اندر سے دیمک کی طرح چاٹ لیتا ہے۔اسفندیار بھی اس دیمک کا شکار ہو چکا تھا۔

اسفندیار نے صبیحہ کو دونوں بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کہا تھا۔لیکن اس نے اسفند کو اپنی باتوں میں لگا کے اسے ایک گورنس رکھنے کے لئے منوالیا تھا۔دونوں کی دیکھ

بھال گورننس ہی کرتی تھی۔

****

سالم ناجانے کن راستوں کی طرف چل پڑا تھا۔اس کی سوچ مثبت راستے کو چھوڑ کر منفی راستے کی طرف چل نکلی تھی۔وہ اپنے ارد گرد جسے بھی دیکھتا اسے منفی لوگ ہی نظر آرہے تھے گھر میں دیکھتا صبیحہ بیگم لوگوں کے سامنے ان دونوں سے ایسے بات کرتی پیار کرتی جیسے ان دونوں سے زیادہ اہم اس کے لئے کوئی نہیں اور ان کے جاتے ہی ایسے انہیں بھول جاتی جیسے وہ وہاں موجود ہی نا ہوں ۔

گھر کے ملازم صبیحہ بیگم کے منہ پہ ان کے اور پیچھے پیچھے ان کی برائیاں کرتے

۔۔۔کچھ اللہ کا نام استعمال کر کے اپنے مفاد نکال لیتے۔

منافقت دل میں رکھ کے ایک دوسرے سے ایسے میٹھے ہوتے جیسے کتنے مخلص ہوں۔

اپنے گھر میں کام کرتے ملازموں کو دیکھتا کے وہ اپنے اپنے مسئلے اکثر ایک دوسرے سے کر رہے ہوتے کے کیسے وہ اپنے رب سے دعا گو ہیں لیکن ان کی دعائیں نہیں قبول ہو رہی۔تو اسے اپنی ماما یاد آجاتی کے اس نے بھی تو اللہ سے مانگا تھا لیکن اس کی دعا

نہیں قبول ہوئی۔

سالم کا چھوٹا ذہن یہ سب باتیں اپنی سوچ کے مطابق لے رہا تھا۔وہ اپنے رب سے دور ہونے لگا تھا۔اس کے پاس کوئی ایسا انسان نہیں تھا جو اس کے دماغ میں چلتی الجھنوں کو سلجھا سکے اسے سمجھا سکے کے

اس کا رب اپنے بندے سے بے انتہا محبّت کرتا ہے یہ آزمائش رب سے دور ہونے کے لئے نہیں اس کے مزید قریب ہونے کے لئے ہوتی ہیں۔لیکن اس کے پاس کوئی نہی تھا جو اسے اس منفی سوچ سے نکال سکتا۔

**********۔

وقت اپنی رفتار کے مطابق چلتا جا رہا تھا۔اسفند اور صبیحہ کے درمیان جھگڑے ہونے لگے تھے۔اسفند اتنا ذہنی اذیت کا شکار ہوتا جا رہا تھا کے صبیحہ کو پہلے کی طرح نہ ہی وقت دے پا رہا تھا اور نہ ہے وہ اہمیت جو پہلے دن سے وہ لینے کی عادی ہو چکی تھی۔نا ہی صبیحہ نے اسے سمجھنے کی کوشش کی تھی۔وہ اس کی ذہنی حالت کو یکثر نظر انداز کیے بس اپنے

بارے میں سوچ رہی تھی۔

اور یہی باتیں ان کے درمیان جھگڑے کی وجہ بن رہی تھی۔۔

*************۔

25،2020 مارچ!

آج سالم کی سالگرہ کا دن تھا۔اسفند اور لاریب ہر سالم کے لئے بڑی سی پارٹی ارینج کرتے تھے۔اس سال بھی اسفند نے اس کے لئے کافی بڑی پارٹی کا انتظام کیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کے سالم کو اپنی ماں کے نا ہونے کا احساس ہو۔اس بار ساری تیاریاں اس نے خود کی تھی۔اسے بہت شدت سے لاریب کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔وہ کہتے ہیں ناں کے کسی کے چلے جانے سے ہی اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ایسے ہی اسفند کے ساتھ بھی ہو رہا تھا۔

پارٹی کا انتظام شاہ ویلا میں ہی دن کے وقت کا کیا گیا تھا کیونکہ رات کو اسفند کی دبئی کی فلائٹ تھی بزنس کے سلسلے میں تو اس نے وہاں جانا تھا۔

پارٹی بہت اچھے سے ہو گئی تھی فنکشن تقریباً شام تک جاری رہا تھا۔جب فنکشن ختم ہوا

تو اسفند اپنے کمرے میں آرام کرنے چلا گیا تھا کیونکہ رات گیارہ بجے کی فلائٹ تھی وہ کچھ دیر آرام کر لینا چاہتا تھا۔

۹ بجے کے قریب وہ اٹھ گیا تھا ابھی فلائٹ میں وقت تھا وہ کچھ دیر بچوں کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ وہ ابھی تیار ہو رہا تھا جب صبیحہ کمرے میں آئی۔ سالم کی برتھڈے پارٹی میں جو بات اس کے ذہن میں آئی تھی اس کے دل نے شدت سے اس کی خواہش کی تھی اور یہی بات وہ اسفند سے کرنے آئی تھی۔

وہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی اور اسے اپنے ہاتھوں سے کوٹ پہنانے لگی۔ اور تبھی ساتھ اپنی بات کا آغاز بھی کیا "اسفند مجھے آپ سے ایک ضروری بلکہ بہت ضروری بات کرنی تھی"

اسفند نے کف لنکس بند کرتے ہوئے مصروف سے انداز میں جواب دیا "ہاں بولو میں سن رہا ہوں"

صبیحہ کے ہونٹوں پر ایک شرمیگی سے مسکراہٹ آئی "وہ میں کہہ رہی تھی کے اب ہمیں بھی بے بی پلان کر لینا چاہیے"

صبیحہ کی بات سن کے اسفند کے حرکت کرتے ہاتھ رو کے تھے۔اس نے چہرہ موڑ کے عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور بولا "یہ کیا بول رہی ہو تم اور یہ فضولیات تمہارے ذھن میں کہاں سے آئی"

اسفند کے اس طرح بولنے سے صبیحہ کو حیرانگی ہوئی تھی اور وہ اس کی بات نا سمجھتی ہوئی بولی "اسفند کیا مطلب فضولیات۔میں ہمارے بچے کی بات کر رہی ہوں اور تم" ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی جب اسفند اس کی بات کاٹ کے بولا "ہمارے بچے ہیں سالم اور ہیرا اس کے علاوہ ہمیں اور بچوں کی ضرورت نہیں ہے ۔اس لئے تم یہ بات اپنی سوچ سے نکالو اور ان دونوں پہ توجہ دو"

اسفند کی بات سن کر صبیحہ کے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی وہ تن فن کرتی اس کے سامنے آئی اور غصے سے پھنکارتی ہوئی بولی "کیا کہا تم نے سالم اور ہیرا۔۔وہ میرے بچے نہیں ہیں سمجھے تم وہ لاریب کے بچے ہیں مجھے میرے بچے چاہیے اور میں تمہے میرا یہ حق چھیننے نہیں دوں گی۔"

اسفند کو اس کا اتنا گستاخانہ انداز پسند نہیں آیا تھا لیکن پھر بھی وہ اپنے غصے پر قابو کرتا ہوا بولا "مجھے اس وقت ایک بہت اہم میٹنگ کے لئے جانا ہے اس لئے میں نہیں چاہتا

کے کوئی تماشا ہو۔اس لئے اس موضوع کو بند کرو سمجھی"

لیکن صبیحہ کسی طور بھی اس موضوع کو چھوڑنے والی نہیں تھی۔"نہیں چھوڑو گی میں اس موضوع کو تم اس بات کا فیصلہ کر کے ہی جاؤ گے آج یہاں سے سمجھے تم"وہ انگلی اٹھا کے اسے وارن کرتی ہوئی بولی۔

جس پر اسفند کا بھی غصے کا گراف ہائی ہو گیا دونوں کے درمیان بہت بحث ہوئی جب کے صبیحہ اپنی بات سے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھی۔اسفند تنگ آ کے اپنا سامان اٹھائے ایئرپورٹ جانے کے لئے نکل گیا۔جب کے صبیحہ دروازے تک اس کے پیچھے چلاتی ہوئی گئی لیکن وہ بنا اس کی سنے گاڑی میں بیٹھ کے چلا گیا۔وہ وہی دروازے پر کھڑی آنسوں بہاتے بیحد غصے میں اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔صبیحہ کی آواز سن کے سالم اپنے کمرے سے باہر آیا تھا اور اپنے باپ کو غصے میں جاتے ہوئے دیکھ چکا تھا لیکن وہ اصل بات سے انجان صبیحہ کے پس آیا اور بولا"آنٹی بابا ہم سے ملے بغیر ہی چلے گئے "اور یہی پوچھ کے سالم نے سب سے بڑی غلطی کی تھی۔

صبیحہ جو پہلے ہی غصے میں پاگل ہوئی تھی اسفند کے نہ ماننے کا قصوروار ان دونوں کو ہی سمجھ رہی تھی اور سالم نے غلط وقت پر آ کے اس کے غصے کو مزید ہوا دی تھی۔

وہ بھوکی شیرنی کی طرح اس پر جھپٹی اور بنا یہ سوچ کے وہ چھوٹا بچا اس کا غصہ کیسے برداشت کرے گا اسے مارنے لگی اس قدر جانوروں کی طرح اسے پیٹتی چلی گئی جیسے وہ انسان نہیں جانور ہو۔اور وہ بنا اپنا قصور جانے حیران پریشان سا روتے ہوئے اس کی جنونیت سہہ رہا تھا۔یہاں تک کے اس کے ماتھے اور منہ سے خون نکلنے لگا لیکن صبیحہ کا غصہ کسی طور بھی کم نہیں تھا ہو رہا وہ غصے میں پاگل ہوئی اپنی اندر کی انسانیت بھولا چکی تھی۔

وہاں سے گزرتی ملازمہ یہ منظر دیکھ کر دہل گئی اور فوراآگے بڑھ کے سالم کو اس سے چھوڑایا لیکن صبیحہ پھر بھی آگے بڑھ کے اسے مار رہی تھی جب ملازمہ صبیحہ کو کھینچ کر اندر لے جانے لگی صبیحہ منہ سے اتنے بورے الفاظ ادا کر رہی تھی کے سالم کی سوچ سے پڑے تھے۔سالم بنا کچھ دیکھے فوراوہاں سے بھاگ کے حویلی سے باہر آگیا گارڈ کچھ کام سے اپنے کمرے میں گیا تھا اس نے سالم کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا ورنہ وہ اسے کبھی ایسے نہ جانے دیتا لیکن شائد آج کی رات اس کے لئے امتحانوں کی تھی اس لئے اس کا جانا لکھا تھا۔

وہ گیارہ سالہ بچا اکیلا سڑک پہ چل رہا تھا اس کا ذھن بلکل ماؤف تھا وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا

تھا کے اس کے ساتھ ہوا کیا ہے اس کا قصور کیا تھا وہ اپنے الفاظ سوچ رہا تھا کے کیا اس نے کچھ غلط بولا تھا لیکن نہیں اس نے تو کچھ بھی نہیں بولا تھا بس اپنے بابا کا پوچھا تھا پھر اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا وہ آسمان کی طرف دیکھ کے سوال کر رہا تھا لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

آج تک اس سے کبھی کوئی اونچی آواز میں بھی نہیں بولا تھا۔ وہ اتنا سوبر اور سلجھا ہوا تھا کے کبھی کسی کو ڈانٹنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔ اگر کبھی وہ کوئی ایسی ویسی شرارت کر جاتا تو اس کی ماما بہت پیار سے اسے سمجھایا کرتی تھی لیکن آج تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا اس کا ننھا ذھن اس بات کا جواب ڈھونڈ رہا تھا۔ جب اچانک اس کے ذھن میں اپنی ماما کے الفاظ گونجے۔

"بیٹا جب آپ کا دل بہت اداس ہو آپ کو کچھ سمجھ نا آ رہا ہو تو آنکھیں بند کر کے اپنے اللّٰہ سے دعا کرو۔ اگر تب بھی کچھ رہ جائے تو اپنے سے کسی بڑے سے جو آپ کو لگے کے آپ کی نظر میں بہت اچھا ہے جو آپ کے ہر سوال کا جواب دے دے گا اس سے جا کے بات کر لیا کرو۔ ہر بوجھ ہلکا ہو جائے گا"

وہ سوچنے لگا تھا کے کون ایسا ہے جس کے پاس وہ جا سکتا ہے اس کے پاس تو اس کی ماما

کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔جب اچانک اسے اپنے قاری صاحب کا خیال آیا۔جن سے اس نے حفظ کیا تھا وہ تو چلے گئے تھے لیکن کچھ دن ابھی ہوئے تھے ان کی جگہ ایک دوسرے قاری صاحب آئے تھے جو ایک دو بار ہی گھر آئے تھے سالم کی دوہرائی سننے۔ان کا خیال آتے ہی وہ ان کے گھر کے طرف چل پڑا۔اسے لگا تھا کے جیسے پہلے قاری صاحب اس کی باتوں کے جواب بہت پیار سے بہت آسان الفاظ میں دیتے تھے ان سے بات کر کے اس کے دل کو سکون ملتا تھا یہی سوچ کے وہ ان کے گھر کی طرف چل پڑا اور یہاں ہی اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

۔***************

قاری صاحب کا گھر ان کی حویلی سے کچھ فاصلے پر سڑک کراس کر کے ہی تھا وہ تھوڑی ہی دیر میں ان کے دو منزلہ بنے گھر کے سامنے کھڑا تھا ۔اس نے دروازہ کھٹکایا تو ۲ منٹ کے بعد دروازہ کھل گیا۔سالم کو ایسے زخمی حالت میں دیکھ کر انہوں نے اسے فورا اندر بولایا اور اس کی اس حالت کے بارے میں استفار کرنے لگے۔سالم نے اپنے ساتھ ہونے والی ساری روداد اسے سنادی۔وہ جو اس کی بات سننے کے ساتھ اس کے چہرے سے زخم بھی صاف کر رہا تھا۔اس کے ہاتھ سالم کے نرم جلد کو چھو رہے تھے

جب اس اندر کا حیوان جاگ گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں شہوت اتر آئی تھی۔وہ جب سے آیا تھا اس نے سالم جیسا خوبصورت بچا نہیں دیکھا تھا اس کی گال کے ڈمپل اس کی سرخ و گلابی رنگت اس کے بچپنے نے اس کے نفس کو جگا دیا تھا۔وہ سالم پر پہلے دن سے نظر رکھے ہوئے تھا لیکن ان کی حیثیت، پاور دیکھ کے اس نے اپنے نفس کو خاموش کروا دیا تھا لیکن آج وہ خود چل کے اس کے پاس آگیا تھا تو وہ اپنے اندر کے درندے کو باہر آنے سے روک نہیں سکا تھا۔

اس کا ہاتھ اس کے پورے جسم پر سرائیت کرنے لگا تھا سالم جو رونے کے ساتھ ساتھ اپنے دل کی بھراس نکال رہا اس کے ہاتھ کی حرکت محسوس کرکے ایک دم چپ ہوا اور اور قاری صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔جس کی آنکھوں اور چہرے میں شیطانیت جھلک رہی تھی۔سالم کو وہ کوئی اور ہی حیوان محسوس ہوا تھا۔اسے اس سے خوف محسوس ہوا تو وہ فوراً اٹھ کے بھاگنے لگا جب اس نے اسے جھپٹ لیا۔اور خباثت سے بولا

"کہا بھاگ رہے ہو شہزادے اب نہیں بہت انتظار کروایا ہے تو نے اب میرے نفس کو تسکین پہنچائے بغیر تو نہیں جا سکتا۔"

سالم کو کچھ بہت غلط ہونے کے سگنلز آرہے تھے وہ اس کی باتیں تو نہیں سمجھ پا رہا تھا

لیکن اس کی آنکھیں اس کے انداز سالم کو کچھ بہت غلط ہونے کا احساس دلا رہے تھے ۔وہ چیخنے لگا تھا مدد کے لئے کسی کو پکارنے لگا تھا لیکن وہاں کوئی نا تھا جو اس کی آواز سن سکتا۔وہ اپنے رب کو پکارنے لگا تھا۔ لیکن ابھی تک کہی سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔وہ شیطان درندہ حیوان اس پے قابض ہونے لگا تھا۔جب سالم نے پاس پڑی لوہے کی سلاخ اٹھا کر اس کے سر میں دے ماری ۔ جس کی وجہ سے وہ درد سے کراہتا ہوا اس سے دور ہوا اس کے سر سے خون نکلنے لگا تھا جب وہ اپنا خون دیکھ کے مزید غصے سے پاگل ہو گیا اور غصے سے پھنکارتا ہوا پاس پڑی آگ سے دہکتی ہوئی سلاخ اٹھائی۔ جن سے وہ لوہے کے اوزار بناتا تھا۔اس نے وہ دہکتا ہوا لوہا سالم کی کمر پے لگا دیا جس سے وہ معصوم بچا درد اور جلن سے بلبلا اٹھا۔ لیکن اس درندہ کو رحم نا آیا اس نے اس کی کمر پر تین چار نشان بنا دیے۔جب وہ درد اور جلن سے چیخ چیخ کے بلکل نڈھال ہو گیا تو اس نے اس کی جان بخشی اور پھر اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے سلاخ دور پھینک کے اس کے پاس آیا۔

اس سے پہلے کے وہ پوری طرح اس پہ قابض ہوتا۔جب باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔تب تک سالم کی اس حیوان سے لڑتے لڑتے اور درد سہتے سہتے قوت برداشت جواب دے

گئی تھی۔وہ غنودگی میں جارہا تھا جب اس نے دروازے کی آواز سنی اور وہ حیوان اسے چھوڑ کے ہٹا۔ تبھی سالم اپنے ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

وہ حیوان سالم کو چھوڑ کے اٹھا اور دروازے کی درز سے دیکھنے لگا۔ تو سامنے اس کی بیوی بچے کھڑے تھے جو وہی دوسری گلی میں اپنے ننھیال گئے ہوئے تھے ان کے اچانک رات کے اس وقت آجانے پر اس کے اوسان خطا ہوئے تھے۔وہ کبھی باہر اور کبھی سامنے بیہوش پڑے سالم کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے دماغ دوہرایا اور فوراً سالم کو اٹھا کر گھر کی پچھلی سائیڈ پر بنے ہوئے اسٹور روم میں اس کے ہاتھوں اور منہ کو باندھ کر اسے وہاں بند کر دیا۔

اور اپنی حالت اور گھر کی حالت درست کرتے ہوئے دروازہ کھولا جہاں اس کی بیوی بچے کھڑے کب سے دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہے تھے۔

اندر داخل ہوتے اس کی بیوی نے دیر سے دروازہ کھلنے اور سر پر لگی چوٹ کی وجہ پوچھی تھی۔بہانہ بنا کر ٹال گیا۔انہیں کمرے میں بھیج کر سالم کا کوئی بندوبست کرنے کا سوچنے لگا کیونکہ وہ اب اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔لیکن ابھی وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا صبح کچھ کرنے کا سوچ کے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ایسے ہوتے ہیں کچھ لوگ جو سلام کا لبادہ اوڑھ کے اپنی حیوانیت کو تسکین دے رہے ہوتے ہیں۔ایسے لوگ اسلام نہیں اپنے نفس کے پوجاری ہوتے ہیں۔ایسے لوگ مسلمان تو کیا انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں ہوتے۔ایسے لوگوں کے لئے اللّہ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں لیکن در حقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

ایک اور جگہ میرا رب فرماتا ہے۔

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾

ان کے دلوں میں بیماری تھی اللہ تعالٰی نے انہیں بیماری میں مزید بڑھا دیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ایک قیامت اس رات سالم پر گزری تھی اور ایک قیامت شاہ ویلا پر ٹوٹی تھی۔ شاہ ویلا میں ایک بار پھر صفِ ماتم بچھ چکا تھا۔

****

صبح ہو چکی تھی۔ وہ حیوان اپنے روزمرہ کے معمول کے مطابق کام پر چلا گیا تھا تاکہ کسی کو کوئی شک نا ہو۔ اس نے جس کمرے میں سالم کو بند کیا تھا وہاں کوئی آتا جاتا نا تھا۔ اس لئے اسے کوئی فکر نہیں تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کے اس کا کیا کرنا ہے۔

۱۰ بجے کا وقت ہو گیا تھا جب سالم کو تھوڑا تھوڑا ہوش آیا تھا اس کا جلا ہوا زخم ساری رات ایسے ہی کھلا رہنے کی وجہ سے اکڑ چکا تھا۔ زخم کی تکلیف سی وہ پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ لیکن اس کا منہ اور ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ ہل

بھی نہی پا رہا تھا اور نا ہی کچھ بول پا رہا تھا ذرا سا بھی ہلنے سے اسے اس قدر تکلیف ہوتی کے وہ ایک جگہ ہی لیٹا رہا۔ وہ اتنا بے بس محسوس کر رہا تھا خود کو۔ لیکن اسے امید تھی کے ابھی تک اس کے گھر والے اسے ڈھونڈتے ہوئے اس تک پہنچ جائے گے۔ لیکن وہ معصوم کیا جانتا تھا کے جو قیامت شاہ ویلا پر ٹوٹی ہے اس نے وہاں کی در و دیوار ہلا کے رکھ دی ہے انہیں کہا ہوش تھی کے وہ کہا ہے۔

۱۲ بجے کے قریب قاری کی بیوی خدیجہ کچھ سامان لینے کے لئے اسٹور روم کی طرف آئی۔ اتنے عرصے سے یہ کمرہ بند تھا کوئی نہیں آتا جاتا تھا لیکن آج اچانک اسے کسی پورانے سامان کی ضرورت پڑ گئی تھی کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد کا وسیلہ بنانا تھا۔

وہ جب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو سامنے ایک بچے کو زخمی حالت میں دیکھ اس کے حواس سلب ہو گئے۔

وہ جلدی سے آگے بڑھی اور سالم کی پٹیاں کھولی۔ سالم کو کھانسنے لگا وہ فوراً بھاگ کے گئ اور پانی لے کر آئی۔ پانی پی کے اس کی حالت تھوڑی سمبھلی تو خدیجہ نے سالم سے ساری بات پوچھی تو اس نے سب سچ اسے بتا دیا۔

اپنے شوہر کی اصلیت تو وہ پہلے سے ہی جانتی تھی لیکن سالم کی بات اور اس کی حالت نے اسے مزید شرمندہ کر دیا تھا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے وہ حوس پرست ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر ظالم جانور بھی ہو سکتا ہے اس کا دل تکلیف سے پھٹنے لگا تھا۔ لیکن اسے نے فوراخود کی سمبھالا کیونکہ ابھی جذبات میں بہنے کا وقت نہیں تھا اس کا شوہر کبھی بھی آسکتا تھا۔اس نے جلدی سے سالم کو اٹھایا اس کی جلی ہوئی شرٹ اتار کے اپنے بیٹے کی شرٹ پہنائی۔سالم کو بہت درد ہو رہا تھا لیکن وہ برداشت کر رہا تھا کیونکہ کے اسے اس وقت صرف اپنے گھر جانا تھا۔لیکن وہ نہیں جانتا تھا کے وہاں ایک اور طوفان اس کے استقبال کے لئے کھڑا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

**************۔

خدیجہ جانتی تھی کے سالم شاہ ویلا کا اکلوتا سپوت ہے۔وہ اسے لئے جب شاہ ویلا پونھنچی تو وہاں پر پہلے سے ہی ایک رش لگا ہوا تھا وہ سالم کو اپنے ساتھ لگائے جب اندر داخل ہوئی تو سامنے حال میں اسفند دنیا جہاں سے بیگانہ سفید کفن میں لپٹا لیٹا ہوا تھا۔سالم کا اپنے باپ کو ایسی حالت میں دیکھ کے دماغ بلکل شل ہو چکا تھا۔کانوں میں لوگوں کی آوازیں گونج رہی تھی وہی آوازیں جو اس کی ماں کے مرنے پر گونجی تھی کے بیچارہ

ابھی عمر ہی کیا تھی کے ہارٹ اٹیک ہو گیا دل کا روگ لگ گیا۔

اس کی نظر سامنے اجڑی حالت میں بیٹھی ہوئی صبیحہ پر گئی جو اپنا سر پکڑے رو رہی تھی ۔سالم کے ذہن میں رات کا منظر گھوم گیا کے کیسے وہ اس کے باپ پہ چلا رہی تھے کیسے وہ غصے میں گھر سے اسے ملے بغیر ہی چلا گیا تھا اور اس کے بعد جو کچھ سب کچھ فلم کی طرح اس کے سامنے چلنے لگا۔

اس کا ذھن یہ سب کچھ برداشت نہیں کر پایا تھا کے وہ وہی بیہوش ہو کے گر گیا۔اس کے گرنے پر خدیجہ کی چیخ بلند ہوئی تھی کے وہاں موجود سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کچھ عزیز سالم کو ہوسپٹل لے گئے تھے اور باقی سب اسفند کو تدفین کے لئے لے گئے تھے۔

تدفین کے بعد سب کے کہنے پر صبیحہ ہوسپٹل آ گئی تھی۔

ڈاکٹر نے بتایا تھا کے شدید صدمے کی وجہ سے سالم کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ کومہ میں چلا گیا تھا۔اور اس کے پیٹھ پر زخم کے بارے میں ڈاکٹر نے

صبیحہ سے استفار کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور ڈاکٹر سے بھی کہہ دیا کے وہ یہ بات کسی کے سامنے مت کریں۔ جس پر ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

_**************

ایک سال تک سالم کوما میں رہا تھا اس ایک سال میں سب کی زندگیاں بدل گئی تھی ۔صبیحہ نے اسفند کا سارا بزنس سمبھال لیا تھا۔ ہیرا کی ساری دیکھ بھال میڈ ہی کرتی تھی ۔اور سالم کی کے لئے ایک نرس تھی جو 24 گھنٹے اس کے ساتھ رہتی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

_***************

۱۸ اپریل, 2021!

۱۸ اپریل کو سالم ہوش آیا تھا۔ وہ ۱۲ سال کا ہو چکا تھا۔ وہ ۱۲ سالہ بچہ اپنی عمر سے بہت بڑا ہو چکا تھا۔

کومہ کے بعد جس حمد سالم کو نئی زندگی ملی تھی اس حمد سالم اور پہلے حمد سالم میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پہلا حمد سالم کہی دور ایک سال پہلے ہی دفن ہو چکا تھا

اب والا حمد سالم شاہ ایک الگ ہی راستے پر چل نکلا تھا۔

سب کچھ بدل چکا تھا لیکن صبیحہ بیگم کے دل میں پلنے والی نفرت ان کے لئے کم نہیں ہوئی تھی۔اور وہی نفرت سالم کو مزید اندھیرے میں دھکیل رہی تھی۔

جب وہ اٹھارہ سال کا ہوا تو اس نے اس حیوان سے اپنا بدلہ لیا تھا اور اس میں تیمور نے اس کا ساتھ دیا تھا۔وہ صبیحہ بیگم کو اپنے ہر نقصان کا ذمہ دار سمجھتا تھا لیکن وہ ان سے ویسا بدلہ نہیں لے سکتا تھا۔اس لئے وہ اتنے سالوں سے انہیں اپنی نفرت کا احساس دلا رہا تھا۔

**************۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حال!

آج سالم نے اپنا سب کچھ اپنا ماضی اپنے دل کا حال سِلاح کے سامنے کھول کے رکھ دیا تھا۔

سِلاح کے لئے اس کے ماضی کا درد اپنے دل میں دبانہ بہت مشکل ہو رہا تھا۔اس کا دل تکلیف سے پھٹ رہا تھا یہ سوچ سوچ کے یہ درد وہ سن کے برداشت نہیں کر پا رہی سالم نے کیسے یہ سب سہا ہو گا۔

اس نے سالم کو اپنی بانہوں میں بھر لیا تھا اور اس رات سالم نے بھی اپنے آنسوں کو روکا نہیں تھا۔اس رات دونوں نے اپنے ہر درد ہر تکلیف ایک دوسرے کو سونپ دی تھی۔اتنے سالوں سے پلتا ہوا زخم جو ناسور بن چکا تھا سالم نے اسے اپنے دل سے نکال دیا تھا اور اس کے اس زخم پر مرہم سِلاح نے رکھا تھا وہ بلکل پر سکون ہو چکا تھا۔

۔*************،

صبح تہجد کے وقت سِلاح کی آنکھ کھلی تھی۔جب اس نے اپنے پہلو میں دیکھا۔سالم وہاں پر نہیں تھا۔وہ آنکھیں مسلتی ہوئی اٹھی۔جب اس کی نظر سامنے تہجد کی نماز پڑھتے سالم پر گئی۔

وہ نماز پڑھتا اس قدر خوبصورت لگ رہا تھا آج اس کے چہرے پر الگ ہی سکون تھا جو اسے مزید پر کشش بنا رہا تھا کے سِلاح کی نظر ہی نہیں ہٹ رہی تھی۔وہ بیڈ پہ بیٹھی ہی اسے ٹکٹکی باندھے دیکھی جا رہی تھی۔

سالم سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے لگا تھا جب اسے اپنے اوپر نظروں کی تپش محسوس ہوئی اس نے آنکھ اٹھا کے دیکھا تھا جہاں سِلاح اسے دیکھنے میں محو تھی ۔اس کے مسلسل دیکھنے پر سالم کے ڈیمپل نمودار ہوئے تھے۔

اور سِلاح کی تو بس ہو گئی تھی جو پہلے ہی اس سے نظر نہیں ہٹا پا رہی تھی رہی سہی کسر ان جان لیوا ڈیمپلز نے پوری کر دی تھی۔

سالم نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا۔جب وہ کسی روبورٹ کی طرح اٹھ کے اس کی گود میں آ کر بیٹھ گئی۔چہرہ سالم کے چہرے کی طرف تھا۔اس کے چہرے کو اپنے نرم و گداز ہاتھوں میں تھام کے بولی "اگر کوئی مجھ سے پوچھے کے مرد کی خوبصورتی کیا ہے تو جانتے ہیں میں انہیں کیا جواب دوں گی؟

اس کا چہرہ سالم کے چہرے کے اتنا قریب تھا کے سالم اس کی نرم و گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا۔نیند سے جاگی ہوئی مخمور آنکھیں۔صاف شفاف سرخی مائل چہرہ،آدھے بندھے آدھے کھلے کالے بال جس کی کچھ لیٹیں اس کے چہرے اور بے داغ گردن کو چھو رہی تھیں۔اس کا یہ روپ سالم کو دیوانہ کر رہا تھا۔وہ اس کی نقوش میں کھویا ایک ہاتھ سے اس کے بال پیچھے کرتا ہوا بولا "کیا جواب دیں گی آپ؟

سِلاح نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور بولی "میں ان سے کہوں گی کے اگر کسی مرد کی خوبصورتی دیکھنی ہے تو اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو۔میں نہیں جانتی تھی کے ایک مرد نماز پڑھتے ہوئے اتنا خوبصورت لگتا ہے۔"سالم اس کی بات پر کھل کے مسکرایا تھا

۔اور پھر سالم کی گال پر نمودار ہوئے ڈیمپلز کو چھو کر معصومیت سے بولی "آپ جانتے ہیں آپ کے یہ ڈیمپل مجھے کتنا تنگ کرتے ہیں۔"

سالم کو اس کی ہر بات بہت مزہ دیتی تھی جب وہ بچوں کی طرح سالم سے سوال جواب کیا کرتی تھی۔وہ اپنی ہنسی روکتے ہوئے بولا "کتنا"

"اتنا کے کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کے یہ دیوانی بنا دیں گے مجھے۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی ۔جب اپنے دل میں مچلتی خواہش پر امین پڑھتی ہوئی اپنی زبان پر لے آئی۔"آپ سے ایک اجازت چاہیے؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اس کے اس طرح اجازت لینے پر حیران ہوتا ہوا بولا "کیسی اجازت۔"

جس پر وہ لاڈ سے بولی "بس آپ اجازت دیں پتا چل جائے گا آپ کو"

سِلاح کے انداز پر اس نے بنا کوئی سوال کیے سر کو خم دیتے ہوئے اجازت دے دی ۔جس پر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔کیوں کے سالم کی مسلسل دیکھتی نظریں اسے کنفیوز کر رہی تھی۔اور پھر جھک کر اس کے دونوں ڈیمپلز کو اپنے لبوں سے چھوا ۔اس کے لبوں کی نرماہٹ اپنے گال پر محسوس کر کے سالم کی مسکراہٹ مزید گہری

ہوئی تھی۔

جب وہ پیچھے ہٹی تو سالم نے اس کا ہاتھ اپنی آنکھوں سے ہٹایا اور اس کے چہرے کو دیکھنے لگا جہاں حیا کے رنگ پھیل گئے تھے۔

وہ بھی جھکا اور اس کے دونوں گال پر بوسہ دیا اور پھر شرارت سے اسے تنگ کرتا ہوا بولا "ویسے ایک بات تو بتائیں آپ۔آج تک میں نے جتنا سنا ہے وہ یہی ہے کے لڑکیاں اور خاص طور پر بیویاں یہی چاہتی ہیں کے ان کے شوہر ہی ان کی تعریف کرے ان کا سامنے اظہارے محبّت کریں وہ خود اپنی فیلنگز چھپا کے رکھتی لیکن میں نے پہلی بیوی دیکھی ہے جو اتنا کھل کے اپنی فیلنگز کا اظہار کرتی"

سِلاح جو اس کی جسارت پر سرخ ہو گئی تھی اس کے اس طرح بولنے پر مزید خود میں سیمٹ گئی۔سالم اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کو دیکھ کے محظوظ ہو رہا تھا۔جب دوبارہ بولا "بتائیں نہ جو میں پوچھا ہے۔"

اس کے دوبارہ پوچھنے پر وہ خود کو کمپوز کرتی ہوئی بولی "مجھے تو بہت عجیب لگتا ہے جب کوئی اپنی فیلنگز کا اظہار نہیں کرتا۔چاہے وہ شوہر ہے چاہے وہ بیوی ہے دونوں کو اپنی فیلنگز کا اظہار کرنا چاہیے۔"

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کے جس سے تم محبّت کرو ناں اللہ ّ کی رضا کے لئے تو اسے بتاؤ بھی' اور میاں بیوی کا رشتہ تو پھر سب سے الگ سب سے مظبوط اور پاک ہے۔اس میں تو بتانا ضروری ہے۔ ویسے تو محبّت اظہار کی محتاج نہیں ہوتی لیکن محبّت میں اظہار ضروری ہوتا ہے۔" سالم خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔"ایک اور بات بھی ہے لوگ یہ بات بھی کہتے ہیں کے مرد ہے تو کیا ہوا۔کیوں بھئی وہ مرد ہی تو کیا اس کی فیلنگز نہیں ہیں کیا۔کیا اس کا دل نہیں کرتا کے اسے بھی احساس دلایا جائے کے کوئی ہے جو اسے چاہتا ہے۔عورت چاہتی ہے کے مرد اسے سراہے اس کی تعریف کرے تو مرد بھی تو چاہتا ہے ناں۔شوہر تیار ہو

اچھا لگے تو عورت کو بھی چاہیے کے اس کی تعریف کرے۔جیسے وہ چاہتی ہے کے اس کی چھوٹی چھوٹی خوشی کا خیال رکھا جائے اسے بھی تو چاہیے نہ کے اس کی خوشی کا خیال رکھے۔مرد کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔لیکن ہر مرد ایک جیسا تو نہیں ہوتا ناں۔ہر مرد برا نہیں ہوتا۔مرد بہت خوبصورت چیز ہے۔لیکن ہم سب کو ایک ہی پلڑے میں ڈال کے تولتے ہیں۔ہمیں اسے بھی سمجھنا چاہیے اسے کی فیلنگز کا خیال رکھنا چاہیے۔"وہ اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہوئی تھی۔

سالم اس کی سوچ جان کے حیران رہ گیا تھا۔اس نے دل میں اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا اس کے رب نے اسے بہترین سے نواز دیا تھا۔اس نے آگے بڑھ کے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا جب فجر کی آذان کی صدا سنائی دی۔انہیں باتیں کرتے اتنا وقت گزر گیا تھا ۔سِلاح مسکراتی ہوئی اس کی گود سے اٹھی تاکہ فجر کی نماز ادا کر سکے۔وہ وضو کر کے آئی تو دونوں نے مل کے نماز ادا کی اور سالم نے دو نفل شکرانے کے بھی ادا کیے وہ اتنا بڑی نعمت ملنے پر کیسے ناں اپنے رب کا شکر ادا کرتا۔

*************۔

سالم آفس کے لیے چلا گیا تھا۔لیکن جانے سے پہلے سِلاح کو کہہ گیا تھا کہ آج رات وہ اسے ڈنر پر لے کر جائے گا۔اس کے جاتے ہی وہ ڈریس ڈیسائیڈ کرنے کے لیے وارڈروب کی طرف چل دی۔ لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کیا پہنے۔اس کا سالم کے ساتھ پہلا ڈنر تھا وہ اس ڈنر کو یادگار بنانا چاہتی تھی۔ جس دن سے وہ سالم کی زندگی میں آئی تھی وہ ایسے ہی سمپل سی ہی رہتی تھی۔ لیکن آج وہ دل وجان سے اپنے ہمسفر کے لئے تیار ہونا چاہتی تھی۔کافی دیر تک جب اسے کچھ سمجھ ناں آیا تو آ کے کھڑکی کے پاس کھڑی ہوگئی جب اس کی نظر لان میں بیٹھی ہیرا پر پڑی۔ہیرا کو دیکھ کے

Email: Neramag@gmail.com

وہ کھل کے مسکرائی جیسے اسے اس کی مشکل کا حل مل گیا ہو۔وہ ہیرا سے مشورہ لینے کی غرض سے نیچے اس کے پاس آئی۔اور ہیرا سے سلام لے کے اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئ اوراس کی طبیت کے بارے میں پوچھنے لگی۔جس پر ہیرا نے ہلکی سے مسکراہٹ سے جواب دیا"اب بہتر ہوں بھابی"

لیکن اس کے چہرے کا پھیکا پن سِلاح کو محسوس ہو رہا تھا۔وہ ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب تھی جو واضع طور پر اس کا چہرہ بیان کر رہا تھا۔جب سِلاح نے اپنی بات بعد میں کرنے کا سوچ کے پہلے اس سے اس کے دل کا حال جاننے کا سوچا کے اس نے کیا فیصلہ کیا ہے سِلاح تو جانتی تھی کے کل رات تیمور ہیرا سے ملا ہے اور کیا بات ہوئی ان کے درمیان وہ یہ تو نہیں جانتی تھی لیکن وہ بس ہیرا کا فیصلہ جاننا چاہتی تھی کے اس نے اپنی سوچ کا زاویہ بدلا کے نہیں۔اس نے اپنی بات کا آغاز کیا"کیا بات ہی ہیرا کون سی ایسی الجھن ہے جو سلجھ نہیں رہی۔بتائیں مجھے"

سِلاح کی بات سن کر ہیرا نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔اچانک ہی اس کی آنکھوں کے پپوٹے آنسوؤں سے بھر گئے تھے۔جب سے تیمور اس سے مل کر گیا تھا ۔وہ اس بارے میں سوچ سوچ کر تھک گئ تھی لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔وہ

تیمور کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن تیمور کے آخری الفاظ اور اس کی آواز کی نمی نے ہیرا کو الجھا کے رکھ دیا تھا کہ وہ انکار کر کے کچھ غلط تو نہیں کرنے جا رہی۔ وہ اب پچھتاؤں کا مزید بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ تبھی وہ سِلاح کے سامنے اپنے اندر کا غبار نکلنے لگی۔ کافی دیر رونے کے بعد وہ سنبھلی اور سِلاح کو تیمور کے آنے سے لے کر اب تک کی ذہنی اذیت سب بتا دی۔ جس پر سِلاح نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور پھر پیار سے بولی "کیوں خود کو اتنا تھکا رہی ہیں آپ۔ جس چیز نے آپ کو اتنا پریشان کر دیا ہے وہ چیز میں نے بھی تیمور بھائی کی آنکھیں میں دیکھی تھی۔ اور سچ مانیں تو مجھے اس لمحے آپ کی قسمت پر رشک آیا تھا۔ اور ایک بات کہوں نصیحت ہے میری یہ اس پر عمل ضرور کریے گا۔" ہیرا جو خاموشی سے اس کی بات سن رہی تھی اس کے کہنے پر اثبات میں سر ہلایا "ہم ہمیشہ کسی ایسے انسان کو حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں جسے ہم چاہتے ہیں۔ جب کہ انسان کو کسی ایسے کا انتخاب کرنا چاہیے جو اسے چاہتا ہو۔ اگر زندگی میں کبھی بھی ایسا موڑ آئے کہ ایک طرف آپ کی چاہت ہے اور دوسری طرف آپ کسی کی چاہت ہیں۔ تو اس کی چاہت پر اپنی چاہت کو قربان کر دیجئے گا۔ بے شک وہی آپ کے لئے بہترین منزل ہے۔ کیوں کہ اگر آپ یکطرفہ

راستے پر چلتے رہے تو خسارے کے بھنور میں ایسا پھنسیں گے کہ جس کا ازالہ ممکن نہ ہو گا۔اور یکطرفہ محبّت کا جو خسارہ آپ نے اٹھایا ہے آپ سے بہتر کوئی بھی نہیں جان سکتا اس لئے اب بس چھوڑ دیں۔اپنے رب کے فیصلے پر راضی ہو جائیں۔ تیمور بھائی آپ کے لئے اللہ کی طرف سے دیا گیا انعام ہیں۔بس اب سب اپنے رب پر چھوڑ کے پر سکون ہو جائیں۔"

"لیکن میں "ابھی ہیرا کے الفاظ ادا بھی نہیں ہوئے تھے جب سِلاح نے اسے ٹوک دیا

"لیکن ویکن اگر مگر کچھ نہیں اب۔بس آپ مجھے بتاتے آپکو اپنے اللہ پر بھروسہ ہے نا؟"

سِلاح کی بات پر ہیرا نے فوراہاں میں سر ہلایا"جی سب سے زیادہ بھروسہ اسی ذات پر ہی تو ہے"

"تو پھر بس سب کچھ اپنے ذہن سے نکال دیں اس ذات پر بھروسہ رکھیں اور بس ہاں کر دیں کیونکہ اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور خود کو پر سکون کر لیں۔"

سِلاح کی باتوں نے واقع ہی اس کی الجھن دور کر دی تھی۔اور اس احساس نے کے اس کا رب اس کے لئے بہترین ہی کرے گا اس یقین نے اسے پر سکون کر دیا تھا۔اور

تیمور کا اس کی زندگی میں آنا ہی تو اس رب کا فیصلہ تھا ناں تو وہ کون ہوتی تھی کچھ کہنے والی۔اس بات سے اس کا سارا اسٹریس ختم ہو گیا تھا وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی تھی۔

جب سِلاح اسے مزید ریلیکس کرنے کے لئے اسے تنگ کرتی ہوئی بولی "بس ایک چیز آپ خود ڈیسائیڈ کر لیں کے شادی کا دن کیا رکھنا ہے افففففف میں تو بہت excited ہوں اپنی پیاری سی دوست کی شادی کے لئے "سِلاح پر جوش انداز میں بولی۔اس کی اس طرح بچوں کی طرح خوش ہونے پر ہیرا ابھی مسکرائی تھی۔اور ہیرا کو مسکراتا دیکھ سِلاح کو اطمینان ہوا تھا۔

جب اپنا مسئلہ یاد آنے پر فوراً بولی "افففف میں تو اپنا مسئلہ بھول ہی گئی۔آپ میرے ساتھ اوپر آئیں اور میری مدد کریں۔"

"کیسی مدد "سِلاح کی بات پر ہیرا نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ آج مجھے حمد کے ساتھ ڈنر پر جانا ہے۔تو مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کونسا ڈریس پہنوں۔اس لئے آپ میرے ساتھ آئیں اور ڈریس سلیکٹ کرنے میں میری مدد کریں۔"وہ معصومیت سے بولی ۔

اس کے منہ سے حمد سن کر ہیرا کو تھوڑا عجیب لگا تھا کیونکہ سب اسے سالم ہی بلاتے تھے جب اس نے مسکراتے ہوئے سِلاح سے پوچھا "بھابی آپ بھائی کو حمد کہہ کے بلاتی ہیں"

سِلاح سمجھ گئی تھی کہ ہیرا یہ سوال کیوں کر رہی ہے۔جب وہ بھی مسکراتی ہوئی بولی "جی میں ان کو تینوں ناموں سے بلاتی ہوں۔ کبھی حمد، کبھی سالم،اور کبھی شاہ کہہ کر کیوں کہ مجھے ان کے تینوں نام ہی بہت پسند ہیں۔لیکن ابھی یہ سب باتیں چھوڑیں۔پہلے میری مشکل حل کریں" وہ ہیرا کا ہاتھ کھینچ کر اپنے ساتھ اوپر لے گئی اور ہیرا بھی مسکراتی ہوئی اس کے ساتھ چل دی۔

_************

مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ مغرب کی نماز پڑھتے ہی سِلاح نے تیار ہونا شروع کر دیا تھا ۔تقریباً ایک گھنٹے کی مشقت کے بعد وہ اب آئینے کے سامنے کھڑی اپنی فائنل لک دیکھ رہی تھی۔

نیوی بلو کلر کی لمبی قمیض اور نیچے بلو کلر کا ہی کیپری،اسی کلر کی اونچی ہیل پاؤں میں پہنے اور اوپر سیم کلر کا حجاب لیے،کندھے پر اسی کلر کا نیٹ کا دوپٹہ ٹکائے۔اور ہلکے سے

میک اپ میں بھی وہ انتہا کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔اور سفید کلائیوں پر نیوی بلو کلر کی ہی چوڑیاں پہن رکھی تھی۔اس کی سفید دودھیار نگت پر نیوی بلو کلر بہت اٹھ رہا تھا۔

اس نے ہیرا کی مدد سے ایک نیوی بلو کلر کا ڈریس سلیکٹ کیا تھا۔کیونکہ ہیرا نے اسے بتایا تھا کہ نیوی بلو کلر سالم کا فیورٹ کلر ہے۔

اپنی لک کو آخری ٹچ دے کر وہ صبیحہ بیگم کے کمرے کی طرف آئی تھی تاکہ انہیں اپنی جانے کا بتا سکے۔

صبیحہ بیگم سِلاح کو آج معمول سے تھوڑا ہٹ کے تیار دیکھ کر حیران ہوئی تھی وہ اس کی تعریف کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہ لگ ہی اتنا پیاری رہی تھی لیکن وہ خاموش ہی رہی ۔کیونکہ وہ اب بلکل خاموش ہو گئی تھیں اگر کوئی بلاتا تو بول لیتی تھوڑا بہت ورنہ خود کوئی بات نہیں کرتی تھیں۔

وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی جب سِلاح ان کے پاؤں کی طرف آ کے بیٹھ گئی اور خود ہی ان سے باتیں کرنے لگی اور پھر آخر میں ان سے بولی "آنٹی میں آپ کو بتانے آئی تھی کے میں آج سالم کے ساتھ باہر جا رہی ہوں آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو نرس بھی

آپ کے ساتھ ہو گی اور میں نگینہ کو بھی یہی روکنے کا بول دوں گی اور اگر کوئی بھی مسئلہ ہو کال کر دیجیے گا"

سِلاح کی اتنا فکر پر ان کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔ان کے ایکسیڈنٹ کے بعد آج انہوں نے خود کسی سے بات کی تھی "میری اتنی فکر نا کیا کرو تم لوگ میں اس کے لائق نہیں ہوں"

صبیحہ بیگم کی بات پر وہ بہت نرم لہجے میں بولی "کیوں آنٹی آپ ایسی بات کیوں کر رہی ہیں"

سِلاح کے پوچھنے پر صبیحہ بیگم کے رونے میں روانی آ گئی تھی۔سِلاح نے بھی انہیں رونے دیا تھا تا کہ وہ اپنے اندر کا غبار نکال لیں۔وہ روتی ہوئی ہی بولی "تم نہیں جانتی کے میں اس گھر والوں کا کتنا نقصان کر چکی ہوں۔اگر تم جان جاؤ گی تو نفرت کرو گی مجھ سے اور ویسے بھی میں نفرت کی ہی لائق ہوں۔"

"میں سب جانتی ہوں آنٹی اور مجھے آپ سے نفرت نہیں ہوئی" سِلاح نے سچ بولا تھا کیونکہ واقعی ہی اس کے دل میں ان کے لئے کوئی میل نہیں آئی تھی کیونکہ سِلاح ان لوگوں میں سے نہیں تھی جو وقت گزر جانے کے بعد بھی ان کے عیب سامنے رکھ کے

ان سے نفرت کرے۔جو ہو چکا تھا وہ گزر گیا تھا۔وہ آج میں جینے والی تھی آج کیا تھا وہ یہ دیکھ رہی تھی۔انسان برا نہیں ہوتا حالات اس سے برا کرواجاتے ہیں ایسے ہی صبیحہ بیگم کی کم عمری، غربت، کچی سوچ ان سے سب کچھ کروا گئی تھی صبیحہ بیگم بیگم ان لوگوں میں سے تھی جو شعور سے کام نہیں لیتے انہوں نے بھی وہی کیا جو انہی سہی لگا ۔اور جو کر چکی تھی ان کے رب نے بہترین بدلہ آج چکا دیا تھا تو پھر انسان کون ہوتا ہے اس سے نفرت کرنے والا ان سے بدلہ لینے والا۔آج وہ جس معذوری کی حالت میں تھی وہ قابل رحم تھی۔

سِلاح کی بات سن کر صبیحہ بیگم نے حیرانی سے اپنا آنسوں سے بھیگا چہرہ اٹھایا۔اور قرب سے بولی "کیوں نفرت نہیں ہوئی تمھیں مجھ سے"

سِلاح کو ان کی اجڑی ہوئی حالت دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا۔آنکھوں کے نیچے سیاہ ہلکے ،چہرے پر بڑھاپے کے آثار واضع ہونے لگے تھے۔سِلاح کو ان کی حالت قابل رحم لگی تھی کیونکہ ابھی کچھ دن پہلے ہی کی بات تھی یہی صبیحہ بیگم اتنی مینٹین اتنی خوبصورت اور ینگ لگتی تھی کوئی مان ہی نہیں سکتا تھا کے یہ بیڈ پر لیٹی عورت وہی ہے۔ صحیح کہتے ہیں ہر عروج کو زوال ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com

"اور مجھے کیوں نفرت ہونی چاہیے آپ سے" ان کے سوال پر سِلاح نے الٹا سوال کر دیا تھا۔

"کیوں کے" ان کے الفاظ ان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے جب سِلاح نے ان کی مشکل آسان کرتے خود ہی جواب دے دیا" میں ماضی میں جینے والی لڑکی نہیں ہوں۔ماضی میں جو کچھ ہو چکا تھا وہ گزر گیا۔میں آج کو دیکھ رہی ہوں۔اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ نے غلط کیا تو اس کی سزا آپ کو آج مل چکی ہے۔اب جو وقت گزر گیا ہے وہ گزر گیا ہے ہم اسے واپس نہیں لا سکتے۔لیکن ہم اپنی کی گئی غلطیوں کا ازالہ ضرور کر سکتے ہیں۔ہم ماضی کے پچھتاؤں میں اس قدر خود کو گم کر لیتے ہیں کہ ہم اپنے آج کو بھی پچھتاؤ کی زد میں دے دیتے ہیں۔لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنے پچھتاؤں کو آپ کا آج برباد مت کرنے دیں۔"

اتنے دنوں سے صبیحہ بیگم کے اندر جو سوچوں کی جنگ چل رہی تھی سِلاح نے ان کی تمام سوچوں کا جواب دے دیا تھا۔ان کی آنا تو اسی دن ختم ہو گئی تھی جس دن وہ معذور ہوئی تھی۔وہ سالم سے اسی دن معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن پچھتاوے اتنے تھے کہ وہ ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔لیکن آج انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کے وہ اپنی آج کو ماضی کی

زد میں نہیں دیں گی۔ان کے رب نے انہیں نئی زندگی دے کر انہیں اپنی غلطیوں کو سدھارنے کا ایک موقع دیا تھا۔وہ اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔انہوں نے سِلاح کو اپنے پاس بلایا اس کے ہاتھ تھامے اور روتے ہوئے بولی "میں سالم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔اس کے ساتھ میں نے سب سے زیادہ غلط کیا۔اگر وہ مجھے معاف کر دے گا تو میرا رب مجھے معاف کر دے گا۔جس دن سے میں گھر آئی ہوں وہ میرے پاس نہیں آیا میں آٹھ کی تو نہیں جا سکتی اس کے پاس لیکن تم اسے میرے پاس بھیجنا میں اس سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔"

ان کی آواز کے پیچھے چھپے درد نے سِلاح کی بھی آنکھ نم کر دی تھی "بھیجوں گی نہ تم اسے میرے پاس؟" انہوں نے حسرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔کیوں کہ ان کے دل میں ڈر تھا کہ شاید سالم ان سے ملنے نہیں آئے گا۔

ان کی آنکھوں میں التجا اور حسرت دیکھ کر سِلاح نے فورا مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

سالم جو آفس سے گھر واپس آ چکا تھا۔وہ آج بہت خوش آفس سے گھر کی طرف آیا تھا کیوں کے آج پہلی بار وہ سِلاح کے ساتھ کہیں باہر جا رہا تھا۔اس کی روز کی عادت بن

گئی تھی کہ وہ آفس سے آنے کے بعد اپنے کمرے میں جانے سے پہلے ایک بار باہر سے ہی صبیحہ بیگم کو دیکھ کر جاتا تھا۔آج بھی وہ اپنے معمول کے مطابق ان کے کمرے کی طرف آیا لیکن کمرے کا دروازہ بند تھا اور کمرے سے آتی آوازوں نے اس کے قدم وہیں روک دیے تھے۔وہ ان کی ساری باتیں سن چکا تھا۔جتنا خوش وہ آج آیا تھا اس کی ساری خوشی ختم ہو چکی تھی وہ انہیں قدموں پر مڑا اور باہر آگیا تھوڑی دیر باہر لان میں بیٹھ کر اس نے خود کو ریلیکس کیا اور پھر ایک ملازم کو اندر سِلاح کو بلانے کے لیے بھیجا۔اس کا دل کیا کہ وہ کہیں بھی جانے کا پلان کینسل کر دے لیکن وہ سِلاح کے ساتھ کی جانے والی کمیٹمنٹ کو توڑ نہیں سکتا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ملازم نے آ کر جب سِلاح کو سالم کے آنے کا بتایا تو وہ صبیحہ بیگم کو خدا حافظ کہہ کر باہر چلی آئی۔جہاں سالم گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے مسکراتا ہوا اسے آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

سِلاح بھی مسکراتی ہوئی اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی جب سالم نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا "آج تو آپ ہتھیاروں سے پورا لیس ہو کے آئی ہیں لگتا ہے اپنے شوہر کی جان لینے کا پورا پورا ارادہ ہے "

سِلاح نے اس کے سینے سے اپنا سر اٹھایا اور مسکراتی ہوئی بولی "جی بالکل"

سِلاح کے جواب پر سالم دل و جان سے مسکرایا تھا۔ سِلاح کو دیکھتے ہی سالم کا سارا سٹریس ختم ہو گیا تھا جو تھوڑی دیر پہلے وہ محسوس کر رہا تھا۔

وہ دونوں اپنی زندگی کے پہلے یادگار لمحات سے لطف اندوز ہونے کے لئے نکل پڑے تھے۔

************۔

ان کے لیے یہ ڈنر بہت ہی یادگار رہا تھا۔ بہت سی خوبصورت یادیں سمیٹ کر وہ گھر کی طرف واپس آرہے تھے۔ جب راستے میں کھڑی ایک عورت نظر آئی جو لفٹ مانگ رہی تھی۔ جب سالم اپنی گاڑی لے کر اس کے پاس سے گزرنے لگا تو اس نے ان سے لفٹ مانگی تو سالم نے گاڑی روک دی۔ اور فوراً گاڑی سے اتر کر اس کے پاس گیا اور اس کا مسئلہ پوچھنے لگا۔ سِلاح کو وہ عورت بہت عجیب اور بری لگی تھی۔ اس نے نازیبا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ نیم برہنا بازو اور کھلے گلے میں سِلاح کو وہ بلکل بھی اچھی نہیں لگی تھی۔

لیکن وہ سالم کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی کہ وہ اتنی عزت سے اس کے ساتھ بات کر رہا تھا اور بات کرتے وقت بھی سالم نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

سالم کی اس سے بات کرنے سے پتہ چلا تھا کہ ایک کال گرل ہے۔ وہ آج بھی اپنے کسی خریدار کے پاس سے واپس آ رہی تھی جو اسے بیچ راستے میں ہی اتار کر خود چلا گیا اور وہ اب رات کے اس وقت لوگوں سے لفٹ مانگ رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سالم نے اسے عزت کے ساتھ گاڑی میں بٹھایا اور خود فرنٹ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا ۔اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔ سِلاح اس پورا وقت خاموش رہی تھی اس نے سالم سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔اس عورت کو اس کے ٹھکانے پر چھوڑ کر جب واپس آ رہے تھے تو سِلاح نے اپنے ذہن میں آنے والا سوال سالم سے پوچھ ہی لیا"آپ اس عورت کو اتنی عزت دے رہے تھے اتنے احترام سے اس کے ساتھ بات کر رہے تھے جب کہ جتنا میں جانتی ہوں ایسی عورتوں کو ہمارے معاشرے میں کوئی بھی مرد عزت نہیں دیتا ۔آپ کی آنکھوں میں اس کے لئے اتنا احترام دیکھ کر میں حیران رہ گئی ہو"

سِلاح کی بات پر سالم ہلکا سا مسکرایا اور پھر بولا "میری نظر میں یہ بات اہمیت نہیں رکھتی کوئی اچھا ہے یا کوئی برا۔ میں صرف یہ جانتا ہو کہ وہ ایک عورت ہے اور میں نے اس کی عزت کرنی ہے۔" اسٹیرنگ سے ایک ہاتھ ہٹا کر سِلاح کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولا "آپ جانتی ہیں میری ماما نے شروع سے مجھے عورت کی عزت کرنا سکھایا ہے۔اپنی ماں کے چلے جانے کے بعد جو کچھ میرے ساتھ ہوا میں سب کچھ بھول گیا میں اپنا مقصد حیات بھول گیا میں اللہ کے راستے کو بھول گیا میں اچھائی برائی میں فرق بھول گیا لیکن ایک چیز ہے جو میں نہیں بھولا تھا وہ یہ تھی کہ میں عورت کی عزت کرنا نہیں بھولا۔" سِلاح خاموشی سے اسے سن رہی تھی "میری ماما کہا کرتی تھی کہ مرد کی مردانگی یہ نہیں ہے کہ عورت اس کی موجودگی میں خوف کھائے۔ بلکہ مرد کی اصل مردانگی یہ ہے کہ عورت اس کی موجودگی میں بے خوف ہو۔ عورت بہت ہی خوبصورت چیز ہے وہ عزت کے لائق ہے۔اور ایک مرد کو چاہیے کہ اس کی اس خوبصورتی اور عزت و وقار کو ہمیشہ قائم رکھے۔ اگر وہ بری ہے تو اپنے لئے بری ہے آپ کو کوئی حق نہیں کے اسے کی تذلیل کرے۔ آپ بس یہ جان لو کے وہ عورت ہے اور میں نے اس کی عزت کرنی ہے۔"

وہ جب جب اس پر اپنی سوچ آشکار کرتا تھا سِلاح کو اپنی قسمت پر رشک آتا تھا۔ آج بھی وہ دل میں ہزار بار اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی۔

اچانک ہی صبیحہ بیگم کا خیال ذھن میں آیا تو اس نے فوراً اس بات سے ہی صبیحہ بیگم کو جوڑ دیا۔ "مجھے آپ کی سوچ سن کر بہت اچھا لگا ہے کہ آپ کی سوچ اتنی مثبت ہے عورتوں کے بارے میں۔ آپ کا دل عورتوں کے بارے میں اتنا نرم ہے تو آپ کی اسی نرمی کی حقدار ایک اور انسان بھی ہے۔ جو گھر بیٹھی آپ کی معافی کا انتظار کر رہی ہیں"۔

وہ سِلاح کی بات کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ بات کا رخ صبیحہ بیگم کی طرف مڑتا ہوا دیکھ کر وہ ایک دم سنجیدہ ہوا "میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا"

سِلاح بنا اس کی سنجیدگی کی پرواہ کیے بولی "کب تک انا کا یہ خول اپنے اوپر چڑھا کر رکھے گے۔ کب تک ماضی میں رہ کر آپ اپنا آج برباد کرتے رہے گے۔ بڑوں جو غلطیاں کر دی وہ اپنا اپنا نقصان بھگت گئے۔ اب بس کر دیں۔ جو زندہ ہیں ان کو معافی دے کر آنے والے وقت کو بہتر بنائے۔ پلز ختم کر دیں نفرت اور انا کے اس کھیل کو۔ میں جانتی ہوں آپ کا دل بدل چکا ہے ان کے لئے۔ جب دل بدل لیا ہے تو زبان سے اعتراف

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

میں کیا حرج ہے "سالم نے سِلاح کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ سالم کے جواب نا دینے پر وہ بھی بلکل خاموش ہو گئی تھی لیکن دل میں سالم کو اس بات کے لئے منانے کا پکا ارادہ کر چکی تھی۔

وہ غصے میں تیز گاڑی دوہرانے لگا اور گھر آ کے وہ بنا کوئی بات کیے اسٹڈیز میں بند ہو گیا تھا۔

وہ بھی چینج کر کے نماز پڑھ کے لیٹ گئی تھی۔اور اپنے آج کے دن کے بارے میں سوچنے لگی صبح سے رات ڈنر تک سب کچھ کتنا یادگار تھا لیکن اس دن کا اختتام ایسا ہو گا اس نے نہیں سوچا تھا لیکن ایک نا ایک دن یہ بات تو ہونی تھی اس لئے وہ خود کو ریلیکس کرتی ہوئی سونے کی کوشش کرنے لگی لیکن نیند کہاں آنی تھی اسے سالم کے سینے پر سر رکھ کے سونے کی عادت ہو چکی تھی اس لئے آج رات اس کی بے آرامی ہی گزرنی تھی۔

*************۔

سالم بھی ساری رات سو نہیں سکا تھا۔ نفرت تو وہ واقعی ان سے اب نہیں کرتا تھا۔ لیکن وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو گیا تھا کیا وہ ان کو معاف کر سکتا ہے۔ کیا ان کو وہ مقام

دے سکتا ہے جو سِلاح اس سے کہہ رہی تھی۔کافی دیر سوچنے کے بعد جب اسے کوئی سرا ہاتھ نہ لگا تو اٹھا وضو کر کے نماز پڑھی اور قرآن پاک کھول کے بیٹھ گیا۔وہ ابھی قرآن پاک کے صفحے پلٹ کر دیکھ ہی رہا تھا جب اس کی نظر ایک آیت پر پڑی جہاں ہمارا رب ارشاد فرماتا ہے

"اِنۡ تُبۡدُوۡا خَيۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيۡرًا(۱۴۹)

ترجمہ: کنزالایمان

اگر تم کوئی بھلائی عَلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے

تفسیر: صراط الجنان

{اِنۡ تُبۡدُوۡا خَيۡرًا: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو۔} ارشاد فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام اِعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو یہ افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر ہر طرح سے قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر کرتا اور انہیں معاف فرماتا ہے۔لہٰذا تم بھی اپنے اوپر ظلم و ستم کرنے والوں کو معاف کر

دو اور لوگوں کی غلطیوں سے در گزر کرو۔"

اس آیت نے سالم کے دل میں ہلچل سی مچا دی تھی۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے کہ ہمارا رب ہماری ہر غلطی پر ہمیں معاف کر دیتے ہیں اور ہم ایک انسان کو اس کے معافی مانگنے پر بھی معاف نہیں کرتے۔

جب اس نے دوبارہ قرآن پاک کھولا تو سامنے ایک اور آیت موجود تھی۔جہاں ہمارا رب اور ارشاد فرماتا ہے

لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْاؕ-اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۲۲)(نور:۲۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور در گزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرمادے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت نے سالم کے اندر کی ہر بے قراری بے چینی کو ختم کر دیا تھا سے

اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے اس کا رب اس سے کلام کر رہا ہے۔جس بات کا فیصلہ وہ اتنی دیر سے نہیں کر پا رہا تھا اب اسے ایک لمحہ نہیں لگا تھا فیصلہ کرنے میں۔

صبح ہوتے ہی وہ آج جلد آفس جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ سِلاح سے وہ بلکل ویسے ہی مل کے گیا تھا جیسے روز ملتا تھا سِلاح نے بھی رات والی بات کا شوبہ نالا یا تھا اپنے چہرے پر وہ بھی اسے ویسے ہی ملی تھی۔

سالم کے جانے کے بعد سِلاح اپنے معمول کے مطابق مصروف ہو گئی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ جب وہ کچن میں نگینہ کے ساتھ لنچ تیار کر رہی تھی۔ تب سالم آفس سے آ گیا تھا اسے سالم کو جلد گھر دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ وہ کچن سے باہر آئی اور سالم سے ملی۔ اس نے سالم کے جلدی آنے کا پوچھا تو وہ کسی ضروری کام کا کہہ کر سیدھا صبیحہ بیگم کے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ سالم کو صبیحہ بیگم کے کمرے میں جاتا دیکھ دوبارہ کچن میں آ گئی تھی تاکہ اس کے لئے بھی لنچ میں اس کی پسند کا تیار کر لے۔

سالم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب صبیحہ بیگم کی آواز پر اندر داخل ہوا۔ تو وہ لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ کسی کی انجان آہٹ پر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ پہلی بار سالم کو اپنے کمرے میں ایسے آتا دیکھ حیران ہوئی تھی۔

وہ اپنے ہاتھوں کے سہارے بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ جب سالم چلتا ہوا ان کے بیڈ کے سامنے پڑے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور صبیحہ بیگم سے حال احوال پوچھنے لگا۔ صبیحہ

بیگم کو یقین نہیں آرہا تھا کے سامنے بیٹھا لڑکا وہی سالم ہے آج وہ اتنے نرم لہجے میں ان سے مخاطب تھا۔انہیں حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہو رہی تھی۔انہوں نے بھی نرم انداز میں جواب دیا۔

جب سالم نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل ان کی طرف بڑھائی۔صبیحہ بیگم نے فائل پکڑ کرنا سمجھی سے سالم کی طرف دیکھا اور پوچھا "یہ کیا ہے؟"

"یہ پراپرٹی کے ڈاکومنٹس ہیں۔میں نے یہ گھر اور بابا کی آدھی جائیداد آپ کے نام کردی ہے۔بابا اپنی زندگی میں آپ کو آپ کا حق نہیں دے سکے۔مجھے ایسے لگتا ہے کہ گھر عورت کا بنیادی حق ہوتا ہے۔اور میں نے یہ گھر آپ کے نام کر دیا ہے۔"اس کے لہجے میں کوئی طنز کوئی کڑواہٹ کچھ بھی نہیں تھا وہ بہت دل سے یہ بات کہہ رہا تھا۔

سالم کی بات سن کر صبیحہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ بھیگے لہجے میں بولی "سالم مجھے اب ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔وہ وقت گزر گیا ہے سالم۔اب میں اپنی ہر غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔اب میں صرف یہ چاہتی ہوں کے تم دونوں مجھے ماں کے روپ میں قبول کرلو۔میں سگی نا سہی لیکن ہوں تو تم دونوں کی ماں۔پلز مجھے معاف کردو" انہوں نے اپنے ہاتھ سالم کے سامنے جوڑ لئے۔جیسے سالم نے فورا

آگے بڑھ کر تھام لیا اس کی بھی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔

"میرے نزدیک زندگی گزارنے کے لئے سب سے زیادہ اہم پیار ہے رشتے ہیں۔اور مجھے سِلاح کی صورت میں ایک بہترین اور خوبصورت رشتہ مل گیا ہے۔سچ کہوں تو مجھے لگتا ہے کے ایک امیر ترین انسان ہوں میں۔مجھے بابا کی اس جائیداد میں کبھی بھی کو دلچسپی نہیں تھی اور ناں ہے۔یہ آپ کی ہے میری ڈاکٹر سے بھی بات ہو گئی ہے۔بہت جلد آپ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے گی۔آپ اپنا حق خود سمبھالیں گی۔" پھر تھوڑے وقفے کے لئے خاموش ہوا اور پھر بولنے لگا اس کی آواز میں نمی اور درد دونوں شامل تھے "ابھی آپ نے کہا کے آپ ماں ہیں تو ماں معافی مانگتی اچھی نہیں لگتی ماں کا مقام تو اولاد کو معاف کرنا ہے۔میں آپ سے معافی مانگتا ہوں اگر جانے انجانے میں میں نے آپ سے بدتمیزی کی ہو تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔" سالم نے اپنے ہاتھ ان کے سامنے جوڑنے لگا جب صبیحہ بیگم نے اس کے ہاتھ تھام لئے اور روتے ہوئے اپنا سر نفی میں ہلایا۔اور سالم نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور بولا "کیا میں آپ کو آج سے ماما بولا سکتا ہوں"

سالم کی بات سن کے صبیحہ بیگم کو اپنے کانوں پر یقین نا آیا۔ان کے اندر خوشی کی ایک لہر

دوڑ گئی۔جب وہ دوبارہ بولی "پھر بولو کیا کہا ہے"

سالم کے رونے میں بھی روانی آگئی تھی وہ روندھی ہوئی آواز میں دوبارہ بولا "کیا میں آپ کو ماما بلا سکتا ہوں"

صبیحہ بیگم نے آنکھیں بند کر کے اس کی ان الفاظ کو اپنے روح پہ محسوس کیا تھا۔وہ اتنے سال اپنی جھوٹی اور کھوکھلی انا کے پیچھے ممتا کے اس احساس کو محسوس نہیں کر پائی تھی ۔

آنکھیں کھول کے انہوں نے سالم کے چہرے کو دیکھا آج اس کے چہرے میں انہیں اپنی اولاد ہونے کی جھلک محسوس ہو رہی تھی۔انہوں نے اسے اپنے گلے لگایا اور بولی " ہاں میرے بیٹے تم مجھے ماں کہ سکتے ہو"

سالم بھی اتنے سالوں بعد ممتا کا احساس پا کے دل کھول کے رویا تھا۔

سِلاح جو صبیحہ بیگم اور سالم کو لنچ کا پوچھنے آئی تھی انہیں ایک دوسرے کے گلے لگے روتا دیکھ واپس چلی گئی تھی۔ماں بیٹے کے درمیان سب کچھ ٹھیک ہوتا دیکھ سِلاح کا دل پر سکون اور خوش ہو گیا تھا۔

*************۔

ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا شاہ ولا کے روٹھے رشتے پھر سے مل گئے تھے۔ان کی روٹھی خوشیاں لوٹ آئی تھی۔۱۸ سال لگ گئے تھے ان خوشیوں کو لوٹنے میں۔

صبیحہ بیگم نے ہیرا سے بھی معافی مانگ لی تھی۔اس نے بھی کھلے دل سے سب کچھ بھلا کے انہیں قبول کر لیا تھا۔

آج اتوار کا دن تھا سب گھر پر ہی موجود تھے۔صبح ۱۱ بجے کا وقت تھا سب ناشتہ کے بعد لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔اب صبیحہ بیگم بھی باہر ہی آنے لگی تھی سب کے ساتھ وقت گزارتی تھی ابھی بھی وہ بھی ان کے ساتھ ہی لان میں بیٹھی ہوئی تھی۔جبکہ ہیرا کسی کام سے اندر گئی تھی۔تبھی تیمور وہاں آیا جیسے صبیحہ بیگم نے بلایا تھا۔کیوں کہ سِلاح نے سالم اور صبیحہ بیگم کو ساری بات بتادی تھی اور یہ بھی بتادیا تھا کہ ہیرا نے ہاں کر دی ہے۔جبھی صبیحہ بیگم کے کہنے پر انہوں نے تیمور کو آج بلایا تھا اس کے بارے میں ہیرا بالکل بھی نہیں جانتی تھی۔تیمور سب کو سلام کر کے ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔وہ خود بھی حیران تھا کہ آج اتنی صبح انھوں نے اسے کیوں بولایا

ہے۔کیوں کہ ہیرا سے ملنے کے بعد تیمور نے کسی سے کوئی کنٹیکٹ نہیں کیا تھا۔وہ ہیرا کو پریشرائیز نہیں کرنا چاہتا تھاوہ چاہتا تھا کہ ہیرا خود اپنی زندگی کا فیصلہ کرے۔کتنے دن گزر جانے کے بعد اسے لگا تھا کہ ہیرا کی طرف سے کوئی جواب نہیں آئے گا وہ اپنی ہر ایک امید توڑ چکا تھا۔ابھی بھی اس کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔جیسے کسی ہارے ہوئے انسان کا ہو۔سِلاح کو اس کی حالت دیکھ کر ترس آیا تھا۔وہ چاہتی تو اسے پہلے بھی بتا سکتی تھی لیکن وہ پہلے صبیحہ بیگم اور سالم سے بات کر لینا چاہتی تھی۔ان دونوں سے بات کرتے ہی انہوں نے تیمور کو بلا لیا تھا۔

ہیرا جوان کے پاس باہر لان میں آرہی تھی تیمور کو سامنے بیٹھا دیکھ کر وہی رک گئی۔وہ اپنے کمرے میں واپس جانے لگی تھی جب باہر سے آتی آوازوں نے اس کے قدم ہی روک دیے۔ہیرا اور ان کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا ہیرا کو ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھی۔

اسے صبیحہ بیگم کی سنجیدہ آواز سنائی دی جو تیمور سے کہہ رہی تھی "بیٹا ہم ہیرا کی شادی کر رہے ہیں اس نے اپنی مرضی سے ایک رشتے کے ہاں بول دی ہے۔"ہیرا واپس مڑی اور دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہو کر باہر دیکھنے لگی سب کے چہرے کے

تاثرات بہت سنجیدہ تھے۔"میں نے آپ کو یہاں اس لئے بلایا ہے کیونکہ سب سے پہلے رشتے کی پیشکش آپ نے کی تھی لیکن ہیرا نے اپنی مرضی سے ایک رشتہ کے لیے ہاں بول دی ہے۔ہم اسے مجبور نہیں کر سکتے اس کا جو فیصلہ ہے وہی ہمارا فیصلہ ہے " تیمور کی جو مبہم سی امید تھی وہ بھی ٹوٹ گئی تھی۔اسے ایسے لگ رہا تھا کہ وہ سانس نہیں لے پائے گا۔اس کا دل ایک بار پھر بری طرح ٹوٹا تھا کہ اس کے دل ٹوٹنے کی گونج اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ایک بار پھر ہیرا نے اس کے پیار کو ٹھکرا کر کسی اور کو اس پر ترجیح دے دی تھی۔اس کے لیے وہاں بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔لیکن وہ اس طرح وہاں سے اٹھ نہیں اٹھ سکتا تھا اس لئے خود پر قابو پاتے ہوئے وہی خاموش بیٹھا رہا۔اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ چیخیں مار مار کے روئے لیکن اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر ضبط کیے وہ صبر کی انتہا پر تھا۔

جب کہ دور کھڑی ہیرا ان تینوں کی آنکھوں میں جھلکتی شرارت کو دیکھ چکی تھی۔وہ بھی مزے سے وہاں کھڑے ہو کر سامنے چلتا ڈرامہ دیکھنے لگی۔

وہ اسے سب کچھ بتاتے جا رہے تھے لیکن وہ بالکل خاموش تھا اس کا دکھ اتنا بڑا تھا کہ اس کے پاس بولنے کے لئے کچھ بھی نہیں بچا تھا۔تیمور کی حالت دیکھ کر انہیں مزا بھی

آرہا تھا اور اس پر ترس بھی آرہا تھا۔

جب سِلاح نے اسے مخاطب کیا اور بولی "تیمور بھائی آپ پوچھیں گے نہیں کہ کس کے ساتھ ہیرا نے شادی کے لیے ہاں کی ہے۔" اگر وہ اس وقت اپنے حواس میں ہوتا تو ضرور ان کے چہروں پر جھلکتی شرارت کو محسوس کر لیتا لیکن وہ تو بس اپنے ہی دکھ میں اس قدر مگن ہو گیا تھا کہ اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا جب سِلاح کے مخاطب کرنے پر بولا "نہیں مجھے کچھ نہیں جاننا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہیرا نے جس کے لیے بھی ہاں کی ہو گی وہ مجھ سے بہت بہترین ہو گا" اس کے چہرے کا درد اور اداسی محسوس کر کے ان تینوں کو اس پر ترس آ گیا تھا جب انہوں نے اسے سچ بتانے کا سوچا۔

سِلاح شرارت سے بولی" آپ نہیں جاننا چاہتے لیکن میں پھر بھی آپ کو بتاؤں گی کہ وہ خوش قسمت انسان کون ہے۔اس کا نام ہے" تیمور بالکل خاموش تھا"اس کا نام ہے تیمور وہاب خان"

نام سن کر بھی تیمور نے بس ہمم میں جواب دیا لیکن جب نام پر غور کیا تو حیرانی سے سر اٹھا کر تینوں کے منہ دیکھنے لگا اس کا کھلا ہوا منہ دیکھ کر تینوں کی ہنسی چھوٹ گئی تھی

۔یہاں تک کہ دروازے کے پیچھے کھڑی ہیرا کے لئے بھی اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو گیا تھا۔وہ بھی اتنے عرصے بعد آج کھل کھلا کر ہنسی تھی۔

جبکہ تیمور کا چہرہ بالکل فق ہو گیا تھا وہ بت بنا بِنا آنکھیں جھپکے بس انہیں دیکھی جا رہا تھا ۔اسے ابھی تک اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اپنا نام سنا ہے۔تھوڑا ہوش میں آنے پر وہ بے یقینی سے سِلاح سے پھر پوچھنے لگا"بھابھی آپ نے ابھی کس کا نام لیا ہے"

اب کی بار سِلاح کی بجائے سالم نے جواب دیا"ارے الو کے پٹھے تمہارا نام لیا ہے اب تو یقین کر لے"

سالم کے منہ سے اپنا نام سن کر وہ اس قدر پر جوش ہو گیا تھا کہ اس سے صحیح سے خوش بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔اور اس کی یہ حالت سب کو مزہ دے رہی تھی۔

ہیرا وہ ایسے ہی ہنستی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔اپنے کمرے میں آنے کے بعد بھی وہ کافی ہنسنے کے بعد جب خاموش ہوئی۔تو شیشے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی اور اپنا عکس اس میں دیکھنے لگی۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہنسنے والی ہیرا ایک دم خاموش ہو گئی تھی۔وہ اپنے عکس کو دیکھتی ہوئی اپنے دل میں جھانک رہی تھی لیکن اس کا دل بالکل

خاموش تھا وہاں کوئی جذبہ نہیں رہا تھا نہ ہی اسے کوئی خوشی محسوس ہو رہی تھی اور نہ ہی غم۔اور نہ ہی اسے بے چینی تھی ہاں یہ تھا کہ وہ پر سکون تھی۔اور یہی بات اس کے لیے سب سے زیادہ اہم تھی کہ اس کا دل پر سکون ہو گیا تھا۔

دوسری طرف جب تیمور تھوڑا سبھلا تو وہ چاروں اب بیٹھ کر نکاح کا دن بھی ڈیسائیڈ کرنے لگے تھے۔ تیمور تو جلد ہی اسی ہفتے کوئی دن ڈیسائیڈ کرنے کا کہہ رہا تھا لیکن سِلاح کے کہنے پر کہ اتنی زیادہ تیاریاں کرنی ہے۔تو پھر اگلے ہفتے جمعہ کا دن ڈیسائیڈ ہوا تھا جس پر سب ہی راضی ہو گئے تھے۔

وہ بھی باتوں میں مصروف تھے جب سالم درمیان بولا "میں بھی آپ سب سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں"

سالم کی بات پر وہ تینوں خاموش ہو گئے اور اس کی بات سننے لگے "میں چاہتا ہوں کہ ہیرا اور تیمور کے نکاح کے ساتھ میرا اور سِلاح کا بھی دوبارہ نکاح ہو۔پہلے جو نکاح ہوا تھا اس وقت میں اس نکاح کو محسوس نہیں کر پایا تھا لیکن اب میں پورے ہوش و حواس میں اس کو محسوس کرنا چاہتا ہوں اس خوشی کو اپنی خوش قسمتی کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔"سالم کی بات سب کو بہت زیادہ پسند آئی تھی۔ صبیحہ بیگم تو بہت خوش

ہوئی تھی کیونکہ وہ اب اپنے بیٹے کی شادی پر اپنے سارے ارمان پورے کر سکتی تھی ۔اور سِلاح کی تو مانو جیسے دلی خواہش پوری ہو گئی تھی۔اس کی بھی یہی خواہش تھی لیکن اس نے سالم کے سامنے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔لیکن وہ تھا نا بنا کچھ کہے اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے والا 😍 ۔

**********۔

زور و شور سے شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھی۔ابھی شادی میں ایک ہفتہ باقی تھا لیکن شاہ ولا میں ایسا ہنگامہ برپا تھا جیسے شادی ابھی سے شروع ہو گئی ہے۔صبیحہ بیگم ہر کام میں بڑھ چڑھ کے حصہ لے رہی تھی۔وہ اپنی ہر محرومی بھول گئی تھی۔اگر اللہ تعالی نے ان سے ان کی ایک نعمت چھینی تھی تو اس کے بدلے میں انہیں دنیا کی بہترین نعمت اولاد سے نواز دیا تھا۔جب کہ انہیں اپنی یہ محرومی ایک رحمت لگنے لگی تھی کیونکہ اگر ان کے ساتھ ایسا کچھ نہ ہوتا تو وہ ان لمحوں کو کبھی جی نا پاتی۔وہ تو اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے نہیں تھک رہی تھیں۔

آج بھی وہ گھر میں سب ملازمین کو اکٹھا کئے کوئی نہ کوئی کام سونپ رہی تھی۔اور آج سِلاح زبردستی ہیرا کو اپنے ساتھ شاپنگ پر لے گئی تھی۔کیونکہ آج اس کا برائیڈل

ڈریس خریدنا تھا اور سِلاح چاہتی تھی کہ ہیرا اپنی مرضی سے اپنا شادی کا جوڑا لے۔

سِلاح نے تیمور کو بھی شاپنگ پر بلا لیا تھا کیوں کہ وہ کتنے دنوں سے سِلاح سے کہہ رہا تھا کہ وہ ولیمے کا ڈریس ہیرا کے ساتھ ہی پسند کرنا چاہتا ہے۔ہیرا جو بالکل بھی جانے کے لیے نہیں مان رہی تھی آخر کار آج مان ہی گئی تھی تو سِلاح نے اس کو موقع غنیمت جانتے ہوئے تیمور کو بھی بلوالیا۔

وہ جب شاپنگ مال پہنچی تو تیمور سامنے کھڑا نظر آگیا۔وہ پہلے ہی شاپنگ مال پہنچا ان کا انتظار کر رہا تھا۔تیمور کو سامنے دیکھ کر ہیرا کو جھٹکا لگا تھا۔کیونکہ وہ ابھی تیمور کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ سِلاح سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس نے اسے تیمور کے آنے کا کیوں نہیں بتایا لیکن وہ تیمور کے سامنے کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتی تھی اس لئے خاموش ہی رہی۔سِلاح بھی جانتی تھیں کہ ہیرا تیمور کے سامنے کچھ نہیں بولے گی اس لئے وہ بالکل پر سکون تھی۔

تیمور بھی ہیرا کو ریلیکس فیل کروانا چاہتا تھا اس لیے اس نے پوری شاپنگ کے دوران کوئی بھی ایسی بات نہیں کی تھی۔آج انہوں نے صرف ہیرا کی ہی شاپنگ کرنی تھی کیوں کہ سِلاح سالم کے ساتھ اپنی شاپنگ پہلے ہی پوری کر چکی تھی۔

شاپنگ کرتے کرتے انہیں پورا دن گزر گیا۔اور اب تک تھکاوٹ اور بھوک سے ان کا برا حال تھا جب وہ کچھ کھانے کی غرض سے کیفے کی طرف بڑھے۔اچانک ہی ہیرا کے دل میں درد اٹھا پہلے تو برداشت کر کے آہستہ آہستہ چلنے لگی لیکن جب پھر درد برداشت سے باہر ہوا تو

وہی پیلر کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔درد برداشت کرتے کرتے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اس کا رنگ بالکل زرد پڑ گیا۔تیمور اور ہیر اسِلاح کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے وہ ان کے ہاتھوں میں ہی جھول گئی۔سِلاح کو بے ہوش ہوتا دیکھ کر ان دونوں کے پاؤں پھول گئے تھے۔تیمور ہیرا کی مدد سے سِلاح کو لے کر ہاسپٹل پہنچا۔

****

سالم جواب آفیس سے فارغ ہو کر ان تینوں کو شاپنگ میں جوائن کرنے والا تھا ۔آفس سے نکلنے سے پہلے اس نے سِلاح کو کال کر کے ان کی لوکیشن پتہ کی تھی ابھی وہ آفس سے نکلا ہی تھا کہ اسے اپنے نمبر پر تیمور کی کال موصول ہوئی۔اس نے مسکراتے ہوئے تیمور کی کال اٹینڈ کی اور پر جوش لہجے میں بولا"ہاں بھائی دولہے راجہ شاپنگ

مکمل ہو گئی تمہاری۔میں بھی ابھی بس پہنچ ہی رہا" وہ بنا تیمور کی بات سنے اپنی ہی بولے جا رہا تھا جب اسے تیمور کی سنجیدہ آواز سنائی دی "سالم ہم اس وقت ہوسپٹل میں ہیں سِلاح بھابھی کے دل میں اچانک درد اٹھا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئیں تھی اور ہم انہیں لے کر ہوسپٹل آئے ہیں تم جلدی سے آجاؤ"

تیمور کی بات نے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین ہی نکال دی تھی۔اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان اس کے سر پر ٹوٹ پڑا ہو۔اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ تیمور اور کیا کہہ رہا ہے اس کا دماغ صرف دل کے درد پر ہی ٹک گیا تھا۔اسے لگا تھا جیسے ابھی اس کا دل بند ہو جائے گا۔اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے ماما اور بابا کا چہرہ گھوم گیا اس کے سامنے وہی منظر گھوم گئے جب لوگ کہہ رہے تھے کے بیچارے ابھی تو جوان تھے کہ ان کو دل کے روگ لگ گئے۔اس نے آج صبح ہی ایک جگہ پڑھا تھا۔

اَلفِراقُ اَشَدُّ مِنَ المُوتِ

"جدائی موت سے زیادہ سخت ہے"

اور یہ الفاظ بار بار اس کے دماغ میں گونج رہے تھے۔واقعی اس کے لیے سِلاح سے

جدائی موت سے زیادہ سخت معلوم ہو رہی تھی۔جدائی کے احساس سے ہی اس کے دل کی دھڑکن رکنے لگی تھی۔

اس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر اس کی گود میں گر گیا تھا۔اس نے گاڑی کو بریک لگایا۔وہ ڈرائیو نہیں کر پا رہا تھا اسے اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔اس کے ذہن میں بچپن سے یہ بات بیٹھ گئی تھی۔کہ جس کے دل میں درد اٹھتا ہے وہ اس دنیا کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔اس کے ماں باپ کے ساتھ بھی تو ایسا ہی ہوا تھا۔ابھی بھی اسے ایسے ہی لگ رہا تھا جیسے سِلاح اس سے دور جا رہی ہے اور اس کے دور جانے کا سوچ کر ہی اس کی سانسیں رک رہی تھی۔وہ اپنے ماں باپ کے بعد اب سِلاح کو نہیں کھو سکتا تھا۔اس نے اسی وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اپنے مالک سے اپنی زندگی مانگنے لگا کیونکہ سِلاح ہی تو اس کی زندگی تھی۔اس کے الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اس کے لب خاموش تھے جبکہ اس کا دل اپنے رب کے آگے سجدہ ریز ہوئے گڑگڑا رہا تھا۔"یا میرے رب میں نے اپنی زندگی میں بہت ساری آزمائشیں دیکھیں۔میں اپنے ان سب آزمائشوں پر صبر کے ساتھ تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔یا میرے رب میں اپنی ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں۔یا اللہ میں اپنے پیاروں اپنی ماں

اپنے باپ کو کھو چکا ہوں اب میں سِلاح کو نہیں کھونا چاہتا۔ یااللہ میں آپ سے بھیک مانگتا ہوں میری سِلاح کو مجھے لوٹا دے میری سِلاح کو مجھ سے دور مت کرنا میرے مولا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک دن ہم سب نے جانا ہے اور میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ جب بھی وہ وقت آئے تو مجھے پہلے اپنے پاس بلا لینا کیونکہ میں اب اور کسی کے کھونے کا دکھ برداشت نہیں کر سکتا۔ یااللہ آپ کا بندہ بہت کمزور ہے وہ آزمائش کا اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا مجھ پر اپنا رحم فرما میرے مولا مجھ پر اپنا رحم فرما اپنے پیارے حبیب کے صدقے جن کے لئے آپ نے یہ کائنات بنائی۔ پیارے حبیب ﷺ کے صدقے میری دعا پہ کن فرما دے" وہ دل ہی دل میں اپنے رب سے مخاطب تھا جب کہ اس کی آنکھیں مسلسل بہہ رہی تھی۔ وہ خود کو سنبھالتا ہوا۔ فوراً ہاسپٹل کی طرف بڑھا۔ لیکن شاید آج قسمت کو بھی اس کے صبر کا امتحان لینا تھا۔

راستے میں اتنا زیادہ ٹریفک جام ہو گیا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا سالم کے دل کی دھڑکنیں بھی بڑھ رہی تھی۔ کافی دیر ٹریفک میں پھنسے رہنے کے بعد آخر کار وہ اس جام سے نکلا۔ اور گاڑی دوڑاتے ہوئے ہوسپیٹل پہنچا۔ ہاسپٹل پہنچنے تک اس کی آدھی سے زیادہ جان ختم ہو چکی تھی وہ بگڑی ہوئی حالت میں ہاسپٹل کے اندر داخل

ہوااور بھاگتے ہوئے مطلوبہ کمرے کی طرف جانے لگا جب سامنے صحیح تیمور آتا ہوا نظر آیا۔ تیمور سالم کا زرد چہرہ اور اس کی حالت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ سالم کے تیمور کو دیکھ کر بھاگ اس کے پاس آیا اور بولا "اب کیسی طبیعت ہے سِلاح کی ٹھیک ہے نہ"

تیمور کو اس کے حالات دیکھ کر خود پر غصہ آیا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ سِلاح کی طبیعت کا سن کر اس کا اتنا برا حال ہو جائے گا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ سالم اس کے لئے اتنا possessive ہو گیا ہے.

سِلاح کہ اس طرح طبیعت بگڑتا دیکھ کر ان کو بھی بہت پریشانی ہوئی تھی لیکن اب ڈاکٹر کے بتانے پر کے کوئی خطرے کی بات نہیں تو تھوڑا پر سکون ہو گئے تھے۔

سالم کے پوچھنے پر تیمور اسے پر سکون کرتا ہوا بولا "سالم ریلیکس ہو جاؤ بھابھی کی طبیعت بالکل ٹھیک ہے ڈاکٹر نے بولا ہے کہ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے"

لیکن تیمور کی بات بھی اسے پر سکون نہیں کر سکی تھی۔ تو اسے وہیں چھوڑ کر بھاگ کر اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں پر وہ انجیکشن کے زیر اثر سو رہی تھی۔ اس کوئی اس طرح اپنی آنکھوں کے سامنے بیڈ پر ہوش سے بیگانہ لیٹے ہوئے دیکھ کر سالم کی آنکھوں سے آنسو سے روانہ ہو گئے۔

تیموراس کے پیچھے آیااوراس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کراسے تسلی دیتے ہوئے بولا

"یار بھابھی بالکل ٹھیک ہیں ڈاکٹر نے کہاکہ کوئی ایسی بات نہیں ہے تم پریشان مت ہو"

تیمور کے کہنے پر سالم نے آنسوؤں سے بھری نظریں اُٹھاکر تیمور کی طرف دیکھااور ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا"توتوسب جانتاہے ناڈاکٹرتو یہی کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں اور پھر"وہ آگے بول نہیں پایاتھااورروتے ہوئے تیمور کے گلے لگ گیا۔

تیمورسالم کی بات کامطلب سمجھ گیاتھاکہ اس کااشارہ کس طرف ہے۔اس نے اسے زورسے اپنے گلے لگایا۔اوراسے سمجھانے لگاکہ ہر بارایسانہیں ہوتا۔

ابھی وہ اس سے بات کرہی رہاتھاجب سامنے ہیراچلتی ہوئی آئی اور سالم کواس طرح روتے دیکھ کر بھی پریشان ہوگئی تھی"بھائی کیاہواہے آپ اس طرح کیوں رورہے ہیں بھابی بالکل ٹھیک ہیں میری ابھی ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے"

سالم نے ہیراکودیکھتے ہی وہ اپنے آنسو صاف کیےاور خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا " ڈاکٹرکہاہے میں خودان سے ملناچاہتاہوں"

ہیرا نے اسے ڈاکٹر کے آفس کا بتایا تو وہ سیدھا ڈاکٹر کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے جا کر سِلاح کی طبیعت کا پوچھا تو ڈاکٹر نے اسے بتایا "دیکھیے مسٹر سالم پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ہم نے آپ کے میسز کے سارے ٹیسٹ کر لیے ہیں اور ان کی رپورٹ کے مطابق ان کا پہلے ایک آپریشن ہو چکا ہے۔ان کے دل میں ایک سوراخ تھا جس کا آپریشن ہوا ہے۔اس کی میڈیسن شاید انہوں نے کھانا چھوڑ دی تھی جس کی وجہ سے انہیں یہ درد ہوا۔لیکن اب میں آپ کو میڈیسن لکھ کے دے رہا ہوں جو آپ نے باقاعدگی سے انہیں دینی ہے۔اور خطرے کی کوئی بات نہیں ہے "ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں سالم کو ساری ڈیٹیل بتا دی تھی۔سالم ساری ڈیٹیل لے کر سیدھا سِلاح کے پاس آیا جو ابھی تک انجیکشن کے زیراثر سو رہی تھی۔

آدھا گھنٹہ گذرا تھا جب سِلاح کو ہوش آگیا۔ہوش میں آتے ہی اس کی پہلی نظر سالم پر پڑی اور اس کے زرد چہرہ دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اس کی طبیعت کی وجہ سے کتنا پریشان ہو گیا ہو گا۔اس کے ہوش میں آتے ہی اس نے اپنے رب کا شکر ادا کیا اور وہ بنا تیمور اور ہیرا کی موجودگی پرواہ کیے آگے بڑھا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور بولا "اب کیسی طبیعت ہے جانِ سالم کی "

ہیرا اور تیمور کی موجودگی میں سالم کی اس حرکت پر وہ اچھی خاصی شرمندہ ہوئی تھی۔لیکن خود کو کمپوز کرتی ہوئی بولی"جی میں بہتر ہوں اب"

۔۔جب کہ وہ دونوں چہرہ موڑ کر مسکرانے لگے تھے کیونکہ ان کے لیے سالم کا یہ روپ بالکل نیا تھا۔

سِلاح کے ہوش میں آتے ہیں وہ ڈاکٹر سے ساری ڈیٹیل اور میڈیسن کا پوچھ کر گھر کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔کیوں کہ انہوں نے ابھی تک صبیحہ بیگم کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ پریشان ہوں۔

ابھی وہ وہاں سے نکل کر گاڑی کی طرف جا رہے تھے جب دو عورتیں سِلاح کو دیکھ کر اس کی طرف آئیں۔انہوں نے قریب آ کے جب اسے مخاطب کیا تو سِلاح انہیں دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔وہ اشعر کی ماں اور بہن تھی۔سمیہ بیگم کی حالت بہت خراب تھی ۔یہ وہ سمیہ بیگم بلکل نہیں تھی جن کی شکل اور انداز واطوار سے غرور جھلکتا تھا۔سمیہ بیگم نے سِلاح کے سامنے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے"مجھے معاف کر دو بیٹا ہم نے تمہارے ساتھ جو کیا اس کی ہمیں بہت بڑی سزا مل رہی ہے۔شائد تم معصوم کی آہ لگ گئی ہمیں"وہ ہاتھ جوڑے مسلسل معافی مانگ رہی تھی اور سِلاح سمیت سب حیرانی

سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ سِلاح نے سالم کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا اور ان کے جوڑے ہوئے ہاتھ تھامے۔ "آنٹی کیا ہوا ہے آپ ایسی حالت میں کیسے۔" سِلاح کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ جب سِلاح کے پوچھنے پر بتایا کے کیسے اشعر کی بیوی اسے اپنے ساتھ لے کے چلی گئی ہے اور وہ ان سے بلکل لاتعلق ہو گیا ہے اور سمیہ بیگم خود اتنی بیمار رہنے لگی ہیں اور ان کی بیٹی کی دوبارہ شادی نہیں ہو رہی ان کا گھر بکھر گیا ہے۔ سِلاح کو سن کے افسوس ہوا تھا۔ اشعر کی بہن صائمہ نے ساری بات سِلاح کو بتادی کے کیسے اس نے اس دن موقع کا فائدہ اٹھا کے اس کے بابا کے لائے ہوئے پیسے چوڑا لئے تھے۔ اور سِلاح سے معافی مانگنے لگی جیسے سِلاح نے کھلے دل سے معاف کر دیا کیوں کہ اب پورانی باتوں کو لے کے بیٹھنے کا کیا فائدہ تھا۔ ان سے ہر گلا شکوہ بھلا کے وہ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب وہ گھر پہنچے تو گھر میں الگ ہی ماحول بنا ہوا تھا۔ صبیحہ بیگم نے جیولر کو گھر پر ہی بلا لیا تھا تاکہ دونوں دلہنوں کے لیے زیورات گھر پر ہی پسند کر لیے جائیں۔ ان کو آتا دیکھ کر وہ خوشی سے بولیں "یہاں آؤ بیٹا جلدی آ کے زیورات پسند کر لو"

صبیحہ بیگم کے چہرے پر اتنی خوشی دیکھ کر انہوں نے ان کو یہ بات بتانے کا ارادہ

ترک کر دیا اور مسکراتے ہوئے چاروں ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں سے جلدی فارغ ہو کر سالم سِلاح کو کمرے میں لے آیا تھا۔

اسے بیڈ پر لٹا کر میڈیسن کھلا کے خود پریشانی میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ اس کو مسلسل ٹہلتا دیکھ کر سِلاح نے آخرکار کچھ ہی لیا۔ "حمد کیا مسئلہ ہو گیا ہے کیا پریشانی ہے مجھے بتائیں۔"

اس کے پوچھنے پر وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ جانتی ہیں آپ نے میری جان نکال دی تھی۔ آپ سے جدائی نے میری جان نکال دی تھی۔ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ آپ کا آپریشن ہو چکا ہے اور آپ نے میڈیسن بھی لینی چھوڑ دی تھی۔ کیوں کیا آپ نے ایسا آپ کو پتا ہے نا کہ آپ میرے لیے کتنی اہم ہیں۔ اب بس میں نے سوچ لیا ہے کہ آپ بالکل بھی کوئی کام نہیں کریں گی اور ہم شادی کو پوسٹپونڈ کر رہے ہیں جب تک آپ بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتی"

سالم کی پہلی بات تو اس نے مسکرا کر سن لی لیکن اس کی آخری بات پر تو اس کا منہ

کھل گیا۔وہ اتنی سی بات کے لئے شادی پوسٹ پونڈ کر رہا ہے۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ شادی پوسٹ پونڈ بالکل بھی نہیں آپ نے دیکھا نہیں کہ ماں کے چہرے پر کتنی زیادہ خوشی ہے میں ان کی خوشی کو کبھی کم نہیں ہونے دوں گی اور رہی میری طبیعت کی بات تو میں اب بالکل ٹھیک ہوں اور سوری میں نے آپ کو نہیں بتایا کیونکہ حالات ہی ایسے تھے کہ آپ کو بتانے کا موقع نہیں ملا۔اور میڈیسن میں نے اس لیے چھوڑ دیں کیونکہ مجھے لگا تھا کہ میں بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔"

"نہیں بس میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ ابھی شادی نہیں ہو گی" سالم اپنے فیصلے پر بضد بولا اس کے اس طرح ضدی لہجے میں بولنے پر سِلاح کو خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئی۔

وہ بھی ضدی لہجے میں بولی "ٹھیک ہے پھر آپ کی یہی ضد ہے تو میری بھی ضد ہے میں بھی میڈیسن نہیں کھاؤں گی۔چاہے مجھے جو کچھ مرضی ہو جائے"

حالانکہ اس بے تکی ضد پر سالم کو غصہ آیا تھا "یہ کس قسم کی ضد ہے"

"اسی قسم کی ضد ہے جو آپ کر رہے ہیں میں اب بالکل ٹھیک ہوں اور ویسے بھی ابھی

شادی کو ایک ہفتہ پڑا ہے تب تک میں بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔آپ اتنی چھوٹی سی بات کے لئے ماما تیمور بھائی اور سب کی خوشیاں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔جو کہ میں بالکل بھی ہونے نہیں دوں گی۔اور آپ ہماری جدائی سے اتنا کیوں ڈر رہے ہیں۔جدائی تو ہمارے رب کی طرف سے ہے۔"سِلاح بھی اسی کے انداز میں بولی۔

سالم خاموشی سے اس کا بس چہرہ دیکھ رہا لیکن سالم کی آنکھوں میں بے انتہا خوف تھا ۔صلاح نے پیار سے اس کا چہرہ تھاما اور بولی"آپ نے وہ قول پڑھا ہے

لیس السفر۔۔۔۔🌹❤️!!

ولا فراق الحب

حتی الموت لیس فراقا

سنجتمع فی الآخرۃ

*الفراق ھو *

ان یکون احدنا فی الجنۃ

والا خر فی النار

جدائی نہ تو سفر سے

ہے اور نہ ہی محبوب کے

الگ ہونے سے

یہاں تک کہ موت بھی

جدائی کا ذریعہ نہیں بن

سکتی کیونکہ

عنقریب ہم سب

آخرت میں جمع ہونگے

جدائی تو یہ ہے کہ تب

ہم میں سے ایک جنت میں

جائے اور دوسرا آگ میں!!

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اورانشااللہ ہم دونوں جنّت میں جائیں گے مجھے یقین ہے اس لئے جدائی کا ڈر کیوں'' وہ مسکرا کے بولی۔

صلاح کی بات پر سالم نم آنکھوں سے مسکرایا اور

سِلاح کی بات سمجھتے ہوئے وہ اپنی ضد سے ہٹ گیا "ٹھیک ہے لیکن آپ کو مجھ سے وعدہ کرنا ہو گا کہ آپ باقاعدگی سے اپنی میڈیسن لیں گی اور اپنا خیال رکھیں گی"

سالم کو اپنے فیصلے سے ہٹتا دیکھ کر سِلاح خوشی سے بولی "پکا وعدہ میں اپنا بہت زیادہ خیال رکھوں گی تھینک یو سوچ جان سِلاح "سِلاح اٹھ کے فوراان کے گلے لگ گئ ۔اس کے بچوں کی طرح خوش ہونے پر سالم بھی مسکرااٹھا اور اسے اپنی باہوں میں بھر لیا۔

************۔

آخر کار ایک ہفتے کے انتظار کے بعد وہ دن آ ہی گیا تھا جس کا سب کو بے صبری سے انتظار تھا۔سِلاح نے اپنے وعدے کے مطابق اپنا بہت زیادہ خیال رکھا تھا اور شادی کے دن تک وہ بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔

سِلاح اور ہیرا دلہن کے روپ میں سجی بے حد حسین لگ رہی تھی جیسے جنت کی حوریں زمین پر اتر آئی ہوں۔

سِلاح نے ریڈ بلڈ کلر کا لہنگا پہنا ہوا تھا۔ جس پر امبرائڈری بھی اسی کلر کی تھی۔

جب کے ہیرا کے لہنگے کا ڈارک مہروں شیڈ اور اوپر گولڈن کلر کا کام ہوا تھا۔ جو کے تیمور کی پسند کا تھا۔

دونوں نے چہرے پر نیٹ کے گھونگھٹ لے رکھے تھے۔

تیمور اور سالم بھی نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہے تھے کہ ہر آنکھ ان کی طرف اٹھ رہی تھی۔ ہر زبان پر دونوں جوڑوں کے لئے ستائشی الفاظ تھے۔

آج شاہ ولا کسی محل کا تصور پیش کر رہا تھا۔ ہر طرف سجاوٹ روشنیوں کی جگمگاہٹ تھی

۔

بڑا سا سٹیج بنایا گیا تھا۔ جہاں درمیان میں پھولوں کی دیوار بنا کر ایک طرف دونوں دلہنوں کو اور دوسری طرف دونوں دلہوں کو بٹھایا گیا تھا۔

مولوی صاحب نے آکر نکاح پڑھانا شروع کیا۔ ہیرا کی خواہش پر پہلے سالم اور سِلاح کا

نکاح پڑھایا گیا تھا۔

نکاح کے ایک ایک لفظ کو سالم نے دل سے محسوس کیا تھا۔سِلاح کے قبول ہے قبول ہے کہ الفاظ اسکے کانوں میں رس گھول رہے تھے۔نکاح کے ان لمحات کو سِلاح اور سالم نے بہت دل سے محسوس کیا تھا۔کہ نکاح کا تعلق اتنا زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔

سِلاح اور سالم کے نکاح کے بعد تیمور اور ہیرا کا نکاح ہوا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہیرا کی رخصتی کی آوازیں گونجی۔اور وہ سب کی دعاؤں کے ساتھ شاہ ولا سے رخصت ہو گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

************۔

خان ہاؤس کا منظر!

بہت پرجوش انداز میں ہیرا استقبال کیا گیا تھا۔تیمور کی ماما تو اپنی اکلوتی بہو کی بلائیں لیتی نہیں تھک رہی تھی۔

چھوٹی موٹی رسموں کے بعد ہیرا کو تیمور کے کمرے میں لے جایا گیا تھا۔

ہیرا کو کمرے میں چھوڑ کر سب باہر چلے گئے تھے جب ہیرا نے پورے کمرے کا جائزہ

لیا۔کمرہ بہت ہی نفاست سے سجاہواتھاجگہ جگہ گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھی۔

وہ ابھی کمرے کا جائزہ لے رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلااور تیمور اندر داخل ہوا۔ تیمور کے چہرے سے ہی اس کی خوشی جھلک رہی تھی۔اس کے چہرے پر اپنی محبت کو حاصل کر لینے کی الگ ہی چمک تھی۔

تیمور کو اندر آتا دیکھ ہیرا سیدھی ہو کے بیٹھ گئی تھی۔ تیمور جیسے جیسے چلتا ہوا قریب آ رہا تھا ہیرا کی دھڑکنے بڑھ رہی تھی۔

تیمور آ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔اور بنا کچھ بولے خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔اس کی نظریں ہیرا کو کنفیوز کر رہی تھی۔وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔کافی دیر جب ایسے ہی گزر گئی تو ہیرا نے اپنی نظریں اٹھا کے تیمور کی طرف دیکھا جہاں۔ محبّت اور جذبات کا طوفان اُمڈ رہا تھا۔ہیرا نے فوراً اپنی نظریں جھکا لیں۔

تیمور کی نظروں سے ہی وہ لال انار ہو گئی تھی۔اور تیمور کو اس کا یہ روپ دیوانہ کر رہا تھا۔اس حالت پر ترس کھاتے ہوئے اس نے اسے اپنی نظروں کے حصار سے آزاد کیا اور اس کے ہاتھ تھام کر جذبات لٹاتے لہجے میں بولا" مجھے یقین نہیں آ رہا کے تم میری صرف اور صرف میری بن کے آج میرے سامنے بیٹھی ہو۔میں نے اپنے خوابوں میں

روز تمھیں اس روپ میں اس کمرے میں دیکھا ہے لیکن میں نہیں جانتا تھا کے میرا یہ خواب کبھی حقیقت بھی بنے گا یا نہیں لیکن آج میرے خواب حقیقت ایک خوبصورت حقیقت بن کے میرے سامنے ہیں میں اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے ۔"اس کا ایک ایک لفظ بارش کی ٹھنڈی پھوار کی طرح ہیرا کے دل پہ پڑ رہا تھا

۔"شکریہ مجھے اتنا معتبر کرنے کے لیے شکریہ میری زندگی کو پورا کرنے کے لئے شکریہ مجھے اپنے قابل سمجھنے کے لئے شکریہ میری محبت کو مان بخشنے کے لئے" وہ اس کے چہرے کے ایک ایک نقوش کو اپنے لبوں سے چھو کر اس کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔جب کے اس کی یہ قربت ہیرا کی جان ہوا کر رہی تھی۔اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا ۔لیکن یہ پہلی ضرب تھی اس کے دل پر جس نے ہیرا کی اپنے دل کے گرد کھڑی دیوار کو توڑنا شروع کر دیا تھا۔

آہستہ آہستہ وہ ساری دیوار توڑتا چلا گیا۔ تیمور کی محبّت کے جنون نے ہیرا کے دل تک رسائی حاصل کر لی تھی۔

۔*************

ہیرا کی رخصتی کے بعد سِلاح کو بھی سالم کے کمرے میں لا کر بٹھا دیا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی مہمانوں سے فارغ ہو کر سالم کمرے میں آیا۔اس کی نظر جب سامنے بیڈ پر پڑی۔تو خالی بیڈ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔اس نے دروازہ بند کر کے کمرے میں نظر دوڑائیں تو سِلاح وہاں کہیں نہیں تھی۔اسے حیرانی ہوئی تھی کے وہ کہا چلی گئی جب تھوڑا آگے آیا تو اسے سامنے گلاس ڈور سے باہر پول کے پاس کھڑی نظر آئی ۔اسے دیکھ کر سالم کے ہونٹوں کو مسکراہٹ چھو گئی۔وہ آتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کے ہر لڑکی کی طرح وہ بھی بیڈ پہ بیٹھی اس کے آنے کا انتظار کر رہی ہو گی۔لیکن اب اسے ایسے دیکھ کے اسے خود ہی اپنی سوچ پر ہنسی آئی تھی۔کہ اس نے کیسے سوچ لیا کے حمد سالم شاہ کی بیوی کوئی روایتی کام کرے گی۔وہ تو ہمیشہ سب سے الگ ہی کرتی تھی پھر آج تو اتنے اسپیشل دن پر وہ کیسے پیچھے رہتی وہ چلتا ہوا اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے چاند کی طرح چمکتے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جہاں آج اتنا نور تھا کے سالم کو آسمان کے چاند کی روشنی اس کے سامنے پھیکی لگ رہی تھی۔

سِلاح مسلسل پانی میں نظر آتے چاند کو اور سالم بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں پانی میں نظر آتے اپنے چاند کو دیکھ رہا تھا۔جب وہ اس خاموشی کو توڑتے ہوئے بولا "شکر تھا کے میں اس دن ہوش میں نہیں تھا"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سِلاح مسکراتی ہوئی مڑی اور پوچھا "کیا مطلب"

سالم مسکراتے ہوئے بولا "مطلب کے اگر میں ہوش میں ہوتا تو "اس نے آگے بڑھ کے سِلاح کے ہاتھ تھامے اور اس کے ہاتھوں پر بوسہ دیتا ہوا بولا "میرے نصیب میں آپ جیسی حسین اور خوبصورت لڑکی کہاں سے ہوتی۔"

جس پر وہ کھل کے مسکرائی " نیکی کا صلہ ہمیشہ اچھا ہی ملتا ہے"

سِلاح کی بات پر سالم نے فوراً نہیں میں سر ہلایا اور بولا "مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی اتنی بڑی نیکی کی ہوگی جس کے صلے میں مجھے آپ جیسا تحفہ ملا ۔میں آپ کو بالکل بھی deserve نہیں کرتا تھا۔سچ کہوں تو اس وقت مجھے کوئی مجھ جیسی لڑکی ملنے چاہیے تھی مجھ جیسی بگڑی ہوئی "سالم نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

" کبھی کبھی بہت چھوٹی سی نیکی کا بھی بہت بڑا صلہ مل جاتا ہے۔میرے لیے تو آپ دونوں بار ہی رحمت کا فرشتہ بن کے آئے ہیں پہلے مجھے ان لالچی لوگوں سے بچایا اور پھر مسعود عالم کے جال سے۔دونوں بار ہی اللہ نے آپ کو میری مدد کا ذریعہ بنایا ہے "سِلاح بھی اسے پیار سے دیکھتی ہوئی بولی اور پھر آگے بڑھ کر عقیدت سے

اس کے ہاتھ چوم لیے۔اس کے اس انداز پر سالم کا دل سرشار ہو گیا تھا اور پھر پیار سے بولا۔

"ہاں شاید میرا اور آپ کا ملنا اسی طرح سے لکھا تھا"

"جی ہاں" وہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔

"اچھا ایک بات تو بتائیں وہ اسے کیا کہتے ہیں" اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کے سوچتے ہوئے بولا "ہاں یاد آیا منہ دکھائی۔بتائیں منہ دکھائی میں کیا لیں گی" ۔

"25ہزار" وہ معصومیت سے بولی۔

سالم کو لگا تھا کہ وہ کوئی بڑی فرمائش کرے گی لیکن اس کے 25ہزار کہنے پر سالم کو حیرت بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔"اور کیا کریں گے آپ 25ہزار کا" سالم نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

سِلاح سوچتے ہوئے بولی 500 "سبزی والے کا ہے،5000 بجلی والے کا ہے" اس کے اس طرح حساب گنوانے پر سالم آگے بڑھا اور اسے اپنی باہوں میں بھرتے ہوئے بولا "اور کس کس کے حساب باقی ہیں آپ کی طرف"

"بہت سارے ہیں" وہ معصومیت سے بولی۔

جس پر سالم کو کھل کے ہنسی آئی اور اسے اپنے ساتھ اندر لے جاتے ہوئے بولا" چلیں میں آپ کو سارے حساب اندر جا کے دیتا ہوں"

سالم اندر کی طرف بڑھ رہا تھا جب اس نے اسے روکا اور بولی"روکیں ایک اور حساب رہتا ہے"

سالم نے اپنا چہرہ اس کی طرف موڑا۔اور پیار سے بولا"جی حکم کیجیے کون سا حساب"

"میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی جس روز آپ مجھے مل جائیں گے ہم شکرانے کے نفل ادا کریں گے" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

سِلاح کی اس پیاری سی فرمائش پر سالم دلو جان سے اس پیاری سی لڑکی پر فدا ہوا تھا۔پھر اسے اپنے ساتھ لئے کمرے میں گیا اپنے اور اس کے لئے خود جائے نماز بچھایا۔

دونوں نے نفل ادا کیے تو سالم نے خود ہی جائے نماز اٹھایا۔سِلاح اسے یہ کرتے ہوئے بہت پیار سے دیکھ رہی تھی۔جب وہ جائے نماز اپنی جگہ پہ رکھ کر موڑا تو وہ اسے شکایتی انداز میں دیکھتی ہوئی بولی "آپ نے کبھی اپنی فیلنگز کا اظہار نہیں کیا

میرے سامنے اور نا ہی میری آج کوئی تعریف کی ہے۔" وہ اس کی طرف سے منہ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

سالم اس کا روٹھا انداز دیکھ کر اپنے ڈیمپلز کی بھرپور نمائش کرتا ہوں اس کے سامنے آیا اور اس کا من موہنہ چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما "اففففف میری وائف کو اتنی شکایتیں ہیں مجھ سے۔ آج میں آپ کی ہر شکایت دور کر دوں گا۔ آپ مجھے ہمیشہ ہر روپ میں بے انتہا خوبصورت لگتی ہیں کے مجھے الفاظ نہیں ملتے کے کن الفاظ میں آپ کی خوبصورتی، معصومیت، پاکیزگی کو بیان کروں۔ اور میرے پیار کی حد بے حد ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ جن آنکھوں نے مجھے پیار سے دیکھا ہے مجھے ان سے بے انتہا محبّت ہے" وہ آگے بڑھا اور اس کی آنکھوں پر اپنی محبّت کی مہر ثبت کی۔" جن سانسوں نے میری دھڑکن کا ساتھ دیا ہے مجھے ان سے محبّت ہے" اس کی گردن پر اپنے لب رکھے "یہ تل جس نے مجھے اپنا دیوانہ بنالیا ہے مجھے اس سے محبّت ہے" اپنے تشنہ لب اس کے ٹھوڑی پہ بنے تل پر رکھے۔

"جن ہونٹوں نے مجھے پیار کے وعدے دیے ہیں مجھ ان سے محبّت ہے" ابھی اس کے ہونٹوں کی طرف بڑھا تھا جب سِلاح نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اس کی اس

دفاع پر وہ کھل کے مسکرایا اور اپنے لبوں سے اس کے ہاتھوں کی ہتھیلی کو چھو لیا۔اور مسکرا کر اس کے معصوم چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھنے لگا۔اس کی نظروں سے کنفیوز ہوتی وہ فوراً بولی "میری منہ دکھائی نہیں دی آپ نے ابھی تک"

وہ واقعی ہی اس کو منہ دکھائی دینا بھول گیا تھا۔اس کے یاد دلانے پر اس نے بیڈ کے دراز سے ایک فائل نکالی اور اس کی طرف بڑھا دی۔سِلاح فائل کو اوپر نیچے گھما کر دیکھنے لگی اور بولی "یہ کیا ہے؟" "خود ہی کھول کے دیکھ لیں" وہ کندھے اچکاتا ہوا بولا۔

سِلاح نے فائل کھول کر دیکھی تو اس کی آنکھیں خوشی سے نم ہو گئیں۔کیوں کہ سالم نے اس کی سب سے بڑی خواہش پوری کر دی تھی۔ایک بار اس نے سالم کے سامنے اپنی خواہش کا ذکر کیا تھا کہ وہ چاہتی ہے کہ بچوں کے لئے ایک orphanage کھولے۔سالم نے منھ دکھائی میں اس کو orphanage کی زمین کے کاغذات دیے تھے۔جس پر بہت جلدی کام کروانے والا تھا۔

سِلاح کو اس قدر خوشی ہوئی تھی کہ خوشی سے اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو مسلسل بہنے لگے تھے وہ آگے بڑھی اور زور سے سالم کے گلے لگ گئی۔سالم نے بھی اسے اپنے حصار میں لے لیا اور پھر اسے اپنی بانہوں میں

اٹھائے ایک خوبصورت سفر کی طرف چل دیا۔ یہاں سے ان کی زندگی کی خوبصورت اور خوشیوں بھری شروعات ہونے والی تھی۔

**********۔

٦ سال بعد!

چھ سال کا عرصہ گزر گیا تھا۔اللہ تعالی نے سالم اور سِلاح کو نعمت اور رحمت دونوں سے نوازا تھا۔ صبیحہ بیگم کا آپریشن کامیاب ہو گیا تھا اب وہ اپنے پیروں پر چل سکتی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہیرا اور تیمور کے بھی دو ہی بچے تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ تیمور کی پوسٹنگ کراچی ہو گئی تھی وہ وہاں ہی شفٹ ہو گئے تھے۔

آج سنڈے تھا۔اور وہ سب اپنا ہر سنڈے بچوں کے ساتھ orphanage میں گزارتے۔ سِلاح صبح ہی بچوں سے ملنے چلی گئی تھی۔ جبکہ سالم دونوں بچے اور صبیحہ بیگم گیارہ بجے کے قریب وہاں پہنچے تھے۔

سِلاح آفس میں بیٹھی کچھ فائلز دیکھ رہی تھی جب اس کا چار سالہ بیٹا حسن دوڑتے

ہوئے آیا اور اپنی ماں کے گلے لگ گیا۔ سِلاح نے اسے خوب سارا پیار کیا۔ اور پھر نظریں اٹھا کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سالم اس کی دو سالہ بیٹی حنہ کو اٹھائے کھڑا تھا اور اس کے ساتھ صبیحہ بیگم کھڑی پیار سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

وہ مسکراتی ہوئی ان کے پاس آئی سالم نے اس کے سر پر بوسہ دیا۔ سالم اور سِلاح کا پیار ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے سالم کو پیار سے دیکھا اور پھر صبیحہ بیگم سے آ کے ملی اور حنہ کو سالم کے ہاتھ سے لے کے پیار کیا اور پھر وہ سب مل کے بچوں کی طرف چل دیے۔ یہ ان کی خوبصورت، خوشیوں سے بھری چھوٹی سے دنیا تھی

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی دوستی اور محبت کے ساتھ ساتھ وہ رحم اور مہربانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان رکھ دی ہے کہ وہ تندرستی اور بیماری میں بھی اور بڑھاپے اور جوانی میں بھی ایک دوسرے پر نہایت مہربان اور رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔

اور سالم اور سِلاح کو ایک دوسرے کا بہترین ساتھ مل گیا تھا اور باقی ساری کمی ان کی اولاد نے پوری کر دی تھی۔

. . . . ختم شدہ. . . . .

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگرآپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین